

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

کتاب

حمایت الاسلام

مصنفہ عالم جلیل فاضل نبیل عمدۃ المحققین فخر المتکلمین افضل الحکماء المتالہین معین العلماء مولانا السید احمد صاحب قبلہ مجتہد العصر خلف ارشد حضرت شمس العلماء مولانا السید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر طاب ثراہ بہ تصحیح عالیجناب تقدس مآب مولوی سید سجاد حسن صاحب قبلہ جونپوری۔ وحسب اہتمام حقیر سراپا تقصیر سید مجتبی حسن مجتبی۔ منیجر۔ ابن جناب سید محمد صاحب وارث سرکار شریعت مدار رضوانمکان آقا سید ابوالحسن صاحب قبلہ۔ عرف سید بچھن صاحب اعلی اللہ مقامہ مالک مطبع

بمطبع تصویرِ عالم پریس لکھنؤ [illegible] طبع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا*سپاس لائق و سزاوار ہے اوس خداے پاک کی جو تمام جہانون کا رب ہی۔ بڑا مہربان صاحب رحم۔ روز جزا کا مالک ہے۔ اے خدا تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین۔ ہمکو سیدھی راہ دکھا۔ اون لوگون کی سی جنپر تو نے فضل کیا۔ اور اون لوگونکی راہ نہ دکھا جنپر تیرا غضب ہوا ہے۔ اور نہ دکھا ہمکو گمراہون کی راہ خداوندا محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ جیسے ابراہیم اور آل ابراہیم پر تو نے رحمت نازل فرمائی بیشک تو عظمت والا ہے۔ اور محمدؐ و آل محمدؐ پر برکت نازل کر جیسے تو نے ابراہیم و آل ابراہیم پر برکت بھیجی بے شبہ تو بزرگی اور خوبیون والا ہے۔

بے شبہ اور بیشک یہی وہ دین ہے جو ایک بڑا انبار کوڑے کرکٹ کا تہ و بالا کرنے سے اپنی جھلک اوس بیش بہا ہیرے کی طرح دکھاتا ہے جو مدتہاے دراز سے انسان کے واسطے محفوظ ہے جسکی نیست و نابود کرنیکی متعصبین و

* سورۂ حمد کا لفظی ترجمہ ۱۲ ‡ اللھم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید۔ کا لفظی ترجمہ ۱۲۔

سائنسدان نہایت سرگرمی سے کوشش کر چکے ہین۔
عقلی روشنی اور بشری شہادت سے یہ قطعی طور پر واضح ہو چکا ہے کہ اگر انسان کے واسطے روحانی تربیت کا کوئی مکمل طریقہ ہے تو یہی (اسلام) جو نوع انسان کے ہر طبقہ پر منطبق ہو سکتا ہے۔ یہی وہ روشنی بخش مذہب ہے جو کہ تمام خوبیون کا منبع اور تمام نیکیون کا سرچشمہ ہے۔ یہی ایک ایسا مذہب ہے جسکی بنا حُسن و قبح عقلی پر ہے۔ اور چھوٹی سی چھوٹی بات بھی اسکی عقل سلیم سے مطابق ہے یہی وہ مذہب ہے جو حکمت قدیم یونان کے مقابل مین مظفر و منصور ثابت ہوا ہے اور یہی وہ مذہب ہے کہ جواب بڑی جوانمردی سے حکمت جدیدہ کا مقابلہ کر کے غالب آیا ہے اگر دنیا مین حکمت ضالہ کا کسی مذہب نے مقابلہ کیا ہے تو اسی نے اور یہی وہ مذہب ہے جسنے تمام مذاہب کو اپنے مین جذب کر لیا ہے اور اسی مذہب کی مقناطیسی حالت کا اثر حکمت جدیدہ پر واقع ہو رہا ہے جسقدر تعریف و توصیف ہم اس مذہب اور بانی مذہب کی کرین وہ کم ہے۔ نہ وہ تعریف جس سے زبان ہی ہماری حظ اوٹھاوے۔ بلکہ وہ سچی و اصلی تعریف جسپر ہر انصاف پسند کے دل لوٹ ہون۔
اونکا ذکر نہین جو کج فہمی سے اپنی یا تعصب و عناد سے اچھی بات کو بھی بُرا کر ثابت کرتے ہین جیسا کہ اس نئی روشنی کے لوگ پابندی مذہب ہی کو بُرا سمجھتے ہین اور آزادی کا مخل قرار دیکر قید کو ناپسند کر کے مذہب سے چھٹکارا کرتے ہین ج سکا تو ذکر ہی نہین۔ کہ ہر اچھا سا اچھا مذہب اونکے نزدیک بُرا ہے۔ حالانکہ یہ بھی اونکی کج فہمی یا جہالت کی بات ہو وہ مذہب ہی کو نہین جانتے کہ

کیا چیز ہے اور اسکی مقیدی کیسی بھلی - اور خوش آیند ہے - ہمارے دل سے کوئی پوچھے کہ اس قید مین کیا لطف ہے - اب ہمسے اوس لطف کو کان دہر کر سُنیئے - پھر آزادی بگھاریے گا -

(مذہب)

دنیامین اوس آفرینندہ دوجہان کی صفات نامتناہی مین سے صفت تخلیق کی تصدیق کرنے والے بیحد و بے نہایت ایسے نمونہ نظر آتے ہین کہ جنکا خود موجود ہونا ہے لسیقدر کاملہ کے فاعل حقیقی ماننے پر مجبور کرتاہے اور وہ نمونہ باسباب ظاہر تین طرحکے پائے جاتے ہین -

ایک نوری جو ملک کے نام سے مشہور ہین اور وہ خواہشات نفسانی سے بالکل مبرا ہین اور مادہ شراون مین خلق نہین ہوا ہے -

دوسرا نمونہ جن وشیطان کے نام سے پکارا جاتاہے جنمین مادہ شر اور پابندی خواہش نفسانی بہت ہے -

تیسرا نمونہ عنصری مخلوق کے نام سے نامزد ہے - اور یہ عنصری مخلوق موالید ثلاثہ کے نام سے بھی پکارے جاتے ہین (یعنے نباتات جمادات حیوانات) پھر انمین سے بھی ہرایک کی بے تعداد نوعین دریافت ہوتی ہین اوسکے عادات وخاصہ دوسرے سے جدا بنائے گئے ہین - اور کچھ ضروریات مقرر کیئے گئے ہین - اور کچھ قدرت دی گئی ہے جسکے سبب سے وہ

+ اس بحث کو معراج بنی مین مفصل لکھ چکے ہین ۱۲

+ بشرط حیات ثبوت عقلی اسکا مستقل طور پر لکھین گے ۱۲ -

نوع اپنی ضروریات اپنی احاطہ اختیار و قدرت مین ادا کرتی ہے؟ اور اس ادا کرنے کے سبب ہمیشہ وہ راحت مین رہتی ہے" پہلے دو نمونون کے بیان کی اس مقام پر ہمکو ضرورت نہین۔ اور نباتات جمادات سے بھی ہمکو سروکار نہین فقط حیوانات کا ذکر مقصود ہے اور حیوانات مین بھی ہمارا روے سخن زیادہ تر حیوان ناطق (یعنے انسان) کی طرف ہے کیونکہ ہماری تحریر کا منشا اس مقام پر اوسیکی ذات سے متعلق ہے۔ موالید ثلاثہ مین سے ایک مخلوق حیوانات کی قسم سے ہی جو صرف بھوک پیاس اور شہوت کی خواہشون اور انھین کے متعلقات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور وہ قدرت و اختیار جو مبدء فیاض سے اسکو عطا ہوا ہے فطرت یعنی جبلّت کے نام سے پکارا جاتا ہے جوکہ اسکے مادہ کے ساتھ ترکیب پائی ہوئی ہے اور دراصل وہ ایک جودت ہے جسکے باعث سے حیوان مین اسقدر آزادی پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اپنی مرضی کے موافق اپنی تبدیل جائے پر مختار ہے اور وہ اپنی خواہشون کے پورا کرنیکی طرف آزادانہ متوجہ ہوتا ہے اور اوسکو حاصل کرکے راحت پاتا ہے۔ فی نفسہ حیوان کی بھی بے نہایت نوعین عالم عناصر مین پائے جاتے ہین جنکی تعداد خود وہی نگاہدارندہ جز و کل جانتا ہے۔ چونکہ خدا تعالی کو قادر مطلق مانا ہے (اور بیشک وشبہ وہ اس صفت کے ساتھ پورا پورا موصوف ہے) م اوسنے ایک مخلوق ایسی پیدا کی جو خواہشات سے مبرا ہے۔ دوسری ایسی پیدا کی جسکا دارومدار آزادانہ خواہش پر ہے اب ضرور ہوا کہ کوئی نوع ایسی بھی ہو جو خواہش سے مبرا تو نہو مگر آزاد بھی نہو

اسلیئے انواع حیوانی مین سے ایک نوع کو جوہر عقل عطا فرماکر مقید بنا دیا جسکی وجہ سے نفسانی خواہشین محدود ہوگئین اور چونکہ خواہش کا پیدا کر کے روکدیا جانا واقعی ایک سخت تحمل اور ضبط کا کام تھا ؟ جو دوسرے انواع کی قوتون سے باہر معلوم ہوتا تھا لہذا اس خدمت کی سزاوار یہی نوع مانے گئے اور ایسی بڑی خدمت کی اعزاز کے سبب باقی تمام انواع حیوان مین ممیز ہوکر ممتاز گردانے گئے اور اشرف المخلوقات کے نام سے مشہور ہوے - یہی نوع نوع انسان کہلائے گئے -

لیکن معطی حقیقی نے خصوصیت کے ساتھ ہر ایک نوع حیوانی کو ایک ایک خاصہ عطا فرمایا ہے جسکے سبب وہ ہر ایک بھی اپنے باقی انواع سے ممیز ہوگئی ہے اور چونکہ وہ نوع ایک خاص کام کے واسطے بنائی گئی ہے لہذا اوسپر کاربند ہوکر اوسیکے دائرہ مین اپنی حیات عارضی صرف کردیتی ہے اس مضمون کی تصدیق مذہب ہنود کی ایک معتبر کتاب "منوسمرتی" سے بھی ہوتی ہے اوسمین لکھا ہے کہ "برہماجی نے سب سے پہلے جس جاندار کو جس کام کے لیے پیدا کردیا آیندہ اوسکی نسل اوسی کام کے ساتھ مخصوص ہوگئی مثلاً شیر کا بچہ ہمیشہ شیر کی خاصیت مین اور بکری کا بچہ ہمیشہ بکری کی خاصیت مین پیدا ہوتا ہے "

مگر قوت مدرکہ نہ ہونے کے سبب وہ نوعین ایک دوسرے کی جبلت و خاصیت دریافت نہین کرسکتین اور اسیوجہ سے وہ ایک دوسرے کے عادات اختیار کرنے سے مجبور رہین البتہ انسان اپنی جبلّی فطرت اور قوت مدرکہ کی بدولت

اکثر بلکہ تمام حیوانی اطوار اور خواص سے واقفیت رکھتا ہے اور حاصل کر سکتا ہے۔ مگر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ منقسم حقیقی کی تقسیم کئے ہوے۔ خاصتہً اپنی اپنی نوع کے واسطے بہتری کے ساتھ مخصوص مانے گئے ہین (کیونکہ خداوند تعالے کا کوئی فعل حکمت سے اور بھلائی کے نتیجہ سے خالی نہین ہے۔ اور وہ ہر امر کے نتیجہ سے واقف ہے اسلیئے کہ وہ سب فعل اور اونکے نتایج اوسیکے قائم کئے ہوئے ہین اور وہ قادر مطلق حکیم دانا اور عالم الغیب ہے مگر وہی اطوار و خواص جو ایک نوع کے واسطے بہتر تھی دوسری نوع کے واسطے غیر ضروری اور مضر بلکہ بعض موقع پر باعث ہلاکت ہوتے ہین اکثر انواع کے خاصتہ جنسے ایک نوع کو راحت پہونچتی ہے دوسرے کے واسطے ضد واقع ہوی ہین جو باعث کلفت و ہلاکت ہین۔

(عقل) فی نفسہ ایک جوہر لطیف ہے جو دریافت ماہیات اور اکتساب حسنات کے لیے بمنزلہ آلہ باطنی کے ہے اور ایک حالت محویت مین انسان کے متعلق کی گئی ہے (وہ خود یہ نہین جانتی کہ مین اس مادہ مین کس غرض سے بھیجی گئی ہون) اوسکا خارج مین کوئی وجود نظر نہین آتا ہے۔ مگر باطن مین اوسکو انسان کے دل و دماغ سے ایسا تعلق ہے جیسے وزیر کو بادشاہ کے ساتھ۔ عقل و فطرت مین اسقدر ضرور فرق ہے کہ عقل کو انسان کی پیدایشی حالت سے کچھ سروکار نہین یہ ایک قوت مدرکہ خارج سے انسان کے متعلق ہوتی ہے اسکی ترقی انسان کے خارجی اسباب علوم مشاہدہ تجربہ وغیرہ پر موقوف ہے اور فطرت انسان کی پیدایشی مادہ کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور اوسکو انسانی مادہ تخلیق سے واسطہ ہوتا ہے۔

(انسان) مختص شے ہے نفس ناطقہ کے ساتھ اور نفس ناطقہ کہتے ہین اوس کمال اول کو

جو جسم طبعی کے واسطے ہوتا ہے اور وہ کمال صاحب آلہ ہوتا ہے واسطے ادراک امور کلیہ اور جزئیہ مجردہ کے پس اوس نفس ناطقہ کے واسطے (بنظر اون آثار کے جو اوسمین پائے جاتے ہین) دو قوتین ہین -

پہلی قوت عاقلہ ہے جس سے نفس ناطقہ امور تصوریہ و تصدیقیہ کو جانتا ہے اور اس قوت کو عقل نظری کہتے ہین اور دوسری قوت عاملہ ہے جو انسان کے بدن کو افعال جزئیہ کی طرف حرکت دیتی ہے بسبب فکر کے جیسے انسان نے فکر کی اور اوسکی فکر سے یہ اعتقاد پیدا ہوا کہ بمبئی سے کلکتہ میرے لئیے بہت اچھا ہے یہ اعتقاد کرکے اپنے جسم کو کلکتہ کی طرف حرکت دی اس قوت عاملہ کو عقل عملی کہتے ہین - اور نفس ناطقہ کے لئے (بلحاظ قوت عاقلہ کے) چار درجہ ہین -

پہلا یہ کہ وہ نفس تمامی معقولات علم حصولی سے خالی ہوتا ہے ہان اتنا ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو جانتا ہے لیکن یہ علم حضوری ہے اسی واسطے اوپر علم حصولی کے قید لگادی گئی - ہان استعداد اوسکو اون معقولات غیر حاصلہ کے حصول کی بالقوۃ ہے ؟ - اس درجہ کو عقل ہیولانی کہتے ہین -

دوسرا درجہ یہ کہ جب وہ نفس جزئیات پر حس ڈالتا ہے تب اوسکو معقولات بدیہیہ حاصل ہوتے ہین اور استعداد اس بات کی حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ ان امور بدیہیہ سے نقل کرے طرف امور نظریہ کے اسکو عقل بالملکۃ کہتی ہین -

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ امور نظریہ کو حاصل کرے ولیکن اون امور نظریہ کا مطالعہ و معائنہ نکرے بلکہ وہ امور اوسکے خزانہ ذہن مین جو کہ ایک قوت ہو قوی باطنہ سے مجتمع رہین اسکو عقل بالاصل کہتے ہین -

چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ نفس ناطقہ اپنے معقولات مکتسبہ کا مطالعہ کیا کرے اسکو عقل مطلق کہتے ہین - اور عقل بالملکہ جو دوسرے درجہ کا نام ہے اگر نہایت اور اقصی مدارج مین پہونچ گئے تو اوسکو قوت قدسیہ کہتے ہین چونکہ خلقت انسان بھی دو حیوانی سے ہے اسلیئے اسکی فطرت حیوانی سے علیحدہ نہین ہوسکتی پس اسکا سیلان طبع افعال و خواص حیوانی کی طرف ہوتا ہے دیہ ضرور ہے کہ جس طرح دوسرے انواع کو ایک ایک خاصہ عطا ہوا ہے اسی طرح یہ بھی خاص امور کی پابندی کیواسطے مخصص ہے چونکہ کبھی مادہ فطرت نفس ناطقہ پر غالب اگر انسان کو افعال حیوانی کے اکتساب پر متوجہ کرنے والا ہوتا ہے اور ناواقف انسان فطرت کے غلبہ سے بہت جلد آزادانہ افعال حیوانی کا مرتکب بنجاتا ہے مگر افعال حیوانی بہت سے ایسے ہین جو انسان کے واسطے باعث ہلاکت ہین اور انسان اونسے بیخبر ہے - اسلیئے نیکی پسند منصف کامل اور منتظم حقیقی نے بخیر اندیشی کے ساتھ اون افعال سے باز رکھنے کے واسطے انسان کو عقل عطا کی اور چونکہ عقل مخلوق یعنے ممکنات سے ہو لہذا اوسکی خطا کرنے پر کوئی شے مانع نہین ہوسکتی اسلیئے عقل کو خطا سے محفوظ رہنے کیواسطے ہادی (یعنے رسول) اور مصلح پیدا کیئے جسکو ناموس اکبر اور حکیم باطن کہتے ہین) اور یہان تک بحر رحمت موجزن ہوا کہ وہ ہادی اور مصلح انسان کے ہمجنس پیدا کیئے گئے تاکہ اونکی ہدایت اور اصلاح زیادہ تر موثر ہو - چنانچہ بیشمار پیغمبر اور ہادی اور مصلح وقتاً فوقتاً بنی آدم مین پیدا کیئے گئے اور بہت سے برگزیدہ اشخاص رہنمائی کرنیوالے (اور نفس انسان کو اون کامون سے بچانے والے جنکے نتیجے انسان کے حق مین مضر متصور تھے) ظاہر ہوئے جنہون نے ہزارہا دن لاکھون کرورون بلکہ بیشمار راہ سے

بھٹکتے ہوے بنی آدموں کو منزل مقصود تک پہونچایا اور مطلق العنانی سے انسان کو جو کہ تمامہ صفات حیوانی سے متصف تھے باز رکھا۔ علوم سکھاے انسانی عقلونکو بیدار کیا ہر امر کے نتیجہ سے آگاہی دی۔ تہذیب نفس کے ساتھ اونکو اون فرائض کی طرف متوجہ کیا جنکے واسطے اونکی آفرنیش ہوی تہی اور انسانون کو انسانی حقیقت سمجہائی اون ہادیون پیغمبرون اور مصلحون کے پند و نصایح (جو کہ دراصل خاص خدا کی طرف سے ہوتے ہین) وہی امور ہین جو بندہ اور معبود کے درمیان رہے اور دل کے واسطے سے قائم ہین ؎ اور انہین امور اور ہدایات کی پابندی کا نام عام لوگون مین مذہب ہے"

"مذہب کے معنے ہین چلنے کی جگہ۔ مگر اصطلاح مین کسی رہنما کی پیروی کو کہتے ہین۔ اور مذہب کے احکام کو شریعت کہتے ہین! اور انہین احکام کے مکتوبی مجموعہ کا نام کتاب مذہب ہے۔ دراصل مذہب کا خاص مدعا اور منشا تہذیب نفس انسان ہے جو کہ اوسکو عام خواص حیوانی سے بچا کر رتبہ انسانی پر فایض کرے۔ اسیوجہ سے شریعت کے احکام منسوخ ہوتے رہتے ہین"

یہ منسوخی احکام ایسے نہین ہوتے ہے کہ جسمین اصولی مذہب منسوخ ہون نہین بلکہ اصول مذہب وہی قدیمی قائم رہتے ہین مگر وہ امور جو دراصل مخلوق کی بہتری اور تہذیب کے واسطے مناسب وقت جا نکر اصول کے ساتھ ملائے جاتے ہین جنکی پابندی کا حکم بہی قریب اصول کی پابندی کے ہوتا ہے۔ از سر نو

تبدیل ہوتے ہین ۔چنانچہ حضرت آدمؑ سے اسوقت تک بہت سی شریعتین تبدیل
ہوئین مگر اصول ملت وہی قائم ہین جو کہ حضرت ابوالبشر کے وقت مین قائم ہوی
تھی جیسا کہ کتب قدیمہ سے پتہ چلتا ہے (توریت زبور انجیل فرقان) پس مذہب
وہی ہے کہ جو فطرت انسانی کی متابعت نکرے کیونکہ فطرت انسان کے مادہ کے
ساتھ پیدا ہوی ہے اور انسانی مادہ دراصل مادہ حیوانی ہے پس فطرت انسانی
بھی فطرت حیوانی سے علیحدہ نہین ہوسکتی ۔کس لیئے کہ انسان بھی فی نفسہ حیوان ہے
اسکا مادہ بھی اونہین حیوانات کے ساتھ اور اونہین کے طریقہ پر ترکیب پایا ہے
جنکو حیوان مطلق کہتے ہین ؟ ۔ پر انسان کی فطرت کس طرح فطرت حیوانی سے جدا
ہوسکتی ہے اور فطرت حیوانی اس امر کی مقتضی ہے کہ بالکل آزادانہ اپنی خواہشین
پوری کی جائین ۔ مثلاً کوئی حیوان جب غلبہ شہوت سے بیتاب ہوتا ہے او سکے
نوع کی جو مادہ اوسکے سامنے آتی ہے اوس سے جفتی کرتا ہے اور اپنی ہوس کو
پورا کرنا چاہتا ہے چاہے مادہ حیوان ہو جسکے بطن سے یہ خود پیدا ہوا ہے ۔
اوسی کے نطفہ سے کوئی پیدا شدہ ہو ۔اور وہ اس فعل سے نہ نادم ہوتا ہے
نہ گنہگار کیا یہ فطرت کا مقتضی نہ تھا جو حیوان سے ظہور مین آیا ۔
اور اسی طرحسے بیشمار مثالین ہر انسان اپنے جی مین خود سوچ سکتا ہے توکیا یہ فعل
ا رایسی فطرت انسان کے واسطے کوئی بھلائی کی بات ہے پس مذہب ہمیشہ اقتضائی
فطرت کے خلاف ہوتا ہے ۔ بلکہ فطرتی افعال کی اصلاح اور درستی کے واسطے
مذہب کی ضرورت پیش آتی ہے اگر صرف فطرت ہی انسان کی تہذیب نفس کے
واسطے کافی ہوتی تو عقل کیون دیجاتی ۔

"انسان کو عزت فطرت کی بدولت نہیں ہے بلکہ اسی جوہر عقل کے سبب اسنے تمام مخلوقات پر شرف پایا ہے اور عقل کے معنے لغت مین (باندھنا) بھی تحریر ہے بیشک انسانکی فطرتی آزادی عقل سے باندھی گئی ہے اور محدود کردی گئی ہے۔ عقل کا کام ہے کہ جو خیالات انسان کے دلمین پیدا ہوتے ہین وہ اون خیالات پر غور کرتی ہے جو انسان کے مفید ہوتے ہین اونکی پیروی کی اجازت دیتی ہے اور جنکا نتیجہ بُرا ظاہر ہونے والا ہوتا ہے اونسے باز رکھتی ہے۔ پس اگر انسان (حیوان ناطق) تسلیم کیا جاتا ہے تو ضرور اوسکی آزادی مین بھی کلام ہے"

جب انسانی روح کو جسم کے ساتھ ایک خاص مدت تک متعلق ہونا پڑا اور عالم علوی سے عالم سفلی مین قیام نصیب ہوا۔ تو اوسکی اوس راحت و آزادگی مین اوسیوقت سے فرق آگیا جو کہ پہلے اوسے حاصل تہی اس راحت کے چھن جانے کے سبب اوسمین یکبارگی وحشت پیدا ہو گئی اور وہ گھبراکر اس امر کی خواہش مند ہوی۔ کہ کسی طرح سے پھر اوس آزادگی اور راحت کو حاصل کرے۔ چونکہ جسمانی تعلق ہونے کے بعد اوسکو عقل بھی مل چکی لہذا عقل کی مدد سے وہ اپنے مدعا کے حصول کے لیے کچھ غور و فکر مین مصروف ہوے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جسمانی تعلق کو سلامت روی کے ساتھ گذرانے کیواسطے اوسکو چند طریقون اور پابندیون پر مجبور ہونا پڑا اور وہ پابندیان اور طریقے خود عقل نے اوسکی تجویز کرلی۔

اور باوجود اس بات کے کہ عقل پوری روشن ہونے کی وجہ سے اوسکی مجوزہ قوتین اور آئین اوسکی روح کو حقیقتاً راحت ابدی پہونچانے کا کافی سبب نہ ہوئین کیونکہ ناقص عقل کی تلاش اور تجویز بہی نقص سے خالی نہین ہوسکتی۔

تاہم بغیر طریقہ معینہ کے انسانی روح کو دنیا مین رہنا دشوار ہوا ہے واقعی انسان چاہے
ظاہرا کیسا ہے آزاد بنجاوے مگر پھر بھی چند ایسے ضروری امور کے ساتھ پابند رہیگا
جنپر آزادی کی پوری تعریف صادق نہین آسکتی کیونکہ درحقیقت وہ آزادی بھی چند
ضروریات کی پابندی پر موقوف ہے " انسان اگر غور کرکے دیکھے تو درحقیقت اپنے
کو صدہا امور کی پابندی مین پاویگا اور آزادی کیسی بلکہ صدہا زنجیرون مین جکڑا اور مقید نظر
آویگا اگر کوئی شخص مذہب کی مقیدی سے آزادی حاصل کرکے اور آزادیون کا خواہان
ہو تو ممکن نہین جو شخص قید کی وجہ سے مذہب سے آزادی چاہے تب بھی وہ بالکل
آزاد نہین رہ سکتا ؟ ۔ یہ مسئلہ آزادی کا ایسا مہمل و بے معنی ہے کہ جو کچھ اس بارے
مین کہا گیا اور لکھا گیا ہے وہ سب کم ہے اگر انسان شبانہ روز ہر ہر حالت کو اپنی
نظر کرے تو فیصدی شاید ایک بات ایسی نکلی کہ جسمین یہ آزاد شخص ہو بلکہ یہ بھی ممکن نہین
آزادی ضرور ممتنع اور محال ہے اگر غور سے دیکھو تو اپنے گھر ہی مین انسان آزادانہ نہین
بسر کرسکتا ۔ گھر مین اوسیوقت خوشی اور خرمی نظر آسکتی ہے ۔ جبکہ ہر متنفس ضابطہ اور
ستقل ہو اگر ہر ایک شخص یہی چاہے کہ میرا ہی کہنا ہو ۔ میرا ہی سب خیال کرین تو ممکن
نہین کہ ایسے گھر مین امن و چین ہو ۔ ایک دفعہ غصہ کرنے سے سب کام درہم و برہم
ہوجاتے ہین اور سب گھر والے افسردہ اور پریشان دکھائی دیتے ہین جبکہ گھر کے
مالک کو اپنے خاندانی اور گھر والون اور نوکرون کے راضی رکھنے کی کوشش لازم
ہے تو ہر محکوم کا کیونکر یہ فرض نہو گا کہ اپنے مالک کو اپنے سے راضی رکھین
اسی طرحسے پادشاہ و رعایا کے درمیان مین تعلقات ہین کسی سلطنت مین امن و
انتظام باقی نہین رہ سکتا تاوقتیکہ پابندی قواعد نہ اختیار کرے آزادی ہے ایک

ایسی شے ہے جو انتظام و امن کے برطرف کرنے کا باعث قوی ہے - اسیوجہ سے واضعان قانون کو ہمیشہ سے ایک قانون اور طریقہ کے جاری کرنے کی ضرورت ہوئی ہے اور قوم کو اوس ضابطہ کا جبر و ظلم سے اور کبھی رفق و نرمی سے پابند بنایا گیا ہے - اسی بنا پر انسانی روح اپنی زندگی سلامت روی سے گزارنے کے واسطے کچھہ طریقہ اور ڈہنگ مقرر کر لینے پر مجبور ہے جنکی وجہ سے اوسکو کسیقدر اطمینان اور راحت ابدی ہوتی ہے اور اوس روح کی وحشت جو اوسکو جسم کے تعلق سے پیدا ہوئی ہے - کسیقدر کم ہوتی ہے - اسیواسطے ہمارے خالق و صانع نے ہمکو قوانین مذہبی کا پابند بنایا اور ہمارے خیر اندیش شفیق و مربی رسول مقبول صلعم نے ہمکو ضوابط شایستہ کہ جو ہمہ تن عقلی ہین تعلیم کیئے جسکا نام مذہب قرار پایا ہے "

انسان ہمیشہ محتاج قوانین و ضوابط کا ہے - اور ہر مذہب و ملت کے قوانین اکثر مختلف ہوتے ہین - پس یہ دیکھنا چاہیئے کہ مذہب اسلام کے اصول و فروع کیسے ہین اور آیا روحانی ترقی کے واسطے کافی ہین یا نہین -

ہم اپنے مذہبی فروع کو بھی ایسا ہی مستحسن سمجھتے ہین جیسے ہمارے اصول مذہبی جو ہر عقل سے مطابق ہین اور سب فرعیات اسلام کے عقلی حسن رکھتے ہین - ؎

امتحان کرلے جسکا جی چاہے
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

ہم یہ نہین کہتے کہ اصلی منشا شارع کا اور اصلی علت جملہ امور کی ہمکو دریافت ہوگئی ہی نہین بلکہ بانی اسکا اور مقنن ان قوانین کا ایسا حکیم و علیم ہے جسکا ہر فعل افعال محکمہ متقنہ سے ہوتا ہے ہر شے کی غایت و غرض و نفع تام لحاظ کرکے ہمکو حکم کیا ہے -

لیکن ہم لقدر اپنی عقل ناقصہ کے ہر ہر جزئیہ کو جب نظر کرتے ہین تو کچھ نہ کچھ اسمین حسن ضرور پاتے ہین اگرچہ وہ اسرار کی شکل مین نمایان ہین لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ حُسن اومین ضرور ہے؟ حُسن وقبح کی چند قسمین ہین جسکو ذیل مین ہم بیان کرتے ہین - ہم یہ نہین کہتے کہ وہ سب حسن ہر شے مین ہین بلکہ اون اقسام مین سے کوئی نہ کوئی حسن ضرور ہوگا -

(حُسن وقبح عقلی کے اقسام)

(۱) حُسن وقبح عقلی کبھی بمعنی صفت کمال ہوتا ہے اور مقابل اوسکے صفت نقص ہے (جیسے علم حُسن ہے) یعنے کمال ہی اوس شخص کیواسطے جو متصف اسکے ساتھ ہے اور سبب اوسکے ارتفاع شان کا ہے - اور جہل قبیح ہی یعنے صفت نقص ہی اوسکے واسطے جو اس صفت سے متصف ہے -

(۲) بمعنی مناسبت وملایمت غرض اور منافرت ومخالفت اوسکے ؟ اور ان معنو نکو مصلحت ومفسدہ کے ساتھ بھی تعبیر کرتے ہین - اور مصلحت ومفسدہ مختلف ہوتا ہی باختلاف اعتبارات - اکثر افعال ایک کے حق مین مصلحت ہوتے ہین اور دوسرے کے حق مین مفسدہ " جیسے قتل زید مثلاً مصلحت ہے بہ نسبت اوسکے اعداء کے اور مفسدہ ہے بہ نسبت اوسکے اولیاء کے " پس مصلحت غالب حُسن ہے -

(۳) بمعنی ملایمت طبع اور منافرت طبع مانند اکل طعام لذیذ وشرب دوا ر تلخ کے ؟ اگر مراد اس سے یہ نہین ہے کہ جو مناسب طبع ہے وہ داخل مصلحت ہے کلیتہً اور جو منافر ہے وہ داخل مفسدہ ہے ہمیشہ دو مثلاً دواے تلخ کا پینا اگرچہ مناخر طبع ہے لیکن حال مریض کے واسطے اصلح ہونیکی وجہ سے حُسن ہے "

(۴) فعل کا سبب مدح و ذم ہونا بسبب عرف؟ اور یہ بھی مختلف ہے باختلاف عرف (اور انہیں معنون سے قبیح کو منافی مروت اور خلاف مروت اور خلاف وضع بھی کہتے ہین۔ جیسے مثلاً عیسائیون کا ہندوستانی لباس پہنا اونکے نزدیک بد وضع ہونیکی وجہ سے برا ہے اور مسلمانون کو لباس عیسائیون کا پہنتا بد وضعی ہے۔ اور اسی خیال سے کسی دربار مین فقیرون کی صورت بنا کر جانا یا صحبت عیش مین لباس ماتمی پہنا اور محفل غم مین لباس شادی سے شرکت کرنا قبیح ہے۔)

(۵) قبیح وہ فعل ہے جسمین ایسی صفت ہو کہ اگر حکیم اوسپر مطلع ہو تو متنفر ہو اور حسن اسکے خلاف ہے" اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ حسن وہ فعل ہے جسکا فاعل مستحق مدح ہو نزدیک حکیم کے اور قبیح وہ ہے کہ جسکا فاعل مستحق ذم ہو عام اس سے کہ ہماری عقل اوسمین اچھائی یا برائی تجویز نکرے اور حکیم اوسکے اچھائی یا برائی بیان کرے اگرچہ راے اوسکی خطا پر ہو" مثلاً کوئی ڈاکٹر یا طبیب کسی مرض کے مناسب کوئی دوا تجویز کرے اور استعمال سے اوسکے مریض کو ضرر بھی ہو لیکن عمل کرنا اوسے طبیب پر عقلاً مستحسن ہے حالانکہ مریض ناواقف ہو مرض سے بھی اور علاج سے بھی۔ فقط تجویز پر طبیب کے عمل کرنا عقلاً مستحسن ہے اور انہین معنون مین اکثر حسن و قبیح اشیاء شریعت کا ہے۔ جسکی وجہ سے ہم احکام کو تعبدی کہتے ہین۔

دیکھو ایک ڈاکٹر کسی افسر محکمہ کی نسبت یہ کہدے کہ دماغ اسکا کمزور ہے۔ یا یہ کام اچھی طرح سے نہ دیسکے گا۔ نکال دیا جاتا ہے۔ ایک انجنیر کسی کوٹھی کسی ہوٹل کسی پُل کی نسبت کہدے کہ یہ غیر مستحکم ہے بدون طلب دلیل کے اوس عمارت کو کمزور

مان لینا فرض سمجھا جاتا ہے۔
پس کیا وجہ ہے جبکہ ہم خالق کائنات کو حکیم وعلیم تسلیم کر چکے۔ اور یہ امر بھی بدیہی ہے کہ جو چیز کوئی بناویگا اوسکے تاثیرات وافعال سے بھی ضرور واقف ہوگا۔ پس جو کچھ ہمکو اصول وفروع تعلیم ہوے ہین ضروری اور لازمی امر ہے کہ اوس حکیم مطلق نے کوئی نہ کوئی نفع ضرور موقوع فرمایا ہوگا اگرچہ ہم اوس سے ناواقف ہون ہمکو حسن اوسکا ویسا ہی ہے جیسے طبیب کوئی دوا تجویز کرے اور ہم مرض سے اور ماہیت دوا اور تاثیر وافعال سے اوسکے ناواقف ہون اور باوجود اسکے استعمال دوا پر عقلا مجبور رہون پس جن امور کو ہم اسرار غیر منکشفہ جانتے ہین اسوجہ سے اوسکے حُسن کو نہین دریافت کر سکتے اور اس بنا پر حُسن اوسکا برطرف نہین ہو سکتا کیونکہ حکیم وعلیم کا مقرر کردہ ہے۔ جسکی دانشمندی اور حکمت ہمکو ہزارون اور لاکھون تجربون سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور نہ جاننا کسی شے کے حسن کا یہ بھی ہماری جہالت کا ثبوت ہے یہ اوس شے کے قبیح ہونے کا یعنی جسمین عقل ہماری رسا نکرے خواہ نخواہ ہم اوس شے کو قبیح سمجھہ لین یہ بھی خلاف تجربہ ہے صدہا اور ہزارون اشیاء مخفی الکنہ تھی فی الجملہ اونکی ماہیت معلوم ہونے سے کیسے کیسے حُسن اونمین پیدا ہو گئے جب تک وہ شے مخفی الکنہ تھی ہزارون عیب نظر آتے تھے۔
ہمکو اس امر پر نظر کرنی چاہیے کہ علم وحکمت کن چیزون سے بے بہرہ ہے ہم درختون کی روئیدگی اور پھولون کی شگفتگی ایک مستقل اور غیر متبدل حالت کے ساتھہ دیکھتے ہین جنکی نسبت حکماء کا قول ہے کہ یہ اسرار ممتنع الدخل ہین اون لوگون نے ابتک ہمکو یہ بھی نہین بتلایا کہ حقیقتاً زندگی کیا چیز ہے اور فی الواقع روح کسی ہستی ہے

یا نہین اور اگر ہے تو جسم کی موت کے بعد اسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ طبیب انسانی جسم کے ہر رگ و پٹھے ہڈی اور عضو کے نام سے مع فعل و مقام بتلا سکتا ہے لیکن تاہم وہ اوس قوت سے بالکل لاعلم ہے جو جسم کو جاندار کرتی ہے سانس لینے والے آدمی مین نفرت و محبت اور کل خواہشات نفسانی اور انسانی اور میلان خاطر کا مادہ پیدا کرتے ہے۔ چھرے یا گولی دل و دماغ مین پیوست ہو کر جاندار شکل کو ایک غیر متحرک اور بیجان تودہ کے قطع مبدل کردیتی ہے جو فوراً متعفن و فاسد ڈھیر ہو کر ایک جدید زندگی کیڑے مکوڑے کی شکل مین پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا کوئی حکیم انسان کو سابق کی طرحسے زندہ کر کے اوسمین محبت و نفرت کی قوت پیدا کر سکتا ہے "نہین" اوس سے کوئی ایسی شے خارج ہوگئی ہے جو پھر داخل نہین ہو سکتی۔ وہ کیا شے ہے اور کیا ہوگئی۔ حکمت اسجگہ بالکل گنگ ہے۔ کیا حکمت بتلا سکتی ہے کہ برقی قوت کیا چیز ہے باوجودیکہ اسی فن مین کیسی ترقی کی گئی ہے اور اس سے صدہا چیزین ایجاد کی گئی ہین پس جبکہ انسان اکثر اشیا کی کنہ کی دریافت سے قاصر ہے تو کیونکر ہر شے کا حسن و قبح دریافت کر سکتا ہے بجز اسکے کہ ایک مسلم الثبوت دانشمند حکیم خیرخواہ قوم نے جو امور جو قواعد منضبط کرائے ہین اوسی لکیر کے فقیر بنین اور اوسکی تقلید مین عمر بسر کرین۔ بجز اسکے عقلاً ہمکو کوئی چارہ کار نہین ہے پس ہمارے اصول و فروع کے مجہول الکنہ ہونے کی وجہ سے حسن بر طرف نہین ہو سکتا۔

حسن و قبح اشیار کے جہل کے اکثر اسباب ہین۔

(۱) عدم اطلاع ماہیت و کنہ کی جیسا کہ اکثر اشیار نامعلوم ہین۔

(۲) مفاسد و مصالح کا نہ جاننا نہین معلوم شارع نے اپنے کمال و دانشمندی سے
کس چیز مین کونسی مصلحت اوسوقت دیکھی جسکی وجہ سے تمام قوم کو اسکا پابند بنایا اور
کس شے مین کیا مفسدہ اور مضرت دیکھی جسکے خیال سے ممانعت کی۔

(۳) مناسب طبع عام و منافر طبع عام سے ہمکو اطلاع نہین ہو سکتی پچھلے تاریخ
کے ناتمام ہونیکی وجہ سے" مثلاً کوئی شخص کسی تلخ چیز کے کھانیکو کبھی خوشی سے گوارا
نکریگا لیکن افیونی بکمال فرحت و شادمانی اوسکا استعمال کرتے ہین۔ پچھلے طبائع عرب
بادیہ نشین کے بہت سخت و جاہلانہ تھے آب وہوا بھی وہان کی اور تھی ہم جب تک
ن امور کے آثار سے مطلع نہ ہون کیونکر کسی عمل کے حسن و قبح کو دریافت کر سکتے
ہین۔ ہمارے واسطے وہی حسن ہے جو ہمارے عربی نیک نیت دانشمند رسول کے
ذریعہ سے ہمکو حکیم و علیم خالق نے بتائی اس حسن سے زیادہ دنیا مین عقلاً کونسا حسن
ہوسکتا ہے جس امر کے فعل کا اصرار اور جسکے ترک کی تاکید ایسا حکیم و علیم ایسے دانشمند
رسول کے ذریعہ سے کردی۔

مثلاً کسی مریض کے واسطے کوئی عطائی ایسے نازک وقت مین کوئی دوا تجویز کرے جسوقت
کہ یہ مریض ایک کورِدہ یا ایک صحرا مین جان بلب ہو تو کیا اوسوقت غنیمت سمجھا جاتا ہے
نہ کہ پھر مریض کی خوش قسمتی سے ایک طبیب حاذق بواسطہ دوسرے طبیب کامل کے
ایک دوا اوس مرض کی بتلائے جسمین یہ بھی خیال ہے کہ اس دوسرے طبیب کی
شرکت سے اب مظنہ ضرر کا ذرا نہین باقی نہ رہا ہر طرح سے مناسب حال ہے اسی طرح سے
جو احکام ہم تک اوس خالق علیم کے پہونچے بواسطہ اس دانشمند رسول کے ایسی نازک
حالت مین جہان کہ مرض جہل کی وبا پھیلی ہوئی تھی اور مریض جہل جان بلب تھا۔

اور جسکے استعمال سے تیرہ سو برس کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ کروڑون اور سنکھوںٖ مریضان جہل کو صحت ہوی۔ پس کیونکر سے وہ مستحسن نہ ہوگا۔

اگرچہ ہم اوس طریق علاج سے بالکل نابلد ہین؟ لاکھ ہم حکیم وعالم بنین پھربھی جاہل ہین بمقابل اونکے جسکے سامنے ہرشے بدیہیات اولیہ سے ہے مگر انصاف مقتضی اس امر کا ہے کہ تمام مذاہب کو ایک پلہ مین رکھو اور اس زندگی بخش اسلام کو ایک پلہ مین پھر دیکھو پلہ کسکا بھاری ہے۔ جو نسبت چھوٹے سے چھوٹے کرہ کو کرہ شمس سے ہے اگر وہی نسبت ان تمام مذاہب کو اس فلسفی مذہب سے نہ نکلے تو کچھ بات ہی نہین۔

اب ہم بعد خدا حسن وقبح اشیاء کو موافق گنجائش ومہلت ثابت کرتے ہین: اگر خدا نے مدد کی اور قوم کی قدردانی اور زمانہ کی ساعدت ہوی تو ہم فرعیات کو از روے عقل کے ثابت کرکے دکھائے دیتے ہین وما توفیقی الا باللہ

(وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون)

عبادت ظاہری کا حُسن

خدا نے عبادت کو علت غائی جن وانس کا قرار دیا ہے کیونکہ عبادت موجب معرفت معبود ہے تاوقتیکہ معرفت معبود نہ ہو تو وجود ہے عبد کا بیکار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا نے ہمکو فقط اپنی شناخت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ لہذا عبادت وطاعت ضروری ہے۔

عیسائیون کا عام طور پر مسلمانون پر یہ اعتراض ہے کہ "انسان کو تذکیہ نفس ورریاضت روحانی درکار ہے اور وہی عقلاً سزاوار ہے نہ یہ اعمال ظاہری مثل طہارت بدن وروزہ ونماز کے" یہ محض ریاکاری اور دکھلاوے کی بات ہے پس مناسب ہے

کہ پہلے ہم ثبوت اس امر کا اجمالاً دین کہ اعمال ظاہری مذہب عیسائی مین بھی ضروری سمجھے گئے ہین۔

اگر عیسائی اپنے تئین پیرو توریت کا بنانا چاہتے ہین تو۔طہارت' روزہ' ختنہ' اور دیگر اعمال کے پابند بنین اور توریت پر عمل کرین۔

کیونکہ خود حضرت مسیح فرماتے ہین "ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہے تو شریعت پر عمل کر" (متی باب ۱۹) اور جو کوئی شریعت کا سب سے چھوٹا حکم ٹالدے وہ آسمانی بادشاہت مین سب سے چھوٹا کہلاویگا۔ اور یعقوب کا یہ قول کہ انسان اعمال سے راستباز گنا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہین اور ایمان بغیر اعمال کے مردہ ہے اسی طرح سے تمام انبیاء کا اسپر عمل رہا ہے۔ ہزارون سال امم سابقہ کا اسپر عمل رہا اور یسوع صاحب نے بھی اسکی تعمیل کی تاکید مزید کی اور تعمیل توریت کا حکم دے رہے ہین اور فرما رہے ہین کہ جو شخص توریت کے چھوٹے حکم کو ٹالدیگا وہ سب سے حقیر و صغیر کہلاویگا۔

پس جو لوگ عبادت ظاہری اور اعمال ظاہری کو کچھ نہین سمجھتے وہ یقینی مخالف توریت و مخالف انجیل سمجھے جاوینگے ورنہ یا تو یہ کہو کہ یہ آیات انجیل کے غلط ہین۔ یا پولوس کے ہدایات جو شریعت پر عمل کرنیکو منع کرتے ہین وہ غلط ہین۔ ہم تو ہرگز اس امر کو باور نہ کرینگے کہ مسیح کا کہا جھوٹ ہو اور پولوس مقدس کا تقدس اسمی بڑھجاوے۔

پس جب یہ امر وضوح کو پہونچا کہ عیسائی اپنی عیسائیت کے بقا مین مجبور ہین شریعت کی پابندی پر تو اب اعتراض اونکا ہمپر بیجا ہے۔ عیسائیون پر منحصر نہین ہر مذہب والا اوس مذہب کا جبھی تک کہلاویگا جب تک اپنی شریعت پر عمل کرے اور کوئی مذہب اعمال ظاہری سے خالی نہین ہے وید کے ماننے والے بھی مجبور ہین اور اعمال ظاہری کو

موجب تقرب باری خیال کرتے ہین۔ دیکھو وید کی ہدایت یہ ہے۔
"پرماتما تک پہونچنے کے لیے بڑے سامانون کی ضرورت ہے بادشاہ کے دربار مین وہی پہونچ سکتا ہے جسکی پوشاک درباری ہو اور جو کہ شاہی دربار کے ادب و قواعد سے واقف ہو اسی طرح پرماتما کے حضور مین پریم بل کے حاصل کرنیکے لیے بھی وہی عابد و عارف لوگ پہونچ سکتے ہین جنھون نے زبردست سادھنون سے اپنی آتما کو اوسکے درشن کے قابل بنالیا ہو اور ساتھی اوسکے پریم دہام مین بجرنے کے قواعد کو جانتے ہون لیکن جس طرح پر کہ شاہی دربار مین واقف کار کے ساتھ جاکر انسان اپنی مطلب برآری کرلیتا ہے اور پھر اوسکی تقلید کرکے آیندہ کے لیے خود درباری بنجاتا ہے اسی طرح اوس شاہنشاہون کے بھی مالک پرمیشور کی حضور مین بھی جو اوسکے مقبول بندے ہین اونکی پیروی کرتا ہوا انسان رفتہ رفتہ پرمیشور کے دربار تک پہونچ جاتا ہے"

اب ہم حسن عقلی اس عبادت ظاہری کی بیان کرتے ہین۔
انسان کیواسطے روحانی تربیت کا کوئی مکمل طریقہ ہے تو یہی ایک جو نوع انسان کے ہر طبقہ پر منطبق ہو سکتا ہے؟ اسکی بنیاد اوسی ازلی حقیقت پر ہے جو ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک بذریعہ منتخب انبیاء کے انسان کو حوالے کیا ہے یعنے حضرت آدمؑ سے تا حضرت خاتمؐ یہے ایک طریقہ ہے جو روح کی اس خواہش کو پورا کرسکتا ہے کہ اوسکو اعلاترین ہستی نصیب ہو انسانی علم مین یہی ایک طریقہ ہے جو ہو بہو دلیل و حکمت کے مطابق ہے یہ دلیل اوہام سے مبرا ہے اور اسکا استغاثہ براہ راست انسانی عقل و فہم کی جانب رجوع کرتا ہے یہ ہر شخص کو

بالانفراد اپنے افعال وخیالات کا جواب دہ ٹھہرتا ہے اور قائم مقام کفارہ کی تعلیم سے ارتکاب معاصی کی جرات نہین دلاتا یہ دینی مطالب مین ممتاز و مرتفع ہے اور انسانیت کے اعلاترین وذی عظمت اجزا سے مشتمل ہے اگر عقل وفراست اور راستبازی سے اسپر عملدرآمد کیا جاے - اگر کوئی شخص ہمارے حضرت کی تعلیمات کا تجربہ کرے اور اس سے معلوم ہوجاویگا کہ ہرحالت مین یہ موسیٰ وابراہیم وعیسیٰ ودیگر پیغمبران کی تعلیمات وہدایات کے بالکل مطابق ہین جو طریقہ اعمال وعبادات کا انحضرت نے قائم کیا وہ (نفس الامر مین) بالکل اسلیے تہا کہ نوع انسان بت پرستی سے باز رہے اور اوسکا مقصد یہ تہا کہ جبپر راستبازی وادراک کے ساتھ عمل کرنے سے انسانکو تقرب باری تعالیٰ سے حاصل ہو اور باطنی پاکیزگی وشستگی کے ساتھ تصفیہ ظاہری بہی مع دیگر خوبیون کے میسر ہو اسلامی عبادت اگرچہ ظاہری ہے لیکن تمنا ہے اوس روحانی رغبت کی جو ہر شخص کے پاس اور ہر شخص کے دل مین ہے کیونکہ ہر عبادت اور ہر عمل نیک سے ہر مسلمان کا قصد یہی ہوتا ہے کہ ہم بذریعہ اسکے تقرب روحانی خدا سے چاہتے ہین چنانچہ جملہ عبادات وطاعات مین نیت کو لازمی اور پہلی شرط قرار دیا ہے اور بدون نیت کے ہر فعل کو بیکار وعبث سمجھا گیا ہے ؟ بلکہ اس نیت کو رکن قرار دیا ہے - (عبادات مین نیت کرنیکا حسن عقلی) نیت بہی قلبی اور روحانی شے ہے نہ ظاہری پس نیت کی شرط ہونے سے نیک نیتی اسکی شرط کنندہ کی ہر منصف مزاج پر ظاہر ہوسکتی ہے کیونکہ نیت اسلیے قرار دی ہے کہ انسان عادی ہو اس امر کا کہ ہر فعل کو اپنے بالارادہ خدا کے لیے بجالاوے ماسواے خدا کو اپنے کسی فعل مین شریک نکرے ؟ - جب انسان اس امر کا عادی ہوجاویگا کہ ہر کام خالق کی خوشنودی کے واسطے کرے تو اگر کسی دنیاوی کام پر آمادہ ہوگا تو ضرور یہ خیال کریگا کہ یہ کار دنیاوی کس قسم کا ہے

پسندیدہ خدا ہے یا نہین اگر پسندیدہ خدا ہے تو ہمکو محض اوسکی خوشنودی کیواسطے بجالانا چاہیے اور اگر ناپسندیدہ ہے تو ہمکو زیبا نہین پس ہر فعل مین ضرور اسکی نیت خدا کی خوشنودی کی ہوگی جس سے قوت روحانی مضاعف ہوتی جاویگی۔

دوسرے یہ کہ نیت کی بدولت آنحضرت نے انسان کو انسان بنایا اور ارادہ جو کہ جزو ماہیت انسان ہے اوسکا ایسے اچھے اسلوب سے انسان کو عادی کیا کہ جس سے بہتر کوئی طریقہ متصور نہین کیونکہ انسان کے مجموعی افعال اکثر بلا ارادہ اضطرار پر بہی محمول ہوتے ہین اور یہ بہت بڑا نقص ہے کیونکہ جب بلا ارادہ کسی کام کو کریگا تو اوسمین خوف ضرر بہی ہوگا اور مضرات سے اجتناب نہ کرسکیگا اور جب بقصد و ارادہ جس فعل کو کریگا تو اگر عاقل ہے تو ضرور مضرات سے پرہیز کریگا پس شارع نے انسان کو پابند ارادہ کا بنایا کہ جو کام کیا جاوے ارادے سے ہو جسکا نام نیت ہے۔ پس جب انسان امور مذہبی مین ارادہ کا پابند ہوگا تو بسبب عادت کے امور دنیاوی مین بہی ارادے اور قصد کی پابندی کریگا اور بوقت ارادہ ہر طرح سے انجام بینی کریگا اور یہ خیال ہر وقت رہیگا کہ یہ فعل ہمارا پسندیدہ خالق ہے یا نہین پس جو ناپسندیدہ ہوگا اوس سے اجتناب و پرہیز کریگا پس نیت ہمارے ہر فعل و ہر عمل مین تقرب خدا کی رہتی ہے جو مانع شرک ہوگی اور موجب تقرب روحانی ہوگی نہ ریاکاری جیساکہ ریاکار عیسائی تصور کرتے ہین۔"

(اعمال ظاہری کا حسن بچند وجوہ ہے)

(۱) عقلا انسان کا ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیے باطن اچھا اور ظاہر بُرا یہ عقلاً ویسا ہے ہی جیسے عکس اسکا قبیح ہے۔

(۲) ظاہر اگر بُرا ہے تو اثر اسکا باطن پر ضرور ہوتا ہے بد افعالی کرتے کرتے باطن بہی ویسا ہی خراب ہوجاتا ہے چنانچہ مشاہدات سے یہ امر ثابت ہے کہ ارتکاب مناہی سے انسان معکوس انقلب ہوجاتا ہے کوئی نیکی آخر مین اس سے سرزد ہی نہین ہوتے بجز بدی کے۔

(۳) تصفیہ روحانی بدون اعمال ظاہری ممکن نہین بلکہ بدافعالی سے بدنفسی پر احتجاج واستدلال ہوتا ہے۔ دیکہو شرابخواری زناکاری چوری اگرچہ یہ سب افعال ظاہری ہین لیکن ان سب کا اثر نفس پر بلا انتہا موجود ہے نفس وروح مین جو تعلق ہے وہ بعینہ ایسا ہے جیسے صدف کا خانہ صادت ہے اگر خانہ صدف توڑین تو اثر اسکا ضرور صدف پر واقع ہوگا اسی طرح سے جسم کو اگر آغشتہ بول وبراز سے رکھینگے تو کبہی نفس ہمارا صفائی پسند نہ رہیگا بلکہ دل بہی آلودہ نجاسات سے ہوجاویگا پس تذکیہ ظاہری پر تذکیہ باطنی موقوف ہے اور بدچلنی کے سارٹیفکٹ ظاہر ہی کے خراب ہونے سے ملتے ہین۔

(۴) حکمت اخلاق مین یہ امر ثابت ہے کہ انسان جس مرض مین مبتلا ہو۔ مثلا مرض جبن مین مبتلا ہے تو علاج اسکا یہ ہے کہ اوسکو مخاوف ومہالک مین مبتلا کردین رفتہ رفتہ یہ مرض زائل ہوجاویگا اور یہ اچہے بہلے مرد بنجاوینگے۔ اسی طرح سے بت پرست خدا کا نام لیتے اوسکا سجدہ کرتے اوسکا ذکر کرتے از بس ڈرتے تھے۔ لہذا اون کا قربت پرستون پر خدا ہی کے سجدہ کرنے وسکی عبادت کرنے اوسیکا ذکر کرنیکا حکم ہوا تاکہ مرض کفر اونکا زائل ہو اور جو ظاہری ایمان لائے ہین وہ عبادت خدا کرتے کرتے بیر عادی ہوجاوین اور ویسے خدا کو سجدہ کرنے لگین۔

(۵) ہر قوم کے کچھہ آداب مذہبی ہین اور ہر ملت ایک طریقہ عبادت کے پابند ہو اب اگر اونکے افعال سے بہتر افعال واعمال نہ بتلائے جاتے تو کیونکر دل اونکے پسیجتے اور کیونکر سبے ایمان لاتے -

(۶) حالت باطنی اور قلبی ایک ایسی کیفیت ہے جسکا اثر دوسرون پر نا ممکن ہو بخلاف ظاہر کے اسکا اثر دوسرون پر بہی بہت ہوتا ہے لہذا اعمال ظاہری اسواسطے قرار دی گئی تاکہ اثر اسکا غیرون پر بہی ہو -

(۷) جو لوگ منافق ہین اسلام کے دلی دشمن ہین ظاہر مین بسبب خوف یا لالچ وطمع کے اپنے کو مسلمان کہتے ہین اونکی حالت باطنی کیونکر دریافت ہوسکتی اور کیونکر یہ معلوم ہوسکتا تہا بانی شرع کو کہ کون ہمارا دلی دوست یا دشمن ہے بجز ان اعمال ظاہری کے یہ وسیلہ گردانا گیا حالت باطنی دریافت کرنے کا جو شخص مطیع وفرمانبردار ہوگا اعمال وعبادات کو اوقات معینہ پر بجالاویگا تو ضرور اوسکے باطنی حالت کا اندازہ ہوسکے گا کہ کسقدر خدا کی محبت ہے اور کون کسقدر مطیع حکم خدا ورسول ہے مثلاً ایک نمازہی کو دیکہو جو شخص اوقات معینہ پر سب سے پہلے بہت اخلاص کے ساتھہ نماز ادا کریگا واجبی کے ساتھہ سنتی نمازین بہی خضوع وخشوع سے ادا کریگا وہ شخص ضرور سچا مطیع سمجہا جاویگا بخلاف اوس شخص کے کہ ٹکرلیں وقت بیوقت نماز پڑہ لی اسے معلوم ہوگا کہ یہ سچا دلی دوست وفرمانبردار نہین ہے اسیوجہ سے کسل وکاہلی اور سہل انگاری فرمانبرداری مین کرتا ہے ورنہ اپنی محبوب کے کام کو اچہی طرحسے انجام دیتا - اور اسی طاعت وعبادت سے اصحاب ستو لخبرا مین -

دوست و منافق کو پہچانا۔ ہے جنے ایسی نماز پڑہی کہ پیر سے جراح نے تیر نکالا خشوع مین فرق نہ آیا۔ اوسی طرح محبوب کے کام مین مشغول رہے۔ تیرون کی بوچہار مین نماز پڑہی وہ لوگ ولی دوست بلکہ عاشق صادق سمجھے گئے۔ پس ہر شخص کی محبت اور دلی حالت اوسکے افعال سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص بد باطن۔ بد نظر ہے ہمیشہ طبیعت اوسکی اسطرف راغب ہے کہ وہ کسی خوبصورت عورت سے حرامکاری کرے تو ضرور یہ بدنظری افعال سے ظاہر ہوگی خواہ نخواہ تاک جھانک کریگا۔ اسی طرح سے کوئی شخص نیک باطن ہے تو نیکی اوسکی افعال سے ظاہر ہوگی خدا ترسی جسکے مزاج مین ہو خواہ نخواہ وہ اپنے بھائی کو مثلاً کسی بلا مین دیکھکر شریک حال ہوگا۔ اگر کوئی کسی عورت پر عاشق ہے تو یہ عشق اوسکا پوشیدہ نہین رہ سکتا ضرور اوسکے افعال سے ظاہر ہوگا ہر وقت معشوق کی رضا جوئی کریگا معشوق کو راضی و خوشنود رکھنے کیواسطے طاعت و فرمانبرداری کریگا اگر محبوب میسر نہوگا اور اسکو عشق حقیقی ہے تو فراق مین ہائے وائے کریگا معشوقہ کو دیکھکر سینہ پر ہاتھ رکھیگا خاک پا کو آنکھون سے ملیگا پھر آخر یہ سب افعال ظاہری ہین جیسے باطنی حالت ہوگی اوسکا ظہور ضرور ہوگا۔ پس اگر ہم سچے خدا و رسول کے دوست ہین تو اونکی محبت ضرور ہمارے ہاتھ وپیر کام و دہان سے ظاہر ہوگی اور وہ آثار یہی عبادت و طاعت ہین پس اگر ہم عاشق حقیقی خدا و رسول کے ہین تو ویسی افعال محبت آمیز ہم سے ظاہر ہونگے۔ اور چونکہ اون افعال کا کوئی قاعدہ و ضابطہ نہ تہا تو ہم ویسی ہی رسول کی محبت کرتے جیسے خدا کی اور محبت وصی رسول مین ایسے امور ہمسے سرزد ہوتے جو خدا اور رسول کیواسطے زیبا تہی دو مثلاً و فور عشق سے خدا کو بھی

سجدہ کرتے اوسکے رسول و وصی کو بھی سجدہ کرنے لگتے اور یہ امر عقلاً قبیح تھا کہ
بادشاہ و وزیر کو ایک حالت سے بندگی کرتے ضرور فرق چاہیئے تھا اس بنا پر قواعد
وضوابط مقرر ہوے جو خدا کی محبت مین ہمکو چاہیئے وہ بھی بتلایا گیا جو اوس کے
رسول کی محبت مین چاہیے وہ علیحٰدہ بتلادیا۔ جو اونکے وصی کی محبت مین چاہیئے
وہ بھی بتلادیا پس اس غیر امتیازی حالت کی معتدی بدون ان اعمال ظاہری کے
ممکن نہ تھی۔

(۸) اگر انسان کا ظاہر بُرا ہوتا تو بدفعلی دیکھکر ظاہر مین بھاگتے اور ہرگز اسکی
پیروی نکرتے جیسا کہ مقلدان پولوس سے اسوقت اور مذہب کے ماننے والے
بھاگتے ہین۔ کیا نیک چلنی کے سارٹیفکٹ کسی سوسائٹی سے بدون ظاہری
حالات جانچے مل سکتے ہین ہرگز ممکن نہین؟ آخر اسوقت مین تمام قومون کے
اعتراض عیسائیون پر کس بنیاد پر ہین سب نے یہ مان لیا ہے کہ عیسائیت مین
نہ کچھ احکام ہین نہ کوئی شریعت ہے بلکہ مذہب عیسائی نے شریعت کے احکام ماننے
والے والون کو لعنتی قرار دیا ہے۔ نیکی کرنی برائی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہین تقوے
طہارت کا اس مذہب مین نام و نشان تک نہین پولوس کے مقولہ "پاکون
کے لئے سب کچھ پاک ہے" کے موافق اگر کوئی عیسائی۔ انسان کا گوہ بھی
کھالے تو اوسکے لئے جائز ہے خدا کے حلال و حرام سے اونکو کوئی تعلق نہین
اور بالکل انکی وحشیانہ زندگی ہو سکتی ہے۔ جہان عیسائیت کا قدم پڑتا ہے
تقویٰ اور طہارت خدا ترسی کوسون دور بھاگتا ہے شرابخواری زناکاری وغیرہ
کی کثرت ہو جاتی ہے چنانچہ مشہور پادری (ریزک ٹیلر) نے بھی اس امر کا بڑے

زور سے اعتراف کیا ہے کہ عیسائی مذہب کے لیے تین لعنتین لازم وملزوم ہین شراب خواری زناکاری - قماربازی جس ملک کے رہنے والون نے کبھی شراب کا منہ تک نہ دیکھا ہو - عیسائیون کی برکت سے وہان بھی یہ ام الخبائث موجود ہے جو شخص بڑا ہی محتاط ہوگا وہ بھی ہاضمہ کی کمزوری کے لیے ضرور تھوڑی سی پی لیتا ہوگا یا عشاے ربانی سے محظوظ ہوتا ہوگا کیونکہ پولوس مقدس کے یہ ہدایات ہین - (روم ۳ ب ۲۰) کوئی آدمی شریعت پر عمل کرنے سے اسکے حضور راستباز نہین ٹھہریگا (روم ۳ ب ۲۴) بلکہ کفارہ پر ایمان لانے سے انسان مفت راستباز گنا جاتا ہے (روم ۳ ب ۲۸) اور شریعت کی یہانتک ہتک کی کہ صاف صاف کہدیا - کہ وہی سب جو شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہین شریعت کے تحت مین ہین پر یہ بات کہ کوئی شخص خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہین ٹھہر سکتا ظاہر ہے کیونکہ جو ایمان سے راستباز ہوا سو ہے جئیگا پر سو لعنت کو ایمان سے کچھہ نسبت نہین (گلتی ۳ ب ۱۱) اور حتی اینکہ توریت کو یہ کہکر صاف اُڑا دیا کہ اگلا حکم اسلیئے کہ کمزور وبیفائدہ تہا او ٹہہ گیا کیونکہ شریعت نے کچھہ کامل نکیا (عبرانی ۸ ب ۱۸) یہ اعتراض ہر قوم کا مذہب عیسائی پر خصوصاً اسلام کی طرف سے ایسا ہے جسکا جواب زندگی بھر نہ سوجھے بس جو لوگ ایسی شریعت کے پابند ہین اونہین کو کون اچھا کہتا ہے جو ہم بھی اسکو اختیار کرین اور طرہ یہ کہ اسکی عقلی ہونیکا ادعا ہے ایسی عقل آپہی کو مبارک جو ہم اس عقلمندی سے درگذرے ہم بیوقوف ہی بھلے ہین -

(۹) ہر منعم کا شکر ادا کرنا لازم ہے اور شکر منعم حقیقی اعمال ہین اگر ہم عادی اسے

طریقہ شکر کے نہ ہوتے یعنے عملی طور پر شکر ہم نہ ادا کرتے تو منعم مجازی کا بھی زبانی شکر ادا کر کے چھٹکارا پاتے اور احسان و نیک برتاؤ اسکے ساتھ نکرتے اسواسطے کہ یہ خیال ضرور ہوتا کہ منعم حقیقی کا شکر جسکو فضیلت ہر شکر سے ہونا چاہیے وہ فقط زبانی زبانی ہی ہے تو پھر کیون منعم مجازی کا شکریہ بھی زبانی ہی نہ ادا کرین۔

(۱۰) شہرت مذہب کی بدون اعمال ظاہری ناممکن ہے کوئی وسیلہ اظہار کا بجز اسکے نہین ہے جسقدر اعمال ہونگے اوسیقدر شیوع مذہب ہوگا مثلاً دن رات مین پانچ مرتبہ اذان کہنا کیا جو شخص اذان کو ہر گلی کوچہ مین شب و روز مین پانچ مرتبہ سُنے گا تو شہرت و اعلان مذہب اس سے نہ ہوگا یا حج کو جب جاتے ہین اور قافلون سے ملاقات ہوتی ہے اور ہر طرح کے لوگ سیاح و تاجر ملتے ہین جب وہ حاجیون کے قصد پر مطلع ہونگے تو یہ باعث شہرت نہ ہوگا۔

(۱۱) بے شغلی بُری شے ہے شغل کے واسطے عبادت قرار دی گئی کیا انسان کو اگر ابدی زندگی و اخروی راحت کی امید اس ذریعہ عبادت سے نہ دلائی جاتی اور یہ شغل نہ کرایا جاتا تو سلامت روی ممکن تھی!! ہرگز نہین، جب انسان کو اخروی امید نہ ہوتی تو تحصیل دنیا مین ہر وقت شاغل ہوتا اور ہر اچھے اور بُرے عنوان سے تحصیل دنیا کرتا اور مرتکب قبائح و فضائح کا ہوتا۔ لہذا ان اعمال کو ذریعہ حصول آخرت گردانا۔ اور انسان کو یہ مشغلہ کرا دیا کہ دن رات عبادت کرے دنیا کیطرف بقدر ضرورت متوجہ ہو۔

(۱۲) انسان اگر پابند اعمال ظاہری کا نہ کیا جاتا اور مکلف نہ قرار دیا جاتا تو کثرت جرائم ہوتے اور بد انتظامی پھیل جاتی حکمت مدن اور سیاست کے واسطے لازم ہے کہ رعایا کو مکلف قرار دین اور آزاد محض نہ کردین کیا کسی سلطنت کی بقا بدون اسکے ممکن ہے؟

کہ رعایا آزاد ہو کر رہے اور بالکل کوئی شغلہ نہو کوئی تکلیف نہ دیجاوے۔ کیا مالگزاری اور ٹکس یا دیگر قواعد کا انضباط گورنمنٹ انگلشیہ نے بلکہ ہر گورنمنٹ نے کیون قرار دی ہین تعزیرات ہند بالکل بیکار ہے یہ پابندی تو محض اسیوجہ سے ہے تاکہ پابندی قانون سے کمی جرائم ہو انتظام کامل ہو اسی طرح سے صدہا عقلی فوائد اس عبادت ظاہری اور پابندی اعمال و افعال مین ہین کہانتک ہم بیان کرین۔

پس منافع مذکورہ کی غرض سے حکمت ناموس مین ہمکو اعمال و عبادت کا پابند بنایا اور اس عبادت کو علت غائے انسان کا قرار دیکر فرمایا "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" یعنے خلقت تمھاری محض طاعت کے واسطے ہے اگر بے اطاعتی و نافرمانی کروگے تو یہ وجود تمھارا عبث ہے ہم نیست و نابود ہی کردینگے جیسا کہ بے اطاعتی کی یہی سزا ہے جن قومون نے نافرمانی کی وہ نیست و نابود ہو گئین دیکھو قوم عاد و ثمود کی کیا حالت ہوی۔" اسی نافرمانی سے (بنص توریت) اسرائیل کی سلطنت پر کیسا کیسا زوال آیا۔"

(اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم)

اطاعت مین تقلید کی ضرورت

اطاعت کے معنے حکم ماننا اور پیروی کرنا ہے اور اطاعت کی امور مذہبی مین دو قسمین ہین ایک بیعت دوسری تقلید۔ بیعت و تقلید مین فرق یہ ہے کہ بیعت ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے اور تقلید مین اسکی ضرورت نہین۔

بیعت مذہب شیعہ مین مخصوص ہے انبیاء و اوصیا سے۔ اور تقلید علمائے مذہب کی پیروی کو کہتے ہین مفہوم بیعت و تقلید قریب قریب ایک ہی ہے۔ یعنے قول کو دوسرے کے

بدون طلب دلیل قبول کرلینا اور چون وچرا نکرنا اور یہ دونون بیعت وتقلید عین طاعت ہین۔ طاعت خدا کا نام عبادت ہے جو بجز اوسکے کسیکی واسطے سزاوار نہین اور طاعت رسول ونائبان رسول کو طاعت ہے کہتے ہین۔

تقلید سے زیادہ کسی امر مین طاعت نہین ہے اسواسطے کہ بدون دلیل کے کسی امر کو قبول کرلینا یہ اعلی درجہ کی طاعت ہے۔ بادی النظر مین یہ بہت برا معلوم ہوتا ہے کہ بدون سمجھے کسیکی بات مان لینا خلاف عقل ہے۔ لیکن جب ہم یہ تسلیم کرچکے ابتدا جسکی ہم تقلید کرتے ہین یہ شخص ہر طرح سے علم وفضل عقل وفراست دقائق احکام سے واقف ہو اور ہمسے اچھا ہے اور ہر امر مین یہ خود بکر نظر کرکے دلیل وبرہان سے اپنے واسطے ثابت کرچکا ہے اور اوس امر کو اپنا باعث نجات سمجھ لیا ہے تو اب ہمکو اوس سے طلب دلیل کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ویسا ہی ہے کہ کسی طبیب یا ڈاکٹر سے ہم باوجود جہل تشخیص مرض اور علاج مین مباحثہ کرین اور جبکہ طاعت اقوال وافعال مین ایسے شخص کی جو ہر طرح سے اعرف ہو ہمارے لیے عقلاً بہتر ہے تو تقلید وبیعت بہی طاعت ہے یہ بہی عقلاً مستحسن ہوگی۔

بلکہ انسان مین جبلاً ایسا ایک میلان ہے کہ وہ اوسکی متابعت سے اپنے آپ کو بری نہین کرسکتا پیدا ہونے سے لیکر عمر کے آخری حصہ تک موقع ومحل کا؛ یعنی اون چیزون کا جو اوسکے چارون طرف گھرے رہتے ہین اوسپر اثر ہوتا ہے۔ انسان وحیوان مین فرق دکھانے کے واسطے بعض خواص وخصوصیات قرار دیے ہین اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ لیکن جس طرح سے سب حیوانات قوت میلان طبیعت کے مقابلہ مین مجبور ہین اوسی طرح انسان مین بہی بہ نسبت دوسرے حیوانات کے ایک خاص خاصہ میلان کا

پایا جاتا ہے جسکو قوت تقلید کہتے ہین جسکی عظیم تاثیر بنی نوع بشر پر ہے یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ ہر آدمی پر اوسکے مقام پیدائیش مقام پرورش مقام سکونت ملک آب و ہوا صحبت و تعلیم کا کامل اثر ہوتا ہے۔

مادہ تقلید جسقدر انسان مین ہے اتنا کسی اور جانور مین نہین ہے نقل اوتارنے کی طرف رغبت آدمی مین اوسی زمانہ سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے جبکہ وہ مان کی گود مین ہوتا ہے پس جن لوگون کے جیسے خواص و عادات ہون اونکی نسبت سمجھ لینا چاہیے کہ بچپن کی تربیت ایسی ہے طور پر ہوی ہے۔ بچہ اوسی زبان مین نقل کرتا ہے جسکو وہ دیکھتا ہے۔ بچون مین یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے افعال کو حرکات کو اپنی والدین اور مربیون کے افعال و حرکات سے مشابہ کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ بعض بچہ اس قسم کے باتین کرتے ہین جو اونکے سن و سال کے موزون نہین ہوتین اسکا سبب وہی میلان تقلید ہے یعنے وہ اون باتون کی تقلید کرنا چاہتے ہین جو اونھون نے اپنی مان یا کھلائی کی دیکھین یا اونسے سنی تہین خاندانی اور بڑے گھرانون و تعلیم یافتہ اشخاص کے بچون اور اون بچون مین جو ادنی طبقہ والون اور گداگرون کے ہوتے ہین۔ یہ فرق نہین ہوتا کہ اونکے دماغی بناوٹ یکسان نہو بلکہ ان آخری تعلیم کے بچون کے اعضا کی بناوٹ بہ نسبت اول الذکر بچون کے زیادہ مکمل ہوتی ہے۔ چونکہ شریفون کے بچے ابتداے عمر سے اچھے افعال و حرکات کی تقلید کرنا شروع کر دیتے ہین اسواسطے اونکا ملکۂ عقلی زیادہ روشن اور قوی ہوتا ہے مکتبون مدرسون مین ایک بد تہذیب شاگرد کا اثر دوسرے شاگردون پر ضرور ہوتا ہے فیشن کی پابندی اور اوسکی طرف رغبت کی وجہ یہی قوت تقلید ہے جو انسان مین فطرتاً پائی جاتی ہے۔

واضعان قوانین کے نزدیک اخلاق عمومی کی درستی اور اصلاح کے واسطے اس قوت تقلید سے کام لینا نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوا ہے اونکے زعم مین ہر ایک شخص اس بات کا مجاز نہین ہے کہ جو چاہے وہ کرے بلکہ قومی اخلاق و عادات کی درستی کی غرض سے ہر شخص احکام قانونی کی پابندی کے واسطے مجبور ہے کیونکہ وہ کہتے ہین کہ ہر کسی شخص کا کوئی برا فعل دوسرون کو تقلید کرنے کے واسطے مثال ہو جاتا ہو کہانیون قصون اخبارات کا اثر قومی اور عموم اخلاق پر برابر دیکھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی قوت تقلید صرف افعال و حرکات کے مشاہدہ کی بنا پر متحرک نہین ہوتے بلکہ کسی خیال کے پیدا ہوجانے سے اوسکے کرنے کی رغبت پیدا ہوجاتی ہی ایسے لوگون کی کمی نہین ہیگی قصون کے فرضی اشخاص مین سے کسی کی تقلید کرنے کی طرف مائل ہوجاتے ہین۔

اس مثل کی کہ (برائی کا نقصان سات محلون تک پہونچتا ہے) یہی معنی ہین چونکہ انسان مین تقلید کرنے کی بے اختیارانہ رغبت ہے اسواسطے رفتہ رفتہ ایک برائی عموماً پھیل جاتی ہے۔ اور اس مثل کا بھی کہ (انسان اپنے ساتھی سے بس جاتا ہی) یہی مطلب ہے کہ آدمی بغیر اسکے کہ اچھائی یا برائی کی پرواہ کرے اپنے ساتھی کی تقلید کرنے لگتا ہے۔

اکثر دیکھا ہے کہ میان بیوی کی طبیعتین اور عادتین یکسان ہوتی ہین وجہ یہ ہے کہ میان اپنی بیوی کی اور بیوی اپنے میان کے مزاج کی تقلید کرتے کرتے دونون کا نوجوان مزاج یکسان ہوجاتا ہے۔

انسان مین ایک اور خاصہ یہ ہے کہ وہ غیر معمولی اور فوق العادۃ حالات کا

خواہان رہتا ہے یہی باعث ہے کہ ہر ایک آدمی اپنے افعال وحرکات کا حاکم خود نہین ہوسکتا اور جو بات وہ کرنی چاہتا ہے بے پروائی اور خودمختاری سے کرنی چاہتا ہے لیکن قوت تقلید اسپر حکومت کرتی ہے اور اوسکی خودمختاری کو روکتی رہتی ہے۔

علم افعال الاعضا کے ماہرین نے یہ قرار دیا ہے کہ تقلید کرنے کا میلان ایک عصبی خاصہ ہے اور جب کبھی یہ خاصیت بڑہی ہوتی ہے تو بطور ایک مرض کے نمودار ہوتی ہے چنانچہ مانیشر (دووار) نے ایک مثال بیان کی ہے کہ مینے اوس فوج مین جو میڈی کاسکر مین معین تھے ایک سپاہی کو دیکھا کہ وہ اوس عصبی مرض مین ایسا مبتلا تھا کہ کوئی شخص جو حرکت اوسکے سامنے کرتا وہ بہی بعینہ ویسا ہی کرنے لگتا اور چونکہ وہ خود بہی اپنے مزاج کے اس مجبوری سے واقف تھا اسواسطے وہ ساتھیون سے التجا کیا کرتا تھا کہ ہنسی اور مذاق مین کوئی نامناسب حرکت اوسکے روبرو نہ کیا کرنا ایک روز سب کھانا کھا رہے تھے ایک شخص نے ایک ٹین کا گلاس گرا دیا یہ شخص دیکھ رہا تھا اس سے رہا نہ گیا اور ایک کانچ کا گلاس جو اوسکے روبرو رکھا تھا اوسنے اوٹھا کر گرا دیا اور وہ ٹوٹ گیا اسی قسم کی ایک اور حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص کسی جرم مین مبتلا ہوکر قید ہوگیا وہ بہی اس بیماری مین بہت مبتلا تھا امتحان کے واسطے ایک دن افسر جیل نے ایک چھری لیکر ایک شخص کے پیٹ پر اس طرح سے رکھی گویا وہ چھری کو پیٹ کے اندر بھونکتا تھا اس شخص سے ضبط نہ ہوا دوڑکر چھری چھین لی اور اوس شخص کے پیٹ مین بھونک دی۔ ایکدن ایک شخص پانی کی صراحی سر پہ لیے چلا جاتا تھا اوسکی نظر ایک شخص پر پڑی جسنے ٹوپی اپنے سر سے اوتار کر زمین پر دے ماری یہ دیکھکر اسنے بہی فوراً صراحی کو سر پر سے گرا دیا۔ ایسی

مثالون کی کمی نہیں ہے جنسے قوت تقلید کی افراط ثابت ہوتی ہے. کسی شخص کو جمائی لیتے ہوئے دیکھکر دوسرون کو جمائی لینے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے - اسی قبیل سے قینچی سے کاٹتے وقت بعض لوگ منہ بناتے ہین - دایہ بچے کو جب لقمہ دیتی ہے تو بچہ کے منہ کھلنے کے وقت خود بھی منہ کھولدیتی ہے اسکی اصلیت بھی میلان تقلید ہے - صحبت کا اثر جوکہ انسان حیوان نباتات جمادات ہر شے مین موجود ہے وہ بھی میلان تقلید ہے (اس سوال کا جواب کہ) (انسان تقلید کرنیکے طرف ایسا راغب و مائل کیون ہے کہ کسی کو کوئی کام کرتے ہوے دیکھکر خود بھی اوسی کام کو کرنا چاہتا ہے اور اس طرح پر گویا کہ وہ اپنی کمزوری کا اظہار کرنے لگتا ہے) جواب یہ ہے کہ انسان جب کبھی کوئی حرکت دیکھتا ہے یا کوئی بات سُنتا ہے تو اوسکے ذہن مین ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور فکر انسانی اوس طرف متوجہ ہو جاتی ہے اگر وہ حرکت یا قول کچھ اہم ہے تو انسان اسکی طرف اسقدر توجہ کرتا ہے کہ خود بھی ویسا ہی کرنا چاہتا ہے مغلوم حرکت اور عقل و فکر کے درمیان باہم اسقدر مناسبت ہے کہ اوسکو مناسبت نہ کہنا چاہیے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ گویا ایک ہی ہین افعال و حرکات حقیقت مین افکار و خیالات کا ثبوت ہوتے ہین - انسان صرف وہی حرکت کرتا ہے جسکا حکم اوسکے دماغ سے ہوتا ہے اور دماغ اوسی شغل و کام کا حکم دیتا ہے جسکا خیال اوس مین بذریعہ نظر یا سماعت کے پیدا ہو گیا تھا غرض یہ ہے کہ انسانی فکر و خیال بذریعہ دماغ کے دوسرے اعضاے بدنی کو اپنے مشابہ ہو جانے پر مجبور کر دیتے ہین اسیکا نام تقلید ہے - یہ مشہور ہے کہ انسان ڈرتے ڈرتے ڈرنے کا عادی ہو جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ جب کسی کے ذہن کا مشغلہ کسی خاص نقطہ پر منحصر ہو جاتا ہے تو اوسے

ہمیشہ وہی افعال سرزد ہوا کرتے ہین جو لوگ راستہ مین چلتے ہوے یہ سوچتے جاتے ہین
کہ کوئی خطرناک شے پیدا نہ ہو جائے ضرور وہ کسی وقت مین ڈر جاتے
ہین جتنے کہ خیالی شکلون سے اونکا مقابلہ ہی ہو جاتا ہے کیونکہ کسی مقابلہ کرنیوالی
شے کا خیال اونکے ذہن مین اسقدر صورت پکڑ جاتا ہے کہ وہ شے اونکو مثل
محسوس کے معلوم ہونے لگتی ہے جسکو جاہل نافہم آسیب سے تعبیر کرتے ہین۔
بہرحال جب یہ ثابت ہوا کہ انسان تقلید پر جبلیتاً مجبور ہے۔ اور خدا نے انسان مین
اس مادہ کو پہلے سے خلق کیا ہے۔ تو حسن اسمین یہ رکھا ہے کہ انسان جبلّی اور خلقی
طور پر اس امر پر مجبور ہو کہ دوسرون کے اچھے فعل کو دیکھکر خود بھی پابندی اختیار کرے
اور افعال حسنہ کی پابندی سے خود بھی نیک بنے اور برون کی تقلید کو اپنے اوامر
ونواہی وزواجر سے روکا ہے پس جب تقلید کا انسان پابند ہے اور افعال شنیعہ کی
تقلید سے اوامر ونواہی وزواجر سے روکا گیا ہے تو ضرور یہ نیک چلن با اخلاق ہوگا
اور یہ امر بدیہی ہے کہ انسان جب تقلید پر عادتاً مجبور ہے تو خواہ مخواہ اچھے اور
برے ہر فعل مین تقلید کرتا تو اب اس بے قیدی اور آزادی کے روکنے
کے واسطے ضرور ہوا کہ کچھ ضوابط اور قواعد تقلید کے مقرر کیے جاوین اور
مادہ تقلید سے اچھے اچھے باثمر کام لیے جاوین۔ پس اچھے آدمیون کی تقلید
کا حکم دیا کہ جو اعلم وافقہ واورع وازہد ومجتہد جامع الشرائط ہو؟ کیونکہ ایسا
شخص ہر حالت سے اچھا ہوگا اور اوسکی تقلید سے یہ بھی اچھا ہو جاویگا اور اپنے
مجتہد کے افعال وعادات واحکام پر عمل کرتے کرتے مثل اوسکے نیک ہو جاویگا
اور زیادہ تر خصوصیت تقلید کی احکام وعبادات مین رکھی گئی تھی تاکہ جملہ احکام

بسبب تقلید اچھے شخص کی اچھی طرح سے بجا لاوے اور دنیاوی امور مین بہی اچھے
کی تقلید عقلاً مستحسن ہوگی۔ جب یہ شخص تقلید کا پابند ہوجاویگا تو رفتہ رفتہ کوئی اچھی بات
جب کبھی اسکو نظر اویگی فوراً اختیار کرلیگا اور بُری بات سے پرہیز کریگا۔ پس جب انسان
اوس شخص کی تقلید و پیروی کریگا جو ہمیشہ رسول خدا کی مرضی کے موافق ہر کام کرتا ہے
تو اسکی اطاعت سے خدا کی طاعت ہوگی اور درگاہ باری مین یہ بہی مقرب سمجھا
جاویگا جیسا کہ ہمارا قرآن مجید اسکی ہدایت کرتا ہے اور خدا فرماتا ہے (ومن یطع الرسول
فقد اطاع اللہ) جسنے اللہ کے خاص حکم کی فرمانبرداری کی اوسنے اللہ کی فرمانبرداری کی
اسیطرح سے جو اولی الامر ہین یعنی وہ لوگ جو پورے پورے احکام رسول کی پابندی کرتے ہین اور کسی امر مین بہی جو کبہی
مخالفت رسول نہین کرتے کوئی برا کام عمداً و سہواً کبہی اونسے سرزد نہ ہوا ہو ایسے شخص کی طاعت بہی
طاعت رسول ہوگی اور طاعت رسول طاعت خدا ہے کیونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ اطاعت
سے وزیر کے پادشاہ ضرور خوش ہوتا ہے اور اوس طاعت کو اپنی طاعت سمجھتا ہے
کیا مثلاً کمشنر صاحب کے حکم احکام کی پابندی کرنا اور انکی اطاعت کرنا اوس حکم
مین جو مثلاً نواب لفٹنٹ بہادر کی مرضی سے ہو عین طاعت نواب مذکور نہین ہے
اور اسی طرح سے۔ اسیوجہ سے خدا نے تین طاعتون کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے۔
"اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔

اب یہ امر طے کرنے کے قابل ہے کہ مراد اولی الامر سے عقلاً کون شخص ہے۔ اور
خدا اور رسول کی طاعت کے بعد عقلاً کس شخص کی طاعت کرنا لازم ہے ہم انصاف
پسند لوگون کے واسطے بہت مختصر تقریر مین اپنے مطلب کو ادا کرنا چاہتے ہین وہ جہگڑے
جو سُنی شیعہ مین ہوتے ہین اونسے ہمکو بحث نہین ہم یہ کہتے ہین کہ مراد اس آیہ وافی ہدایہ مین

عقلاً کونسی طاعت ہے امور دنیا مین تنہا یا امور آخرت مین تنہا۔ یا دونون طاعتین مقصود ہین۔ اگر دنیاوی امور مین طاعت مقصود ہے تو کیا دینی باتون مین ہمکو اونکی نافرمانی چاہیے ہے۔ ہرگز عقل اسکو قبول نہین کرتی اور یہ طاعت طاعت ہی نہ کہلاویگی اسواسطے کہ جو دیندار ہے اوسکو تو دینی امور مین طاعت اپنی زیادہ ترمحبوب ہوگی امور دنیاوی کی بہ نسبت۔ اسی طرحسے اگر دینی طاعت مقصود ہے اور دنیاوی امور مین بالکل اطاعت کی ضرورت نہین تو یہ بہی عقلاً نہین ہوسکتا اسواسطے کہ وہ امور دنیاوی بہی یا جائز اور مستحسن ہونگے یا معصیت اور غیرمستحسن اگر معصیت ہین اور امور قبیحہ ہین تب بہی یہ دینداری کے خلاف ہے اور اجتماع اضداد ہے کہ امور دینی مین اطاعت بہی کرے اور پہر مثلاً زنا و سرقہ بہی کرے یہ طاعت بہی طاعت نہ رہیگی۔ اور اگر اون امور دنیا سے امور جائزہ حسنہ مقصود ہون تو وہ بہی امور دینیہ مین داخل ہونگے اور دین و دنیا اسوقت مین ایک سمجہا جاویگا۔ پس معلوم ہوا کہ عقلاً دین و دنیا دونون مین طاعت چاہیے۔ اور طاعت اوسی شخص کی سزاوار ہے اور عقلاً اوسیکی تقلید لازم ہے جسکا دین و دنیا دونون ہر طرحسے اچہے ہون اور کوئی پہلو برائی کا نہ نکلے ورنہ فائدہ بے تقلید کا کیا ہوگا بلکہ برے کی تقلید کرکے برا بننا ہوگا اور یہ ویسا ہی قبیح ہے جیسے برے کی صحبت مین بیٹہنا۔ اور گویا اپنے تئین برائی کا عادی کرنا ہے۔

پس جو محض دنیادار ہے یعنے پادشاہ اوسکو ہم کسی طرحسے اولی الامر نہین قرار دیسکتے اسواسطے کہ دنیادار کو دینداری سے کیا تعلق ہے۔

علاوہ اسکے ہمکو کوئی سلطنت شخصی ہو یا جمہوری۔ ہرگز کافی نہین دنیاوی اور اخروی

دونون جگہ روحانی سلسلہ کامل نہین کر سکتے جسکی تقلید سے ہم اپنے اخلاق وعادات
کو پورا کر سکین اسلیے کہ عقل انسانی ہمیشہ اچھے اور برے امور کی شناخت مین مختلف
چلی آتی ہے شرابخواری کو لیجیئے جو شیدا رفساوات ہے ہمیشہ ایک گروہ اوسکی خوبیان
اسقدر بیان کر رہا ہے کہ اوس سے بڑھکر کوئی شے اچھی نہین ہے۔ دوسرا گروہ اوسکی
مذمت کر رہا ہے۔ زناکاری کو لیجیے جس سے سلسلۂ نسب منقطع ہوتا ہے ان دونون وہ
شیوع اسکا ہو رہا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور حرام گھرون کی بنا اسپر ہے۔ قماربازی کو
لیجیے اور لاٹری کا صیغہ یاد کیجیے پس جسوقت بادشاہ کی راے حرامکاری کا حسن تجویز
کرے تو کیا عقلاً ہم بہی اوسکی پیروی کر کے روحانی ترقی حاصل کر سکتے ہین ہرگز نہین
ہرگز نہین تو عمی سلطنت امریکہ وغیرہ جسکی کارروائی پارلیمنٹ اور کونسل پر ہے جس مین
بڑے بڑے حکما اور فلاسفر ممبر ہین او جنکا انتخاب کیسی کیسی احتیاط عقلی سے کیا جاتا ہے
اونکی تجویز سے مسکرات کے کارخانہ سرکاری تجارت کے واسطے جاری ہین اور حرام گھر
سرکاری خانہ زاد وس بڑہانے کی فکر مین ہے لاٹری کا صیغہ یاد کیجیے سرکاری محصول
کی زیادتی کی نظر سے مروج ہے۔ پس جب رعایا اور بادشاہ دونون کسی شریعت
کے پابند نہین ہین تو اگر سلطنت شخصی ہے تو بادشاہ رعایا پر غالب ہے تو ہمکو
کیونکر اطمینان ہو کہ بادشاہ آزادفش خلاف عقل کارروائی نہ کریگا چنانچہ یہی دلیل
سلطنت شخصی کی خرابی ہونیکی بیان کیجاتی ہے۔ اور اگر سلطنت جمہوری ہے اور تمام
ممبران کونسل آزادفش ہین اور امید و بیم احکم الحٰکمین کا ڈر اونکو نہین ہے وہ
کونسل بہی غلط کاری مین بمنزلہ شخص واحد کے ہوگی اگر آپ کہین کہ ہزار آدمی کا
اتفاق راے ضرور اچہی چیز کی اچہائی اور بُری چیز کی بُرائی ظاہر کر دیگا پس قانون

سلطنت جو کونسل و پارلمینٹ نے بنایا ہے ضرور محل اطمینان ہوگا۔ ہم کہتے ہین کہ اگر
شخص اجتماع سے ہر جگہ پر مجمع کا حکم افراد کے حکم سے بدل جاے۔ تو ایسا نہین ہے بلکہ ہزار
آدمی خطا کار کا مجمع بھی ضرور ہے خطا کار ہوتا ہے اور ہزار آدمی غیر مہذب کا مجمع بھی
غیر مہذب ہے۔ اب جو ایک خطا کار کو یا غیر مہذب کو سوجھے گی وہی ہزارون کو سوجھے گی
سے مرض کیسے وطبیعت کیسے مزاج کیسے نہ مریض عشق اگر صد بود علاج کیسے۔ یہی حال
ہر عہد مین رہا ہے بس برون کی تقلید سے انسان ضرور برا ٹھہرے گا اور نیکون کی تقلید
سے نیک ہوگا۔ اس بیان سے ہمارے یہ واضح ہوا کہ سلطنت دنیاوی کی پابندی
ہرگز ہمکو روحانی قوت نہین بخش سکتے نہ اخلاق کی درستی کے واسطے ہمارے کافی ہوسکتی
ہے اسی مقام سے جواب اون لوگون کا بھی ہوگیا جو یہ کہتے ہین کہ آئین سلطنت کا خوف
ہمکو ارتکاب جرائم سے روکنے کو کافی ہے شریعت کی پابندی کی کیا ضرورت ہے بس
ہم طاعت وتقلید اوسکی کرینگے جو ہر طرح سے اچھا ہو اور جو کام وہ کرے دینی ہو یا دنیاوی
اوسکی ماہیت اور غرض نتیجہ سے بخوبی واقف ہو تاکہ وہ برائی سے بچ سکے تب ہی
ہمکو تقلید کا نفع عقلاً ہوگا ورنہ تقلید سے مضرت ہوگی جو ان صفات سے متصف
نہین اوسکی طاعت اور تقلید سے عقلاً ہماری خرابی ہی ہوجاویگی۔

پس وہ لوگ جو ہر طرح کی قابلیت رکھتے ہون اور اچھے اور برے کو ہر حیثیت سے
جانتے ہون اور مصلحت عام اور منافرت وملایمت عام سے واقف ہو ہر شخص کی قوت
وطاعت کا بھی اندازہ کرلیا ہو تاکہ ایسی بات کوئی نہ کہدے جسکے بجالانے کی ہمکو
طاقت ہی نہو جیس ایسا شخص دنیا مین نہین ہوسکتا مگر وہی جو مویّد من اللہ اور
ملہم ہو بعد طاعت رسولؐ ایسی ہے شخص کی طاعت ہمکو لازم ہوگی تاکہ تقلید وطاعت سے

فائدہ اوٹھاوین اور ہیں. اس طبقہ کے پھر وہ لوگ ہونگے اور اونکی تقلید ہمکو چاہیے ہی جو کہ طبقہ مذکورہ کے منشا، اور مقصود کو بخوبی سمجھتے ہون خصوصًا مرادفات متشابہات مین (جو کہ ہر کلام کو لازم ہین) مقصود کا امتیاز کرنا اور اوسی ڈھنگ، اور اوسی رنگ سے امور دینی و دنیاوی کو تمام خلائق تک پہونچانا اور رقدم بقدم ہونا اپنی سیرت کو اون لوگون کی سیرت کے مانند قرار دینا اور تخلق اونکے اخلاق سے کرنا ان لوگون کی تقلید عام لوگون کو لازم ہوگی اور یہ علماے مذہب وملت ہین جو بعد رسول و اولی الامر اوامر و احکام خدا کو سمجھ سکتے ہین اور مرادفات و متشابہات مین اور ناسخ و منسوخ مین تمیز کر سکتے ہین اور اس طبقہ مین بہی جسکو زیادہ تر ملکہ و مہارت ہو اور سب سے بہتر افعال و حرکات جسکے ہون اوسکی تقلید عقلاً لازم ہوگی اور بے اون اسکے تقلید سے کوئی نفع نہین ہوسکتا ماسواے مضرت کے۔

ایسے لوگون کی تقلید و طاعت طاعت خدا و رسول خدا عقلاً سمجھے جاتی ہے اور تقلید مجتہدین وعلماء ذریعہ تقرب باری سمجھا جاتا ہے

چنانچہ ماننے والے وید کے بہی پیروی و تقلید پرساد ہنون اور گرؤن کے مجبور رہین خود وید کی ہدایت ہے۔ (جس طرح کہ شاہی دربار مین واقف کار کے ساتھ جاکر انسان اپنے مطلب بر آری کرلیتا ہے اور پھر اوسکی تقلید کرکے آیندہ کے لئے خود درباری بنجاتا ہے اسی طرح سے اوس شاہنشاہون کے بہی مالک پرمیشور کے حضور مین بہی جو اوسکے مقبول بندے ہین اونکی پیروی کرتا ہوا انسان رفتہ رفتہ پرمیشور کے دربار تک پہونچ جاتا ہے) اور جب ثابت ہوا کہ مادہ تقلید انسان کی خلقت مین ہے تو خواہ نخواہ ہر زمانہ اور ہر عہد مین عام لوگون کو کسی اچھے شخص کی تقلید کرا کے

آپنے اخلاق آداب درست کرنیکی ضرورت ہوگی پس وہ لوگ جنکی تقلید کرنی چاہیے وہ عبادو زہاد و مذہب اسکے ہین اور وہ لوگ ہین جو احکام خدا سے بہ نسبت عام لوگون کے زیادہ واقف ہون سیرت انبیا رو اولیا کو حاصل کیا ہو متخلق باخلاق اللہ ہون۔ اور چونکہ تقلید میت سے ویسا نفع نہین ہوسکتا جیسا کہ اوس شخص سے ہمکو انتفاع ہوگا جو کہ زندہ ہمین موجود ہی اس بنا پر تقلید مجتہد حی کو فرض سمجھا ہے۔ اور اس مین کئی نفع ہین۔

۱۔ یہ کہ صدہا مسائل مذہبی روز بروز ایجاد ہوتے جاتے ہین مصالح کا تغیر ہر آن ہوتا ہے منافرت طبع و ملایت غرض کو تبدیلی ہے پس اسکے واسطے جدید حاکم و شارع ہونا چاہیے تاکہ وہ اسباب و مصالح اور تکلیفات شرعیہ کو جانچتا رہے زمانہ کے ڈھنگ اور روئیہ کو دیکھکر تعلیم احکام کرے۔

۲۔ اموات کے اخلاق حسنہ سے متخلق ہونا بدون سیر کتب جنمین سیرت اونکی مدون ہو ممکن نہین بخلاف اسکے کہ زندہ مثال اون اسلاف کے اخلاق کے ہمین موجود ہو اور ہم اوسکو دیکھکر اخلاق و آداب اپنے درست کرین۔

۳۔ آرا و اکثر احکام مین مختلف ہین اور مرادفات و متشابہات مین مفہوم کے دریافت کرنے مین اختلافات ہوئے ہین پس جو لوگ احیا مین سے اون اختلافات پر نظر کرکے اور پھر جانچ و پرتال رائے کے کرینگے تو باعث مزید اطمینان ہوگا مقلد کے واسطے۔ اور ہر آن و ہر زمانہ مین تحقیق حق ہوتا رہیگا اگر تقلید میت کافی ہوتی تو تحقیق و جانچ کا دروازہ بند ہوجاتا۔

پس بوجوہات مذکورہ ہر شخص کو لازم ہے کہ قوم مین جو سب سے بہتر و افضل ہو علم و

فضل زہد و اتقا مین صاحب رائے صائب ہو اوسکی تقلید کرین اور اوسکے اخلاق کے حصول کی کوشش کرین اوسکے احکام پر بدون طلب دلیل (اسی طرح سے جیسے کوئی طبیب و ڈاکٹر مریض کے واسطے کوئی دوا تجویز کرے اور مریض بدون اس سوال کے کہ دوا تلخ ہے یا شیرین اوسکے استعمال پر مجبور ہو عقلا) عمل کرین کیونکہ ایسا شخص امراض روحانیہ کا علاج کرتا ہے اور ماہیت مرض و تشخیص مرض اور ماہیت علاج و حقیقت دوا اور طریق استعمال سے بخوبی واقف ہے بہ نسبت ہمارے کہ ہم اون سب طرق سے جاہل ہین پس حسن عقلی اس تقلید مین بر نہج ثابت ہے اور مخالف مخالف عقل ہے"

(اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین)

اسلامی نماز کا حسن عقلی

اگر اسلامی طریقے کے اندرونی حالت تعمق سے دیکھی جاوے تو فلسفیانہ معلوم ہوگی۔ اور اگر صرف اوسکی بیرونی حالت کا ملاحظہ ہو تو اوسکی افضل ترین خوبی اس سے ظاہر ہے کہ نوع انسان کے جمیع طبقات یعنے ایک ادنی تملی سے لیکر اعلی درجہ کے صاحبان غور اور ماہران علوم کی روحانی ضروریات کے تمام تر مطابق ہے۔ قوت مدرکہ یا وقوف عامہ سے اسکو کوئی انحراف نہین ہے اور نہ کسی درجہ مین عدل و رحم کی فطرتی تحریک کے یہ مخالف ہے۔ اسکو اون امور کے اعتقاد کی احتیاج نہین ہے جو من قبیل فوق العادۃ ہین اور نہ باطل اوہام و غیر ممکن اصول کی قبولیت کی ضرورت ہے۔

آنحضرت نے بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے کہ نماز مذہب کی بنیاد ہے اوجناب نے اپنے طریق مذہب کے دیگر ارکان کی بہ نسبت اسپر بہت زیادہ زور دیا تاکہ نماز کی وقعت و عظمت زیادہ تر توضیح سے ظاہر ہو کیونکہ جسقدر جوش تاثیر۔ خلوص تعبد۔ اسلامی نماز

مین ہے - اور جسقدر شان الوہیت - اوسکی ثنا اور عظمت - شرک و عیوب سے تنزہ اور برائت - اوسکی ذات و صفات کی کاملیت - اور بندہ کی طرف سے اعلا درجہ کا اظہار عبودیت - سچے دل سے حقیقی مقاصد کی اوس سے مسئلت - اور شکر و سپاس نعمت کا بیان ہے دنیا کے سارے ادیان مین سے کسی دین یا فرقہ یا قوم کے طریقہ عبادت مین ہرگز پایا نہین جاتا - موجودہ مذاہب مین سے اگر کسی فرقہ کا طریقہ عبادت مسلمانون سے ملتا ہو - تو کوئی شخص مقابلہ کر کے دکھائے -

جسقدر ادب کے طریقے - تعظیم کے دستور مختلف فرقون - اور مختلف قومون مین مروج ہین - اور جسقدر نشان صداقت دلی خلوص قلبی - اور کمال ادب کے اظہار کے لوگون مین پائے جاتے ہین وہ سب طریقہ اور تمام دستور مسلمانون کی نمازمین موجود ہو تلاوت کلام مقدس - ذکر الہی دعا و مناجات سب کچھہ اسمین پایا جاتا ہے جسکو ہمنے مفصل طور پر اپنی کتاب افادات احمدیہ مین درج کیا ہے - یہان ہم حسن عقلی کو اس فریضہ کے بیان کرتے ہین -

(نماز کی حقیقت)

نماز کے واسطے جب انسان سچے دل سے اوس احکم الحاکمین خدا کے دربار مین حاضر ہوتا ہے - تو کیسی ہی نیت اور خلوص قلب سے یکرخہ ہو کر اودھر ہی متوجہ ہوتا ہے غیر کا خیال اور شرکت دخل پائے - نیت مین خلل آئے تو یہ اوسکی نماز ہی نہین تکبیر تحریمہ کے وقت جب اللہ اکبر کہکر دونون ہاتھہ اوٹھاتا ہے - تو یقیناً خدا کے ماسوا ہر ایک چیز کو اوسکے حضور سے پس پشت ڈالتے اور عالم جسمانی کے تمام فانی چیزون اور دنیاوی علائق سے ہاتھہ اوٹھانے کا خیال اوسکے دلمین مرکوز ہوتا ہے

اور کیونکر ممکن ہے؟ کہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی اپنے احتر۔ اضعف۔ بے مقدار اور بے حقیقت۔ ہونے کا خیال اوسکے دل مین نہ آئے۔ اور کچھ شبہہ نہین۔ کہ قیام کے وقت اپنے سچے مالک کے روبرو غلامون کی طرح مؤدبانہ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اپنے مالک کی کمال تعظیم وادب کا خیال اوسکے دل کے اندر ہوتا ہے۔ جسکے سامنے کھڑا ہے۔ کھڑے ہونے کے بعد اپنے سچے آقا (خدا) کی تعریف اور ثنا مین رطب اللسان ہوتا ہے۔ اوسکے تمام عیوب سے مبرا ہونے کا اقرار۔ اور علوشان۔ وکمال عظمت کا اظہار کرتا ہے۔ اسکے بعد سلسلہ کائناتیہ کے احسن وارذل وجود۔ منبع ومظہر شر شیطان ور شیطانی ملکات اور رذایل سے خدا کی پناہ مین آتا ہے۔ اوسکی پناہ اور تائید کے قلعہ مستحکم۔ اوسکی اعانت وتوفیق کے حصن حصین مین جاگزین ہوتا ہے۔ بہر بڑے مہربان نہایت رحم والے خدا کے نام سے ایک نہایت پرجوش اور موثر حصہ کلام الہی پڑھتا ہے۔ اوسمین خدا کے۔ رب العالمین۔ رحمن ورحیم اور مالک یوم الدین ہونیکا اقرار کرتا ہے۔ سب خوبیون کا مستحق اور تمام فیوضات کا سرچشمہ اوسی ذات مجمع الصفات کو قرار دیتا ہے۔ اوسی مبدء فیض کی عبادت کرتا اور اوسی سے اوس عبادت اور ضروریات کے واسطے اعانت چاہتا ہے۔ اپنے مالک کی حمد وثنا کے بعد اوسی حقیقی معطی سے عرضداشت اور مناجات کرتا ہے۔ اور روٹی روٹیون اور فانی چیزون اور نفسانی خواہشون کی اوس سے گذارش نہین کرتا۔ بلکہ اپنی اور تمام لوگون کی نجات کی سیدہی راہ پر چلنے کی اوس سے درخواست کرتا ہے۔ اوس راہ کی جسپر چلنے سے لوگ مورد افضال وعنایات ہوے ہین۔ اوس مسلک کی نہین جسکے سالک خدا کے غضب اور عذاب کے سزاوار ہین یا ادہر اودہر بہٹک کر اصلی راہ سے اور سمت

جارہے ہین۔اب منظوری کے آثار نمایان ہوے۔تقرب بڑھا نام الہی مین سے کچھ
پڑہنے کا بار ملا۔خدا کے کلام مین سے کچھہ حصہ پڑہتا ہے۔
خدا کی توحید مین کامل اور اوّل اور الفاظ مین مختصر واقل ہونیکی جہت سے اکثر سورۂ
اخلاص پڑہتے ہین۔جسمین خدا کی الوہیت۔احدیت صمدیت کا ذکر ہے احتیاج الی
اور کسی کے مولود ہونے سے اوسکے تنزیہ وتقدیس ظاہر کی گئی ہے اور اوسکو ہمثیل
وبےمانند خدا قرار دیا ہے جسکے برابر کا کوئی نہین۔
اسکے بعد اللہ اکبر کہکر اور خدا کو تمام عالم سے برتر بیان کرکے اوسکی درگاہ مین کمر تعظیم خم
کی جاتی ہے۔سر تسلیم جھکایا جاتا ہے۔اور ساتھ خدا کی بڑائی اور بزرگی کا برابر خیال
ہوتا ہے اور اوسکی عظمت۔ربوبیت اور تقدس کا دل اور زبان سے اقرار ہوتا ہے۔
اس تعظیم کے بعد پھر باادب کھڑا ہوتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ میرا آقا میرے اس حال
اور عبادت سے ناواقف نہین۔بلکہ خوب سنتا ہے اور اوسے سب حال معلوم ہے
اس سے بہی ایک عجیب جوش اور عجیب اثر دل پر پیدا ہوتا ہے اور خدا کی ہمہ دانی
کا خیال کرکے ایک اور ہی کیفیت دل پر طاری ہوتی ہے۔
کہ خدا کو اوسکی تحمید کا حال معلوم ہے اسکا خیال کرکے اب پھر اوسکی خوبیان بیان کرتا ہی
اور اللہ اکبر کہکر سجدہ مین سر زمین پر رگڑتا ہے۔اور خدا کی علو شان۔ربوبیت اور
پاکیزگی کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تئین مذلت پستی اور مقام نیستی مین خاک کے ساتھ
ملاتا ہے۔اور مقام عذر تقصیرات مین پیشانی اور بینی زمین پر رگڑتا ہے۔اللہ اکبر
اگر پہلا سجدہ تذلل وانکسار کے لیے ہے۔تو دوسرا اوسکی توفیق ادا کے شکریہ کے
اظہار کے واسطے۔

اب وہ وقت ہے کہ دربار سے اجازت رخصت ملی - اور خدمت سے فراغت ہوئی
اوسوقت رانون پر ہاتھ رکھکر کمال ادب اور تعظیم کے ساتھ منتظر حکم بیٹھا ہے اور تمام
قسم کے عبادات جو زبان سے ادا کی جاوین یا بدن ومال سے متعلق ہین - اونکا اصلی
مستحق اوسی معبود حقیقی کو قرار دیتا ہے - اور واسطۂ فیوض واہتدا اپنے پیشوا (جناب
رسولخدا) پر تحفہ درود وسلام بھیجتا ہے - اپنی اور سب نیک بندون کی ہر طرح سلامتی
چاہتا ہے - خدا کی الوہیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے - رحمت
عالمین کے واسطے نزول رحمت وبرکت کا ایسا ہے خواستگار ہوتا ہے - جیسے توحید
کے بڑے واعظ - انبیا رہنی اسرائیل وبنی اسمعیل کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے اوپر
خدا کی رحمت وبرکت نازل ہوئی - پھر بہ تضرع وانکسار اپنے اور تمام مومنون کیواسطے
دعا مانگتا ہے اور سلام کرتا ہے - اب یاد الٰہی سے دل مطمئن ہو گیا - روحانی سفر سے
جسکے اندر - دل - زبان - کان - آنکھ - وغیرہ سب اعضا برابر اپنا کام کر رہے تھے - واپس
آگیا - نماز سے فراغت حاصل کرلی - عالم جسمانی کی طرف رخ کرکے اہل عالم پر السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر نماز سے فارغ ہوا -

(تعیین اوقات)

کہا جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کے واسطے تعیین اوقات ضروری نہین ہے - انسان اپنے
دل کی مرضی پر جسوقت چاہے اوسکی عبادت کرسکتا ہے - یا ہر وقت اوسکے سامنے
اظہار نیازمندی کرکے مصروف عبادت رہ سکتا ہے - اسلیے کہ مذہبی نماز کے واسطے
اوقات کا تعیین اور پابندی اوقات فضول قید ہے -

لیکن قطع نظر اسکے کہ بلا تعیین اوقات ہر وقت خدا کی یاد اور اوسی کی طرف دھیان

لگائے رکھنا اسلام میں جمیع مذاہب سے زیادہ تر موکد ہے۔ مگر ہر عقلمند جان سکتا ہے
کہ ہمارے کاروبار اور شریفانہ دنیوی زندگی بسر کرنیکے واسطے انضباط اوقات کی
کسقدر ضرورت ہے۔ (لقمان) کا قول ہے "کوئی چیز بھی ایسی مضرت رسان نہیں
جیسے وقت کا فضول طور پر ضایع کرنا"

ساتھی عدم انضباط اوقات سے ہمارے روزانہ کاروبار میں ابتری واقع ہوجاتی
ہے اگر ابتدا سے باقاعدہ پابندی وقت کی عادت نڈالی جاوے تو بوقت ضرورت
اسکے مدون کرنے سے نہایت تکلیف ہوتی ہے انضباط اوقات کی عادت ڈالنے
کے واسطے نماز کیسا مفید فرض ہے جو شخص کہ نماز کا پابند ہے وہ اپنے روزانہ کار
بار خاص طور پر ٹھیک نماز کے وقت ختم کرلینے کی کیسی خوبی سے کوشش کرتا ہے
تاکہ کار مجریہ کو انجام دیکر وقت پر نماز پڑھ سکے۔

تعیین وقت مسلمانوں کو ہر کام کے اندر انضباط اوقات سکھاتے۔ اور اپنے اپنے
وقت پر ہر کام کو کرنے کا سبق دیتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بلاتعیین اوقات فاعل کو
اپنے فعل کا پورا خیال نہیں ہوتا چاہے مدتوں تک وہ کام نکرے۔ بلکہ پابندی اور
تعیین کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک طرح کا تکاہل وتکاسل اور سستی پیدا ہوتی ہے
انجام کو وہ کام چھوٹ جاتا ہے۔

لیکن تعیین اوقات سے انسان اپنے فعل کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ اور اوسکے
اتمام کے لیے سعی کرتا ہے۔ اور اوسکے کرنے کا منتظر رہتا ہے۔ اور پابندی کے ساتھ
وقت پر ٹھیک کام کرلیتا ہے۔ اور غالب ہے کہ فرض غیرموقت ہونے سے انسان ساری
عمر وہ کام نکرے اور امروز و فردا کرکے عمر تمام کرڈالے۔ تعیین اوقات اور پابندی کی

جہت سے مقررہ فرض ادا کرنے سے انسان کو گریز نہین ہے ۔

ان اوقات کے تعین مین ایک اور خوبی یہ ہے کہ انسان ایک نماز کے بعد معاد دوسری نماز کے لیے چشم براہ اور منتظر ہوجاتا ہے ۔ اور یہ خدا کی راہ مین "ایک نماز سے دوسری نماز تک" اوسکا انتظار بہی ایک طرحکی عبادت ہے ۔ نماز کا سچا پابند ہر وقت نماز ہی مین ہے جب کہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد ساتہی اوسی دوسری نماز کی تیاریکی فکر ہوتی ہے اور کچہ شبہہ نہین ہے کہ جس شخص کو اپنے مالک کے حضور پانچ دفعہ حاضر ہوئے ۔ اور اوسکے دربار مین پانچ دفعہ باریابی کا خیال ہے ۔ اور جو نماز کے اندر خدا کی عظمت و جلالت کا سچے دل سے اقرار کرتا ہے ۔ اور اوسکی سچی محبت کا دم بہرتا ہے ۔ اوسے گناہ کی طرف بہی میلان بہت کم ہوگا ۔ اور اوسے شرم اور حیا آویگی کہ مین اپنے مالک کے حضور گناہ کی آلایش سے آلودہ ہوکر کیسے حاضر ہون ؟ یا حاضر ہوکر کیسی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کرون ؟ یہ شرم وحیا اوسے ایسی دامنگیر ہوگی ۔ کہ رفتہ رفتہ گناہ ہونکا اثر اوسکے دل سے مٹ جاویگا اور تقدس و پاکیزگی اوسکے دل مین پیدا ہوکر فرشتون کا ہم پایہ ہوجاویگا ۔

علاوہ اسکے اگر تعین وقت نہوتے تو انسان فوائد نماز جماعت سے محروم رہتا غیر منضبط اوقات مین لوگ مسجدون مین آکر کیونکر مجتمع ہوتے اور ایکدل ہوکر ایک وقت مین سب عبادت خدا کرسکتے بلکہ متفرق و پراگندہ ایک ایک دو دو نماز پڑہ لیتے جسکو جسوقت فرصت ہوتی وہ مسجد مین آکر فریضہ مذہبی ادا کرلیتا اور جماعت کا ہونا میسر نہوتا اب شب و روز مین تین مرتبہ اقلا جمع ہوکر نماز پڑہنا اوقات معینہ مین ممکن الحصول ہوگیا اوقات نماز یومیہ بہی ساتہ حسن و خوبی کے مقرر ہوئے پہلی نماز صبح صادق

دوسری نماز بعد زوال وسط روز مین تیسری نماز کا وقت غروب تک ہے چوتھی نماز بعد غروب ابتداے روز ہی عبادت خدا سے ہو اور وسط روز ہی عبادت سے خالی نہ ہے اور آخر روز ہی عبادت ہو اول وقت شب ہی اوسیکا ذکر ہو اور وسط شب مین ہی اوسکی عبادت ہو پہر صبح کی نماز ایسے وقت پر ہوگی جو آخر شب اور اول روز مین شمار ہوگا پس روز وشب کا اول و آخر و وسط ان سب اوقات مین خدا کی عبادت ہر فرد بشر کریگا اور ہر ایک وقت نماز کو دوسرے وقت سے ہی اتنا ہی فصل دیا گیا ہی تاکہ امور دنیاوی کے انصرام سے ہی فراغت بسہولت ہو جاوے اور کاروبار دنیاوی مین ہی حرج و نقصان واقع نہو۔

(طہارت)

نمازی آدمی کو کسقدر تاکید ہے کہ اسکا لباس پاک وصاف اور ستہرا رہے اور اوسپر کسی قسم کا شبہ دہبہ نہ پڑجاوے۔ وہ کسقدر اپنے کپڑون کو نجاست غلیظ یا خفیفہ سے بچانے کا خیال رکہتا ہے اور یہ بات شریفانہ وقار قائم رکہنے اور سلف اسپکٹ (خود اپنا ادب) کے واسطے کتنی ضروری اور مفید ہے نماز کا عادی مسلمان اپنے بدن کی صفائی کا جتنا خیال رکہتا ہے وہ ایسے شخص سے ممکن نہین ہے جو نماز کا پابند نہو۔

وضو کا حکم دیا گیا ہے یہ اون جناب صلعم کا بین ارادہ تہا کہ وہ طہارت کا خیال ایک موثر اور مستقل طریقے کے ساتھ اپنے مقلدین کی دلنشین کردین۔ طہارت کے قاعدہ میں مثل دیگر قواعد کے ہم بلا تامل دیکہتے ہین کہ اون جناب نے نفاذ عادت کو سمجھا اور پسند کیا کوئی مسلمان جو روزانہ اوقات معینہ کا نماز گذار ہے کبہی نماز کا قصد

بلاخیال وضو نہ کریگا اوراس طرح سے دن مین پانچمرتبہ یا کم سے کم تین مرتبہ اوسکو ہاتھ منہ پاؤن صاف کرنا پڑتے ہین۔ اور خدا کے طلب کی لبیک مین درجہ آخر تک وہ طاہر رہتا ہے اور یہ اوسطہ بہ نسبت کسی دوسرے مذہب کے بہت تاکیدی ہے اس طرح سے اوسکو جسمانی صفائی کی ایسی عادت ہوجاتی ہے کہ وہ اوسسے کسی طرح بلا اعتراف مذہب منحرف نہین ہوسکتا اس مضمون کے متعلق جتنی شہادتین موجود ہین اوسسے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ؐ کا یہی مقصد نہ تہا کہ صرف منہ اور ہاتھ پاؤن خوب صاف ہون بلکہ جسم کے کل حصے اور لباس طاہر ہونا چاہیے۔ کوئی ذی فہم طبیب اس سے انکار نکریگا کہ جسمانی صفائی عادت معینہ اور غذاے سادہ معین صحت جسم نہین ہین روحانی فلسفی کا اصرار ہے کہ تاخیر اوقات غیر معین عادات مختلف اقسام کی اوباشی عیش وعشرت مین منہمک رہنا جسمانی صحت کے واسطے بہی اوسی طرح سے مضر ہے جس طرح سے اخلاقی صحت کے لیے۔

اس مکمل طریق عبادت سے یہ منشا ظاہر ہوتا ہے کہ صفائی اور خوش اسلوبی کی عادت ہونا چاہیے جسکے اخلاقی نتایج کی بابت کچہہ کہنے کی ضرورت نہین ہے وضو مین ظاہری صفائی کے سوا یہ بہی غرض ہے کہ باطنی روحانی قوی عبادت الٰہی کے لیے تیار اور بیدار رہین۔ اور مقصود طہارت ظاہری کے ساتھ طہارت باطنی ہے۔ چنانچہ آداب بیت الخلا مین لکہا ہے کہ جب انسان قضاے حاجت کرے اوسوقت بہی اپنی حالت پر نظر کرے کہ باطن اوسکا نجاسات عینیہ سے خالی نہین ہے جیسا کہ جناب امیرؑ فرماتے ہین (یا بن آدم انی لک والفخر فان اولک جیفۃ واخرک جیفۃ وانت فی دار الدنیا حامل الجیفۃ والنجاسات) اسیوجہ سے اس حال مین مستحب ہے کہ کہے (اللھم ارزقنی الحلال وجنبنی الحرام) خداوندا ہمکو حلال سے روزی کر اور حرام سے ہمکو

باز رکھو" بس یہ صاف دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ نجاسات ظاہریہ سے طہارت حاصل کرنیکے وقت انسان کو طہارت باطنیہ کی کوشش چاہیئے۔ اور اسیوجہ سے ہمکو حکم کیا گیا ہے کہ حالت تخلی مین انحراف قبلہ سے کریں۔ اور اسی صاف اشارہ اس طرف ہے کہ کعبہ چونکہ منسوب خدا کی طرف ہے اور بیت اللہ کے ساتھ ملقب ہی تو اوسکی تعظیم و احترام اسدرجہ واجب و لازم ہے کہ حالت بول و براز مین اوسکا مواجہ بہی ناجائز ہے۔ پس جو خانہ ظاہری مرکب ہو چوب و سنگ سے اوسکے مقابلہ پر ایسے نجاسات سے جب خدا راضی نہ ہو تو جو شئے بمفاد حدیث قدسی اعظم و اشرف ہو عرش سے یعنے قلب مومن کہ جو بیت معنوی اور خانہ باطنی خدا کا ہے اوسکو غبار ذنوب سے اور کثافات معاصی سے مملو رکھنے پر بدرجہ اولی ناراض ہوگا۔

پس بنا، وضو کی تزکیہ روحانی کے واسطے قرار دیگئی ہے۔ یہ ایسے اوسط درجہ کی طہارت ہے جو کہ اکثر اوقات میں مشکل نہین اور بے ضرر ہے۔ اور پانچ وقت کا غسل عموماً ضرور باعث زیادتی تکلیف بلکہ غیر ممکن التعمیل تہا اور وہ حکم عقلاً ناقص ہے۔ جو غیر ممکن التعمیل ہو یا عسر و تکلیف ہو۔ پس جبکہ پانچوقت کا غسل درحقیقت خالی از تکلیف نہین ہے تو اوسکے واجب کرنے سے کل اعضاے وضو کا دہونا جو ایک سہل امر ہے معرض التوامین آجاتا ہے "اگر یہ کیا جاوے کہ بجاے، پانچ وقت صرف ایکمرتبہ روز نہانا پانچوں وقت کی نماز کے لیے واجب کردیا جاتا" تو اسمین بہی نقص تہا یعنے روز ایکمرتبہ بہی باقاعدہ نہانا عوام کے لیے خالی از دقت نہ تہا۔ غسل شب و روز مین جب صرف ایک مرتبہ ہوتا

تو پانچ وقت منہ ہاتھ کیونکر دہویا جاتا حالانکہ ضروری ہے - کیونکہ بوجہ کار و بار دنیاوی دشتی و ہوا خوری وغیرہ کے ممکن - ہے کہ ہاتہ و پیر غبار آلودہ ہون کیونکہ کوئی لباس ساتر ہاتھ منہ کا محافظ نہین رہتا - بخلاف دیگر اعضاے جسمانی کے کہ لباس پورے طور سے محافظ و ساتر رہتا - ہے لہذا دیگر اعضا کا دہونا بقدر ضروری نہین صرف ہفتہ مین ایکمرتبہ یا دو مرتبہ حاجت ہے - اسیوجہ سے غسل روز جمعہ مستحب کیا گیا ہے علاوہ ازان جوان آدمی غالباً ہفتہ مین ایکمرتبہ یا دو مرتبہ باقتضاے قوت بوجہ احتلام یا مباشرت زنان کی ضرور جنب - سے ہوجاتا ہی پس جب ہفتہ مین دو یا تین مرتبہ جنب سے ہو تو غسل بہی واجب ہوگا - اور اعضاے جسمانی کی صفائی بقدر ضرورت ہوا کریگی حالت پیری و ضعف مین انسان یا جنب سے ہوگا - یا کم ہوگا - ویسا ہی غسل کی بہی قلت ہوگی جو بوجہ ضعف مناسب حالت پیری ہے - اسی طرحسے عورتین چونکہ مہینہ مین چند روز کے واسطے نجس ضرور ہوتی ہین پس اونکو از روے فرض کے ایک مرتبہ ضرور نہانا ہوگا اور وہ کثافات جو جسم مین ہوگئے ہین اون کو دفع کرنا ہوگا اور مرد سے جے مرتبہ مہینہ مین ہم بستری کا اتفاق ہوگا غسل کرنا واجب ہوگا اور نہین تو مہینہ مین ایک مرتبہ تو ضروری ہی فرض ہوگا لیکن غسل روز کرنا یا دن بہر مین چند مرتبہ کرنا ممنوع نہین کیا گیا ہے بلکہ اکثر اوقات وخاص بروز جمعہ مستحب ہے - اور تعمیل کرنا مستحبات کا موجب اجر و ثواب قرار دیا ہے - اس سے ثابت ہے کہ امور استحبابی مین بہی حکمت بالغہ شامل ہی مگر بسبب عسر و تکلیف کے واجب نہین کیا گیا - اور نہ امر مشکل مین انسان

مجبور کیا گیا جس سے ترحم شرعی بھی ثابت ہوگیا ہے اور ترحم عقلا اور رواجا داخل عادات پسندیدہ ہے۔

پس روزانہ غسل ہوتا تو علاوہ عسر و حرج کے اکثر طوق امراض ہوتا خصوصاً اوس سرزمین پر جہان منزان پانی پینے کو بھی نصیب نہین ہوتا۔ اور پھر وہ پتھریلے سنگلاخ زمین جہان ہر ذرہ طپش آفتاب سے کرہ نار کی صورت ہو رہا ہے۔ اور عرب کی وحشی قوم جو کسی طرح سے اپنی تندرستی کی تدبیر نہین کر سکتے۔ نہ بسبب افلاس وتنگدستی اونکو مکانات بود و باش کیواسطے نصیب ہین بجز خیمون کے اون صحراون مین اور کیا ہے جن مین بسر کرین نہ سایہ ہے نہ درخت ہے نہ پانی ہے دن بھر دھوپ سے جلتے ہوتے ہین اگر اوس دھوپ کی جلتی جلتے دفعتاً نہا دھو لیتے تو کیا سرسام و امراض دماغی مین مبتلا ہوجاتے ضرور بطلان صحت جسمانی ہوتا۔ پس مناسب ہی تھا کہ دست و روء دھوئین گیلا ہاتھ سر پر بھی پھیرین جس سے تفریح طبع ہو صحت بھی باقی رہی نماز باطمینان ادا ہو گرمی کی تکلیف سے خضوع مین فرق نہ آوے کیا کوئی طریقہ اس سے بہتر دنیا مین ہو سکتا ہے تذکیہ روحانی بھی جس سے نصیب ہوگا۔ دیکھو اثر وضو کا روح پر کیسا بین ہے کیا بعد وضو کے تفریح قلب نہین ہوتی۔ اور کیا وضو سے تصفیہ باطن نہین ہوتا جیسا کہ اون ادعیہ سے بخوبی واضح ہوتا ہی ہر عضو کی شست و شو مین طہارت باطنی کی خواہش رہتی ہے۔

ہاتھ دھوتے کے وقت یہ دعا پڑھنا چاہیے (بسم اللّٰہ وباللّٰہ والحمد للّٰہ الذی جعل الماء طہورا ولم یجعلہ نجسا) جسکا مفہوم یہ ہے کہ یہ فعل ہمارا خالصاً لوجہ اللہ ہے تقرب خدا کے واسطے اور ہم او سکے اس نعمت لازوال کے مشکور ہین

کہ اوس نے پانی کو ہمارے واسطے طاہر و مطہر قرار دیا اور نجس نہ کیا ورنہ بدون پانی کے ایک لمحہ بھی ہم زندہ نہ رہ سکتے اور اگر باوجود نجاست ہم اوس پانی کو پی لیتے تو شرب نجاست ہوتا۔

ہاتھ دہوتے وقت اپنے منعم حقیقی جسنے پانی سی شے ہمکو عطا کی اوسکا شکر ادا کرتے ہین۔

کُلی کرتے وقت کہتے ہین۔ (اللھم لقنی حجتی یوم القاك واطلق لسانی بذکرك وشکرك) بارالہا جس روز ہم تیری حضوری مین حاضر ہون اور تو ہمسے سوال کرے ہمارے کردار و افعال کی بابت تو تو ہمکو جواب پر قادر کرنا اور اپنے ذکر و شکر کے ساتھ ہماری زبان کو گویا فرمانا۔

ناک مین پانی ڈالتے وقت کہتے ہین (اللھم لا تحرم ریح الجنة واجعلنی ممن یشتم ریحھا و روحھا وطیبھا) بارالہا ہمپر خوشبوے بہشت کو حرام نہ فرمانا اور ہمکو اون خاص بندون مین اپنے محبوب فرما جو کہ خوشبوے بہشت کو ہر وقت سونگھا کرتے ہین پہر منہ دہونے کے وقت یہ کہتے ہین (اللھم بیض وجھی یوم تسود فیہ الوجوہ ولا تسود وجھی یوم تبیض فیہ الوجوہ) اے ہمارے خدا چہرہ کو ہمارے اوس روز روشن کرنا جس روز منہ لوگون کے تاریک ہونگے اور منہ ہمارے مکدر و سیاہ نکرنا اوس روز جس روز تیرے خاص بندون کے چہرے چمکدار اور روشن ہونگے۔

اور داہنا ہاتھ دہوتے وقت کہا جاتا ہے (اللھم اعطنی کتابی بیمینی والخلد فی الجنان بیساری وحاسبنی حسابا یسیرا) بارالہا نامہ اعمال کو ہمارے داہنے ہاتھ مین دینا

اور بائین ہاتھ کو بھی خالی نہ رکھنا بلکہ جنت کو ہمارے بائین ہاتھ مین دینا اور بہت تھوڑا حساب ہمسے لینا۔

اور بائین ہاتھ دہوتے وقت یہ کہنا چاہیے (اللھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا تجعلہا مغلولۃ الی عنقی و اعوذ بک من مقطعات النیران) بارالہا نامۂ اعمال کو ہمارے بائین ہاتھ مین نہ دینا اور نہ ہمارے ہاتھون کو پس گردن سے باندہنا اور پناہ دینا آتش دوزخکی انگارون سے۔

بوقت مسح سر یہ دعا پڑہتے ہین (اللھم غشنی برحمتک و برکاتک وعفوک) اے میرے خدا اپنی رحمت کاملہ اور برکات وعفوسے مجھکو ڈہانپ لے۔

اور بوقت مسح پا کہے۔ (اللھم ثبتنی علی الصراط یوم تزل فیہ الاقدام واجعل سعی فیما یرضیک عنی) بارالہا ثابت قدم کرنا ہمکو صراط پر جسروز قدم سب کے ڈگمگاتے ہون اور جسمین تیری رضا ہو اوسیکا مجھکو پیرو اور ساعی گردان۔

پس ہر فعل سے وضو کی ابدی خواہش اور حیات اخروی کی خواہش ہے اور ظاہر ہی کہ جب خدا سمیع و بصیر و سامع الدعا ہے۔ تو جب خالص نیت سے ہم اوس حیات ابدی کے آرزو کرینگے تو ضرور وہ عطا کریگا۔

پس وضو ہمارا عملی طور کا شکریہ ہے پانی کا استعمال ہم دن رات کرتے ہین کہانے پیتے نہاتے دہوتے ہین اس نعمت کا شکر ہم اس قاعدہ سے ادا کرتے ہین کہ بعض اعضا کو ہمنے مخصوص کرلیا ہے کہ اوسکو دہوتے وقت خدا کے اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہین اور پہر تصفیہ بہی ہون اعضا کا ہو جاتا ہے جو اکثر کثیف رہتے ہین جو اعضا وضو مین دہونے کے واسطے معین ہین یہ سب دیگر اعضا کی بہ نسبت زیادہ تر کثافات مین آلودہ

رہتے ہین اور یہ امر بدیہی اور محتاج بیان نہین ہے۔

اور پھر یہ بہی تو دیکھو وضو کے بعد کونسا عضو ناپاک رہ جاتا ہے پہلے طہارت جسمانی شرط ہے بعد اوسکے اعضاے وضو کے دہونے کا حکم ہی سب سے اعضا وضو کے بعد پاک وصاف ہوتے ہین۔ پس کیا عقلا یہ امر سزاوار نہین ہے کہ ہم جب کسی بادشاہ کے دربار مین جاوین تو پاک وصاف ہون جس زبان سے اپنے مالک و خالق کا نام لیوین وہ کام ودہان کثیف ہو ہرگز عقل مین مستحسن نہین۔ اسیکو تو مولاے مومنان نے فرمایا ہے۔ (ان افواہکم طرق القران فطہروہا بالسواک) دہان تمہارے راستہ کتاب خدا کا ہین پس اونکو مسواک کرکے پاک وصاف کردیتے اپنے خدا کے کلام اور اوسکا نام لینے کے واسطے بہی منہ پاک کرتے رہو۔

تمام قومین طہارت بدنی کو جزو عبادت تصور کرتے ہین۔ اور کل مذاہب مین قدیم سے ظاہری طہارت باطنی طہارت اور عبادت کا ضروری مقدمہ متصور کی جاتی ہے دین اسلام جو سب دینون سے افضل واکمل ہے کیسے ممکن تہا کہ اوسمین یہ عمدہ اور محمود رسم قائم نہ رہتی۔ اور طہارت ظاہری جو باطنی صفائی کا مقدمہ اور قوی تحریک ہے۔ شرط عبادت نہ ٹھہرتی۔ بلکہ دین اسلام نے اس عمدہ دستور کو عبادت اسلامی مین اس عمدہ التزام کے ساتھ داخل کیا ہے کہ کوئی قوم اور مذہب اوس سے مقابلہ نہین کرسکتا پہر کیا کوئی قاعدہ طہارت کا اس سے بہتر کسی ملت ومذہب مین ہے۔

فطرت انسانی کی آزادی وضو مین بہی رو کی گئی ہے اور اسیوجہ سے ترتیب کو ضروری سمجھا ہے اور اس ترتیب مین بہی حسن عقلی ہے۔

مستحباً دونو ہاتھ کہنی تک دہوئی جاتے ہین - اسمین یہ حکمت ہے کہ جو کچھ چرک و
کثافت ہاتھ مین پہلی ہو صاف ہوجاوے کہ اسی ہاتھ سے دیگر اعضا کا دہونا ہی -
اور اسی ہاتھ سے پانی دہن کے اندر پہونچایا گیا اسوجہ سے بہی پہلے ہاتھ کی صفائی
ضروری ہے تاکہ چرک آلودہ ہاتھ سے پانی منہ مین نہ پہونچایا جاوے -
کلی کرنے سے ظاہر ہے کہ پورے طور سے منہ کی صفائی ہوجاتی ہے اور منہ کی صفائی
اسوجہ سے ضروری ہے کہ بوجہ اکل و شرب کے گندہ رہتا ہے اور جو سانس منہ سے
باہر نکلتی ہے وہ نہایت ہی گندہ و خراب مضر صحت ہے - پس ممکن نہین ہے کہ ایسی
ہوا دہن مین سرایت نکرے - علی ہذا دہن مخرج بلغم و رطوبات فاسدہ کا ہے لہذا
اسکا صاف کرنا چند مرتبہ دن بہر مین ضروری ہے -
کلی کے بعد ناک مین پانی ڈالنا اس بنا پر مستحسن ہے کہ رطوبات دماغیہ خارج ہو کر
بینی پاک ہوجاوے اور وہ گندہ و کثیف سانس جو منہ سے مشام تک پہونچی ہے
وہ دفع ہوجاوے اور پہر یہ بہی مصلحت ہے کہ پانی کی برودت ناک کے ذریعہ سے
دماغ تک پہونچی اور فرحت حاصل ہو جیسا کہ نفع اسکا موسم گرما مین بخوبی ظاہر ہی -
بعد اسکے منہ پر پانی ڈالنا دن مین تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ ضروری ہے چونکہ منہ پر کوئی
لباس ساتر نہین رہتا جو گرد و غبار سے منہ کو محفوظ رکھے اور چرک آنکھونکا دفع ہو اسلیے
منہ دہونا ضروری ہوا -
پہر دونون ہاتھونکا کہنی سے سر انگشتان تک دہونا واجب سمجھا گیا - اسمین یہ نکتہ
چینی ہوتی ہے کہ جب ایک مرتبہ استحباباً گٹے تک ہاتھ دہویا گیا تو دوبارہ کیا ضرورت ہے
جواب اسکا یہ ہے کہ دوبارہ عقلاً دہونا ہاتھون کا اسوجہ سے ضروری ہے کہ اوسی ہاتھ

منہ دھویا گیا کلی کی گئی ناک میں پانی ڈالا گیا اور پھر کہنی تک دھونے سے گئے اور اونگلی تک میلا پانی ضرور یہ آتا ہے اسوجہ سے ضرور ہے کہ جب کہنی تک ہاتھ دھویا جاوے تو اوسکے ساتھ سرانگشتان تک دھویا جاوے اور کہنی تک دھونے کی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ اکثر کام ایسے پیش آجاتے ہیں کہ کہنی تک آستین اوٹھنے کی ضرورت ہوتی ہے اسوجہ سے اکثر کہنی تک ضرور ہاتھ میلا ہوجاتا ہے پس کہنیوں سے دونوں ہاتھ دھونا جسمیں شرف ظاہری راست کا مرعی رکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی ملحوظ ہے کہ اکثر امور دنیاوی اسی سے انجام پاتے ہیں یہ رذائل دنیا میں زیادہ آلودہ رہتا ہے اسی کو پہلے دھوویں اور اوس سے نظافت روحانی حاصل کریں۔

مسح سر کا واجب کیا گیا اسمیں یہ حکمت رکھی ہے کہ سر ایک نازک مقام اور عقل کا گھر ہے اور سر میں فاسفورس زیادہ ہے۔ پس ایسے باریک مقام پر زیادہ سردی و گرمی پہونچنا مضر صحت ہے اور رطوبات کی گرمی زیادہ ہوتی ہے چونکہ تالو کے اوپر سر کا بالائے سطح نہایت نازک ہے اور اوس مقام کو ہوا کھلانا مناسب ہے اور ہر دم گرم رکھنا بہتر نہیں ہے لہذا مسح سر کا اسی لیے واجب کیا گیا کہ اس مقام سے بال ہٹے رہیں تاکہ بذریعہ سامات کے صاف ہوا پہونچا کرے اور ہاتھ کی قلیل رطوبت کچھ گرمی سامات کی کم کردیا کرے اور بال کے ہٹ جانے سے بذریعہ مسامات بخارات بھی نکلا کریں اسلیے کہ مسح کے وقت بال ہٹا دینا ضروری ہے۔

بعد اسکے مسح پاؤں کا واجب ہے اسمیں یہ مصلحت ہے کہ کف پا مثل سر کے نازک ہے اور بذریعہ مسامات بخارات کا نکلنا ضروری ہے اسلیے مناسب ہے کہ چند مرتبہ روز

پانا بہ اوتار اجاوے اور جو گرد و غبار پہونچی ہے وہ بسبب مسح دفع ہوجاوے اور چونکہ دیگر عضو مین بمقابلہ پاؤن کے بوجہ شئی زیادہ گرد پہونچنے کا احتمال نہین ہے اسوجہ سے مسح دیگر عضو کا واجب نہین ہوا اور کف پا پر اگر مسح کیا جاتا تو پاؤن مین برودت پہونچنے سے ابخرات کا صعود اوپر کو ہوتا جس سے خوف مضرت تہا علاوہ اس حسن عقلی کے اور بہی وجوہ عقلی ممکن ہین اگرچہ اصلی منشا اوس حکیم وعلیم کا ہم نہین جانتے لیکن اپنے سمجھنے اور دوسرون کے سمجھانے کے واسطے کچہ نہ کچہ عقل ہماری بہی حسن عقلی ان افعال مین پیدا کردیتی ہے ۔

ایک شبہہ اس مقام پر لائق جواب اور ہو کہ۔ وضو حدث اصغر کے واسطے کیون قرار پایا اور حدث اکبر کے واسطے غسل کی کیون ضرورت ہوی عکس کیون نہوا۔ توجواب اوسکا یہی ہی یعنے عسر و حرج لازم آتا اسوجہ سے کہ بول وبراز دن ورات مین اکثر ہوتا ہے پس ہر ایک کے واسطے غسل کرنا ہوتا لہذا طہارت بعض اعضا بسبب سہولت کے قرار دیگیی اور جو نجاسات اتفاقی ہوتے ہین مثل جنب اور حیض ونفاس کے پس اون سے طہارت از روے غسل کے قرار پاے تاکہ عسر نہ ہو اور مہینہ مین دو ایک بار غسل بہی ہوجایا کرے جو کہ طبا بہی بعد جنابت وبعد حیض ونفاس مستحسن ہے اسواسطے کہ آب سرد وآب گرم سے حسب موقع غسل کرنے مین طبا بہت سے فواید ہین ۔

اور علاوہ فائدہ طبی کے یہ بہی فائدہ ہے کہ " طہارت ظاہری موجب طہارت باطنی بہی ہوتی ہی۔ پس چونکہ جنابت مین اثر اوسکا جملہ اعضاے جسمانی کو ہوتا ہے پس جملہ اعضا کو دہونا چاہیے اور حیض ونفاس مین اس امر کا خیال ہوتا ہے کہ شب وروز مین بھول وچوک سے اور اعضا پر بہی اثر نجاسات پہونچتا ہوگا لہذا سب اعضا دہو ڈالے جاوین اور اسی سے طہارت

باطنی جملہ اعضا کے ہوجاوے۔ خصوصاً غسل نفاس کہ یہ غسل بعد زچہ خانہ کے ہوتا ہے
اور کثافات زچائیت کے ضرور دفع کرنا لازم ہین عقلاً۔

(غسل میّت)

غسل میت مین عقلا حسن ہے کہ میت بسبب لحوق امراض اکثر کثافات مین آلودہ ہوتا ہے اور حالت مرض مین اپنے جسم کو پاک وصاف بہی نہین کرسکتا دوسرے یہ کہ دربار شاہنشاہ دوجہان مین جانے والا ہوتا ہے لہذا جسم کو کثافات دنیاوی سے پاک کرکے درباری لباس جو خاص کیا گیا ہے اسی دربار کے واسطے پہن کر جاتا ہے۔ اور عوض عطرو گلاب کے خوشبوے کافوری سے اپنے جسم کو معطر کرتا ہے بلکہ آب سدر وآب کافور اور حنوط سے نفع یہ بہی ہے کہ روائت ہوا دفع ہو اور غسال ونیز مشائعت جنازہ کرنے والے کو کسی قسم کا ضرر نہو دیکہو پلیگ مین ڈاکٹران صفائی نے تجویز کیا تہا کہ میت کی قبر مین چونا بہردین ہمارے شریعت نے صفائی ہوا کا پہلے سے انتظام فرمایا اور کافور جسکو خاص مناسبت ہے صفائی ہوا مین میت کے ساتھ قبر مین رکہنے کا حکم دیدیا۔

(غسل مس میّت)

غسل مس میت۔ مین حسن یہ ہے کہ اکثر ایسے مرض مین مرتے ہین جو کہ طبًا امراض ساریہ مین سے ہین پس اوسکے واسطے ڈاکٹرون نے صفائی مکان کا حکم دیا ہے اوس لباس اون اشیاء سے جو مستعمل اوس مریض کے تہی پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے بعض اوقات مین تخلیہ مکان تک تجویز کیا ہے اور اگر تخلیہ مکان نہو تو بخورات سے بجوا مکان کی صاف کی جاتی ہے مکان مین قلعی وچونا پہیرنے کا حکم ہوتا ہے ہان جو لوگ امراض ساریہ مین

نہین مرے ہین اونکے واسطے البتہ یہ انتظام نہین ہے لیکن پہر بہی میت سے طباً علیحدگی
چاہیے اور کثرت موت باعث روائت ہوا ثابت ہوی ہے کوئی ڈاکٹر کبہی منع نہ کریگا
کہ میت کو چہو کر ہاتھ نہ دہو ویں پس ہمارے طبیب حقیقی نے جو خود خالق موت وحیات ہے
روائت ہوا سے بچنے کے واسطے عام کلیہ قرار دیدیا ہے کہ میت کو چہو کر نہا ڈالین اور
یہ امر بدیہی ہے کہ بعد مرنے کے کل مسامات جسم میت کے کشادہ و فراخ ہو جاتی ہین
پس بخار غلیظ و ہوا سے فاسد بذریعہ اون مسامات کے داخل و خارج ہوتے
ہین پس جب میت کو مس کرینگے تو وہ ہوا سے فاسد اور بخارات فاسدہ جسم
میت کے بذریعہ مسامات مس کنندہ کے جسم مین داخل ہونگے جس سے خوف ضرر
ہے اور کچہہ عجب نہین کہ وہ ذی روح حیوان جو کہ مسامات انسانی مین رہتے ہین
اور بنا بر تحقیق جدید ثابت کیے گئے ہین کہ ایسے ذی روح جو نظر سے محسوس نہین ہوسکتے
جسم انسانی مین بذریعہ مسامات داخل و خارج ہوتے رہتے ہین۔ پس وہ ذی روح
جسم میت سے خارج ہو کر جسم مس کنندہ مین داخل ہوتے ہون اور وہ باعث
مضرت سمجہے گئے ہون پس اس احتراز کے واسطے نہانا معین ہوا جو کہ عقلاً کسی
طرح سے مضر نہین یہ تو عام فائدہ تہا اب خاص خاص فوائد یہی ہین۔
مثلاً اکثر عزیز و اقارب فرط محبت سے جسم میت سے لپٹ جاتے ہین اور اپنی حالت
افراط غم سے تباہ کرتے ہین پس علاوہ اسکے کہ کثافت جسم کا باعث ہوا ایک
یہ امر بہی ہے کہ لپٹنے سے عزیز و دوست کے اور زیادہ محبت جوش مارتی ہے
اور رقت طاری ہوتی ہے پس صدمہ و الم افراط حرارت سے ہوتا ہے اور
گریہ وزاری و صدمہ و بیقراری موجب حرارت ہے چنانچہ اکثر زیادہ رونے سے

بخار ہوجاتا ہے آنکھین سرخ ہوجاتی ہین تشنگی کا غلبہ ہوتا ہے یہ سب امور افراط حرارت پر دلیل بین ہین پس غسل کرنا موجب ہوگا تسکین کا اور حرارت بہی کم ہوگی جس سے فی الجملہ صدمہ و ملال بہی دفع ہوگا جیسا کہ جو بچہ بہت روتے ہین تو اونکا منہ دہلانے سے وہ ضد کم ہوجاتی ہے۔ اور یہ بہی ظاہر ہے کہ مس کرنا میت کا۔ یا بترحم ہوگا جو موجب غم و الم ہے۔ یا بضرورت ہوگا مثلاً غسل دینے کے واسطے یا صندوق و جنازہ مین رکھنے کے واسطے۔ اور غسل دہندہ عزیز قریب ہے۔ اکثر ہوگا اس واسطے کہ اولیا، اور ورثا میت شرعاً مقدم ہین غیر پر اور مستحب بہی ہے کہ وہی لوگ متکفل غسل وغیرہ کے ہون مثل باپ۔ اور فرزند۔ اور شوہر۔ وغیرہ کے پس ضرور یہ لوگ زیادہ اندوہگین ہونگے قرابت و عزیزداری کی وجہ سے اور دفع اندوہ کے واسطے حکمت شرعیہ مین غسل قرار دیا گیا ہے۔ اب رہا غیر اگر باجازت ورثا متکفل غسل ہو مثلاً تو اوسکو بہی غسل میت اسی بنا پر کرنا ہوگا (غیر شخص اگر کوئی زحمت و تکلیف اوٹھائے دران حالیکہ کوئی اجرت اور نفع نہو تو یہ بہی بدون ترحم کے ممکن نہین) اور مترحم اندوہگین بہی ہوگا لہذا دفع اندوہ کے واسطے اوسکو بہی غسل چاہیے۔

بہرحال کوئی نہ کوئی عقلی فائدہ ضرور ہے اور ممکن ہے کہ فی نفسہ کوئی اور لم ہو جسکو ہم نہ جانتے ہون ؏

(ترتیب غسل)

اب غسل کی ترتیب کے حسن کو دیکھنا چاہیے۔ پہلے سر و گردن اسوجہ سے دہونا چاہیے تاکہ دماغ پر سے ابخرات برودت پاکر بائل باسفل ہون اگر پہلے سر و گردن

نہ دھویا جاتا اور جسم پائین سے ابتدا ہوتی تو صعود ابخرات ہوتا اور درد سر وغیرہ لاحق ہوجاتا قطع نظر اسکے جسم پائین اگر دھویا جاتا اور بعد مین سر وگردن تو نہانا اور نہ نہانا ایک ہوجاتا اسواسطیکہ سر وگردن دھونے سے پھر کثافات وگرد وغبار سرے بہکر جسم پائین پر پہونچتی اور دوبارہ دھونا پڑتا۔ اب جانب چپ وراست مین تقدیم وتاخیر کیوجہ بھی ہے کہ۔ شرافت ظاہری داہنے کو بائین پر ہے۔ اور داہنا ہی جانب اسور دنیاوی مین زیادہ مشتغل ہوتا ہے پس اس طہارت ظاہری کو باعث طہارت باطنی چونکہ قرار دیا ہے اسوجہ سے طہارت اوسی عضو کی مقدم ہوگی جو زیادہ ترکثیف ہوا اور آلودہ گرد معاصی سے زیادہ ہو۔

(تیمم)

درصورتیکہ پانی ممکن نہو۔ یا مضر ہو اوسوقت تیمم خاک پر کیا جاتا ہے۔ اور اسمین حسن عقلی یہ ہوکہ خاکساری اور تذلل درگاہ باری مین کرتے ہین اور خدا سے خاکسارون اور ذلیلاون کی صورت بناکر گویا التجا کرتے ہین کہ خداوندا پانی سے نعمت سے ہم محروم ہین تو ہمکو پھر یہ نعمت عظمیٰ عطا فرما اگر کوئی مرض ہے تو گویا اوسکے دفعیہ کی التجا اور دعا خدا سے کرتے ہین۔ اور تنفر خلائق کے خیال سے ممانعت کردی گئی ہے کہ مٹی سے منہ کو کثیف نہ کرو بلکہ مٹی پر ہاتھ مارکر منہ پر مل لو تاکہ دیکھنے والا باطنی حالت کا دیکھے اور لوگ چہرے کو گرد آلودہ نہ دیکھین۔

پس اسلام مین بڑا زور روحانیت پر دیا گیا ہے۔ اور اصل اصول دین کا صفائی باطن کو قرار دیا ہے۔ پس جو لوگ صرف طہارت ظاہری پر مرتے ہین اور ظاہری صفائی کی طرف ہر وقت مشغول رہتے ہین اور اونکے قلوب کبر وریا سے مملو ہین اونین کی

نسبت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ سب سے اہم و اعظم طہارت پاک کرنا دل کا ہے۔ تمام بُری خواہشون اور بیہودہ رغبتون سے۔ اور دفع کرنا ہے نفس سے تمام مکروہ و مذموم خیالات کو۔ اور اون تصورات کو جو انسان کے دل کو خدا کی طرف سے باز رکھتے ہین۔

مسلمانون کے نزدیک طہارت ظاہری صرف ایک مقدمہ ہے۔ اوس بڑے عظیم الشان عبادت کا جو آگے آنے والی ہے اور جسمین انسان کو تصفیہ اور تنزیہ قلب حاصل ہوتا ہے اور قواے روحانی یاد الہی مین مطمئن ہوتے ہین چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے:

نماز تمھارے واسطے اس طرح سے ہے جیسا کہ کسیکے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ گھر سے نکلتی ہے دن مین پانچ مرتبہ اوسمین نہائے بھلا اوسکے بدن مین پھر کچھ کثافت رہجاویگی۔ ہرگز نہین یہی پانچون نمازون کا حال ہے کہ اوس سے دن بھر مین پانچ وقت انسان اپنے باطن کو پاک و صاف کرتا ہے۔ ممکن نہین۔ کہ نماز کے ساتھ ولگی کثافت اور گناہ کی میل باقی رہے۔

(حسن اذان)

"اذان" لغت مین بمعنی ندا ہے۔ جیسا کہ کلام الٰہی مین کئی مقام پر اذان بمعنی ندا استعمال ہوی ہے۔ پس جبکہ اذان ندا ہے۔ اور خاص عبادت کرنیکے واسطے اس ندا سے لوگون کو بلاتے ہین۔ تو غور کرو کہ کوئی طریقہ ندا کا اور اعلان کا بہتر اس طریقہ اذان سے ہے یا نہین۔

اگر اعلان نماز۔ ڈھنڈورے۔ یا اشتہار سے ہوتا تو عسر شدید ہو جاتا ہر نماز کے واسطے یہ ناممکن تھا۔ اگر نقارہ۔ یا گھنٹہ۔ و ناقوس۔ سے اعلان کرایا جاتا (جیسا کہ شریعت عیسوی و مذہب ہنود وغیرہ مین رائج تھا) تو اس طریقہ اعلان مین یہ نقص ہے

کہ بجز صدا کے اور کچھ ندا نہ پیدا ہوتی ؟ اور چونکہ اور مذاہب مین بھی یہ طریقے مروج تھے پس اشتباہ ہوتا کہ گھنٹہ و ناقوس کسی دیر مین بج رہا ہے یا نعوذ باللہ مسجد مین بجتا ہے۔

لہذا اس عبادت کی ندا اذان قرار پائی جسمین یہ حسن ہے کہ عقائد اسلامیہ کا اظہار ہوتا ہے۔ کم از کم تین وقت کھڑے ہو کر بآواز بلند بڑے جوش وخروش کے ساتھ خدا کی کبریائی اور علو کا اظہار۔ اوسکے الوہیت وحدانیت کا اقرار۔ اپنے ہادی نبی کی رسالت کی شہادت۔ نماز و راہ نجات کی طرف دلالت کی جاتی ہے ؟ سبحان اللہ جس مذہب مین پانچ وقت بآواز بلند اصول ایمانیہ کا اعلان کیا جاوے۔ خدا کی وحدانیت۔ اپنے نبی کی رسالت کا اقرار کیا جاوے۔ کیسے ممکن ہے ؟ کہ اوس مقدس دین کا رواج نہ ہو امام رضا ؑ نے بھی فوائد اذان کو اپنے کلام ہدایت انضمام مین ارشاد فرمایا ہے جسکا مفہوم یہ ہے۔

اذان لوگون کو نماز یاد دلاتی ہے۔ غافلون کو ہوشیار و متنبہ کرتی ہے۔ جو لوگ وقت نماز سے ناواقف ہین اور اونکو نہین معلوم کہ وقت نماز داخل ہوا یا نہین وہ اذان کی وجہ سے واقف ہو جائینگے اور نماز پڑہنے پر مستعد ہونگے۔ موذن اذان سے لوگون کو عبادت خدا کے واسطے بلاتا ہے۔ ترغیب نماز دن مین اقلاً تین مرتبہ کرنے سے کیسا ہی تارک الصلوۃ ہو خواہ نخواہ نماز کی طرف راغب ہوگا۔ موذن اقرار توحید کر کے اپنے ایمان کو اور اصول مذہبی کا اعلان کرتا ہے۔ ابتدا اذان کی تکبیر سے ہوتی ہے۔ اور انتہا تہلیل پر ہے۔ اسواسطے کہ تکبیر مین خدا کا نام اوسکی بزرگی کے ساتھ لیا جاتا ہے اور پہلے خدا ہی کا نام لیکر پکارتے ہین اور انتہا

اذان اور ندا کے بہی خدا کی نام پر ہے جسکو ہم تہلیل کے ساتھ ظاہر کرتے ہین اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ خدا جسکے عبادت کے واسطے تمکو ہم بلارہے ہین یہ ایک ہی ہے کوئی اسکے سوا خدا نہین ہے اسکی تمکو عبادت چاہیے۔ دو دو بار ہر ہر فقرہ کو اذان کے ہم اس وجہ سے کہتے ہین۔ کہ تکرار فائدہ تاکید دیتی ہے۔ ایک بار کسی نے مثلاً آوازہ سنی تو دوبارہ سنکر آمادہ نماز ہوگا۔ اور یہہی مناسبت ہے کہ نماز دو دو رکعت کر کے اکثر پڑہی جاتی ہے۔ پس دو دو مرتبہ ایک ایک ذکر اذان مین بہی قرار دیا۔ ابتداے اذان مین چار مرتبہ تکبیر کہنے سے یہ فائدہ ہے کہ موذن جسوقت اذان شروع کرتا ہے اوسوقت لوگ غافل بیٹھے ہوتے ہین پس دو مرتبہ اون غفلت شعارون کو متنبہ کرنے کے واسطے اور زیادہ کر دیا۔ بعد تکبیر کے شہادتین کہی جاتی ہین۔ اسلیے کہ اول الایمان توحید ہے۔ اور بعد اوس توحید کے اقرار رسالت و نبوت حضرت ختمی مرتبت ہے اور اسی سے ایمان و کفر مین امتیاز ہوتا ہے اور اصل ایمان یہی شہادتین ہین اور یہ دونون معرفتین ملی ہوئی ہین یعنے جو اقرار وحدانیت خدا کریگا اوسکو اقرار رسالت نبی بہی ضرور ہے۔ اور کلمہ شہادتین دو دو مرتبہ اسوجہ سے کہا جاتا ہے کہ شرع شریف مین ہمارے جملہ حقوق مین دو شاہدون کی ضرورت ہے۔ اور نماز افضل اور عمدہ انحاء حقوق ہے کیونکہ یہ حق خدا ہی اسوجہ سے دو دو مرتبہ شہادتین دیگئی۔ پس جب بندہ خدا کی وحدانیت اور رسالت حضرت ختمی مرتبت کا اقرار کریگا تو جملہ ارکان ایمان کا مقر سمجہا جاویگا اسواسطے کہ اصل ایمان مین یہی شہادتین ہین۔ بعد شہادتین نماز کے واسطے بلاتے ہین۔ اور حی علی الصلوۃ کہتے ہین۔ کیونکہ اذان ندائے نماز ہے پس اوسیکا ذکر ہے نہو یہ بہینی ہوتا۔ بعد اس ندا کے پہر موذن فلاح و خیر کیطرف بلاتا ہے۔ اور نمازی پر اس امر کو واضح کرتا ہے کہ نماز باعث فلاح دارین ہے اور بہترین

اعمال ہے۔ بعد اسکے اذان کو نام خدا پر ختم کرتا ہے جس طرح سے نام خدا کے ساتھ اذان کو شروع کیا تھا انتہی۔

پس جبکہ اس ندا کو سنکر لوگ مجتمع ہوے تو اب آپس مین ملاقات ایک دوسرے سے ہوئی کوئی کسی سے باتین کرتا ہے کوئی کہین کھڑا ہے کوئی کہین بیٹھا ہے اب سب کو ایک جا مجتمع ہوکر ساتھ نماز پڑہنے کے واسطے دوسری ندا کی گئی اقامت کے ساتھ مین تاکہ معلوم ہو کہ نماز اب شروع ہوی ذکر دنیاوی کو ختم کرکے شریک نماز ہون۔

فدا ہون ہم اوس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسنے نماز کو پکارنے کے لیے بھی وہ کلمات سکہلاے اور وہ عمدہ طریقہ بتایا جو سارے قومون اور سارے مذاہب کے طرق اعلان سے کامل و ممتاز ہے۔ اور کوئی مذہب اس امر مین بھی اوسکا مقابلہ نہین کرسکتا۔

(جماعت)

اجتماع اور اتفاق کے فائدے اسقدر بدیہی ہین کہ ضرورت نہین کہ ہم اونکا ذکر کرکے کتاب کو طول دین جس قوم نے جسقدر ترقی اور بہبودی حاصل کی۔ اسی اجتماع کی بدولت اور اتفاق ہی کی برکت سے کی۔ اسلام نے اتحاد و اتفاق کو ارکان مذہب مین کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ گرد و نواح کے لوگون کا ہر روز کم از کم تین بار ایک ہی جگہ (مسجد) مین اجتماع ہوا اور کندہے سے کندہا جوڑکر اور پاؤن سے پاؤن ملاکر ایک ہی معبود حقیقی کے دربار مین سچے دل سے کھڑا ہونا۔ اتفاق قومی اور اتحاد مذہبی کی ایک بھاری مثال ہے۔ اور ہمدردی کی ایک اعلی تدبیر ہے۔ فدا ہون ہم دل و جان سے اوس پیارے نبی پر جسنے جماعت کا بڑا تاکیدی حکم فرماکر اجتماع اور اتفاق قومی کو لازمی و لابدی کردیا۔ اور پھر جمعہ اور عیدین کا روز ایک بہاری اجتماع اور اتحاد کا ذریعہ قرار دیا جسمین علاوہ شہر کے بہت سے لوگون کے آس پاس کے

قریات و دیہات کے بہت سے لوگ بہی شامل ہوکر اس اجتماع مین شریک ہوتی ہین۔ اور جو ایک بھاری ذریعہ ہے۔ اتفاق قومی اور ہمدردی عامہ کا۔ اور لطف یہ ہے کہ اس جماعت مین غریب و امیر۔ شاہ و فقیر کی ذرا بہی رعایت نہین رکھی گئی۔ ایک عظیم الشان بادشاہ سے لیکر رعیت کے ادنی ادنی آدمی تک ایک ہی جگہ اور ایک ہی قطار مین کندہے سے کندھا ملاکر کھڑے ہوتے ہین۔ جو کہ ایک خودی اور تکبر کے دور کرنے اور فروتنی اور انکسار کے پیدا کرنے کے واسطے قوی و اعلا تحریک ہے۔ خدا کے نزدیک اور آلہی دربار مین غریب و امیر شاہ و فقیر یکسان و مساوی ہین۔

(نماز جنازہ)

مرنے کے بعد اسلام نے مردے کو بہی دعاے خیر سے محروم نہین رکھا ہے۔ نماز جنازہ کو غور سے پڑہنا چاہیے۔ اوسمین پہلے خدا کی بزرگی کا ذکر اور اوسکی توحید اور اپنے ہادی کی نبوت کا اقرار ہے۔ پھر خدا کی طرف نزول رحمت و برکت کی دعا کی گئی ہے اسکے بعد مردہ کے لیے۔ اور تمام مرد و عورت چھوٹے بڑے۔ احیا و اموات اور جمیع اہل اسلام کے لیے مغفرت کی دعا مانگی گئی ہے۔ اور ثنا و درود و دعا کے بعد جب اون دلون مین رقت و انکسار پیدا کرنے والی۔ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائداری کا نقش دلمین بٹھا دینے والی حالت مین بار بار باواز بلند۔ اللہ اکبر۔ پکارا جاتا ہے۔ تو معا اپنے اضعف۔ احقر کمزور۔ بے بس۔ لاشے محض اور فانی ہونے کا یقین بہی آجاتا ہے اور اوس حسرت کے عالم مین عبرت کا نقشہ دلون کے سامنے کھنچ جاتا ہے اور خدا کی عظمت و جلالت اوسکی بے پرواہی و ابدی بقا کا دل کو پورا پورا یقین ہوجاتا ہے۔

(نماز آیات)

چاندگہن وسورج گہن وزلزلہ۔ اسکو آفات ارضی وسماوی شرع شریف نے قرار دیا ہے اور چونکہ قیامت کے دن۔ جوزلزلہ اورگہن واقع ہونگے اوسکا یہ نمونہ ہے۔
پس ان آیات کو دیکھکر روزقیامت کا خیال ہوتا ہے۔ اور بندہ اوس دن کا خیال کرکے خدا سے خائف ہوتا ہے اور اوسکی عبادت کرتا ہے جو بمنزلہ توبہ واستغفار کے ہی اور اپنے گناہون کا اقرار کرکے خدا سے توبہ کرتا ہے۔ اور اوسی سے پناہ مانگتا ہی۔
دیکھو زلازل عظیمہ مین خوف وبیم کی کیا حالت ہوتی ہے دل قابو مین نہین رہتا۔ جانی ومالی کسقدر نقصانات ہوتے ہین پس کون اس آفت سے اوسوقت بچا سکتا ہے بجز خدا کے پس نماز پڑہکر ہم اس آفت کے ٹلنے کی دعا کرتے ہین اور بعد اس دفع بلا کے پھر جو ہم نماز پڑہتے ہین وہ بمنزلہ شکر کے ہوتی ہے کہ خدا نے ہمکو اس بلا سے نجات دی ہم یہ نہین کہتے کہ اصل جرم قمری یا شمسی سے زوال نور ہوجاتا ہے۔ بلکہ بربنائے حکمت جدیدہ جرم زمین کا مابین شمس وقمر حایل ہوجاتا ہے یا اور کوئی وجہ ہو۔ یہ حجاب ہمارے واسطے کیا اذیت دہ نہین ہے اگر زمانہ یونہین تاریک ہوتا جیسا بوقت کسوف ہوجاتا ہے یا زلزلہ زمین کو ہروقت رہتا تو کیونکر ہم زندگانی بسر کرتے پس نماز ایسے اوقات پر پڑھکر ہم شکر خدا ادا کرتے ہین کہ اوسنے ہمکو یہ نعمت عطا کی کہ عالم کو روشن ومنور فرمایا اور زمین کو ہمارے واسطے ساکن ومفروش کیا جس سے لطف زندگانی ہمکو حاصل ہوا۔
اور یہی منشا اس نماز سے ہے کہ۔ ہنود ان اجرام کی پرستش کرتے ہین اور باعث گرہن یہ لکھا ہے کہ۔ راہو ایک راچھس ہے جو کہ سورج دیوتا اور چاند دیوتا کا دشمن ہے اور ان دونون کو اکثر گھیرتا ہے جس سے انکو گہن ہوجاتا ہے۔ اس اعتقاد مہمل کی ہم اس نماز سے رد کرتے ہین اور یہ دکھاتے ہین کہ یہ اجرام اگر دیوتا ہوتے تو

انکو کوئی اذیت کیونکر ہوپنچا سکتا اور طلوع و غروب و نور مین انکے نقصان و کمال ہونا
پیشان سے ذی اختیار کے بالکل بعید ہے پس ایسے اوقات مین ہم اپنے خدا کی عبادت
کر کے اوسکی عظمت و کبریائی کا اظہار کرتے ہین - ہمارا خدا ایسا ہے کہ ہر نقصان سے
منزہ و مبرا ہے اور ہر شے اوسکے قبضہ اختیار مین ہے اور شمس و قمر منجملہ مخلوقات جناب
باری ہین اور اوسیکے قدرت و اختیار سے طلوع و غروب کرتے ہین "

(قبلہ)

خیال کیا جاتا ہے - کہ مسلمان جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہین - وہ مصروف
عبادت الٰہی نہین - بلکہ کعبہ ہی کی پرستش اور عبادت کرتے ہین - اور اوسی کے
واسطے تمام طرق تعظیم بجالاتے ہین - اون لوگون کو اسکی خبر نہین - کہ مسلمانون کا بجز
ظاہری رُخ کے سارا باطن اور باطنی رخ خدا ہی کی طرف ہے - اور وہ ہمہ تن خدا
ہی کی عبادت اور اوسیکی تعظیم مین مصروف ہین - بلکہ اسیواسطے نماز کے شروع مین
ہر مسلمان یہ آیہ پڑہتا ہے - (انی وجهت وجهي للذی فطر السموات والارض حنیفا
وما انا من المشرکین) یعنے اپنا رخ اوسی اللہ کی طرف کیا جسنے آسمان و زمین بنائے
ہین - ایک رخہ ہوکر - اور مین شرک کرنیوالون مین سے نہین ہون - یعنے کعبہ کو اس
عبادت مین شریک نہین کرتا اور کعبہ کی عبادت نہین کرتا ہون - جس سے صاف
ظاہر ہے کہ اہل اسلام کا باطنی رُخ اور دلی توجہ اودہر ہی ہے - اور سچا قبلہ اونہون
نے اوسی وحدہ لاشریک کو ٹھہرا رکھا ہے -

کیا خوب کہا ہے ؟ ڈاکٹر نیشر نے - کہ فضائل اسلام مین سے ایک یہ بھی فضیلت ہے
کہ اسلام - کے معابد ہاتھ سے نہین بنائے جاتے - اور خدا کی خدائی مین ہر مقام پر اوسکی

عبادت ہوسکتی ہے ؟ ”اینما تولوا فثم وجہ اللہ“ جس مقام پر خدا کی عبادت کیجاوے وہی مقدس مقام ہے اور اوسیکو مسجد سمجھ لیجیے۔ مسلمان چاہے سفر مین ہو چاہے حضر مین۔ جب نماز کا وقت آتا ہے چند مختصر ور پر جوش فقرات مین اپنے خالق سے اپنے دلکا حال عرض کرلیتا ہے۔ اسکی نماز اتنی طولانی نہین ہوتی کہ اوسکا جی گھبرا جاوے اور نماز مین وہ جو کچھ پڑہتا ہے اوسکا مضمون ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی عجز وخاکساری کا اظہار اور خداے عالم کی عظمت وجلال کا اقرار۔ اور اوسکے فضل ورحمت پر توکل ” جو لوگ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑہنے کو عبادت کعبہ تصور کرتے ہین۔ اونہین اس ساری نماز کے اندر کہین کعبہ کی پرستش کا ذکر یاکم ازکم نام ہی تلاش کرکے بتانا چاہیے۔

ہان مسلمان حنیف ویکرخہ ہین۔ وہ سیکڑون قبلہ بناکر ادہر ادہر ڈانواڈول اور حیران نہین پھرتے۔ ایک ہی اللہ اور ایک ہی پیغمبر اور ایک ہی معزز جگہ مبدء اسلام وبنا ئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسلامی یادگار کے طور پر قبلہ قرار دیتے ہین پھر یہ کہ اگر مسلمان کسی عمارت کی عبادت کے شائق ہوتے۔ تو باعث ایجاد کائنات مفخر موجودات صلعم کے روضۂ مبارک سے بڑہکر اونکے لیے کوئی مقام زیادہ تر زینت دہ اور قابل عظمت نہ تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکہ کی طرف منہ کرنے سے بجز ظاہری توجہ اور امتثال امر کے اوسکی عبادت کا شائبہ تک نہین ہے۔

اب مسلمانون کے یکرخہ اور حنیف ہونے کی وجہ عقلی بیان ہوتی ہے۔

نماز کے لیے حضور قلب یعنے دل کا اللہ کی طرف حاضر اور متوجہ ہونا شرط اور ضروری ہے کہ بدون اوسکے نماز پوری نہین ہوتی۔ اور ثواب کامل مترتب نہین ہوتا اسلیے ہر نمازی پر لازم ہے کہ (۱) ارکان نماز پر آگاہ رہے اور اچھی طرح خیال رکھے (۲) اپنے تئین اوس

سچے مالک کے حضور مین سمجھے۔ اور اوسکو اپنے حال پر مطلع اور باخبر جانے اور یقین کر لے
کہ اپنے مالک کو سامنے دیکھ رہا ہے اور جو خود اوسے نہین دیکھتا۔ تو وہ ضرور ہی اوسے
دیکھ رہا ہے (۳) قیام۔ رکوع۔ سجود قعود۔ وغیرہ امور جس مصلحت کے لیے موضوع ہین
اور یہ حرکات ظاہری جس قلبی تحریک اور دلی حالت پر اشارہ کرتے ہین اونکو برابر مدنظر
رکھے (۴) تسبیحات و قرأت وغیرہ کے مضمون کی طرف تہ دل سے خیال رکھے اور اوسی
سے متاثر ہو۔

اور حضور قلب مین اصل یہ ہے۔ کہ دل اور زبان اور جوارح متفق ہو جاوین اور ہر ایک
جیسا کہ اوسکا حق ہے۔ خدا کی عبادت مین لگا رہے۔ خشوع اور اطمینان کے ساتھ
نماز ادا کی جائے یہ جیسا کہ امیر المومنین ع کی نسبت صحیح حدیث مین وارد ہوا ہے۔
کہ آپ ہمہ تن عبادت خدا مین ایسے غرق ہو گئے۔ کہ آپ کے بدن سے حس جاتا رہا۔
اور تیر مسموم آپ کے پاؤن سے نکالا گیا۔ اور آپ کو ذرا بھی خبر نہوی " پس حضور قلب
چونکہ نماز مین شرط ہے اسوجہ سے نمازگذار کو حکم ہے کہ ادھر اودھر حالت نماز مین نہ دیکھے
بلکہ سجدہ گاہ کی جانب متوجہ رہے اگر ادھر اودھر دیکھتا رہیگا تو حضور قلب ممکن نہ ہوگا
پس اسی وجہ سے ایک سمت نماز کے واسطے معین کر دیگئی کہ اوسکی طرف متوجہ ہو کر
سب کے سب باتفاق باہمی نماز ادا کرین تاکہ حضور قلب مین فرق نہ آوے اور ایک
رخ ہو کر جسقدر حضور قلب حاصل ہوتا ہے وہ انتشار کی حالت مین ممکن نہین اگر ایک
سمت کو عبادت کے عادی نہ ہوتے تو ایک جماعت مین کچھ ایک طرف عبادت کرتے ہی
کچھ دوسری جانب رُخ کر کے کھڑے ہو جاتے صحبت مین برہمی و انتشار ہوتا آئین دربار
کے بھی خلاف ہوتا۔ اب قبلہ کے قرار دینے سے یہ نفع ہوا کہ سب اونکے دربار مین ایک

حالت مین ایک طرف کو منتظر رحمت و غفران اوسکی لو لگائے کھڑے ہین ۔ کیا انتشار طبع اور اپنے دلی خیالات کی حفاظت اس سے بہتر کسی اور طرق مین ممکن ہے جن فنون کا مدار حفظ تخیل پر ہے اور خیالی قوت کی ترقی کرنا چاہتے ہین مثل مسمریزم وغیرہ کے اون سب مین ایک رخ ہونا لازم ہے ۔

فرشتون کو حضرت آدم کے تئین سجدہ کرنیکا بھی اسیوجہ سے حکم ہوا تھا ۔ کہ اوسوقت تک نہ ایسے بزرگ و جلیل حضرت آدم کے مانند نہ تھے جسکو ترجیح دیجاتی اور اوسکی طرف رخ کرکے خضوع و خشوع بہم پہونچانیکے واسطے عبادت کرائی جاتی پس خدا نے ملائکہ کو حضرت آدم کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت آدم کو ملائکہ کا قبلہ قرار دیا جسطرح سے ہمارا قبلہ خانہ کعبہ کو قرار دیا ہے اور مقصود اس سے خداہی کی عبادت تہی حضرت آدم کو سجدہ دیا اونکی عبادت مقصود نہ تہی کیونکہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت اور کسیکو سجدہ کرنا ہمارے مذہب حنیف مین جائز نہین ہے ''

اور یہی وجہ عقلا قبلہ کی طرف عبادت کرنے کی ہے ۔ کہ خانہ کعبہ مبدا اسلام و بنائے حضرت ابراہیم ہے اور بیت اللہ کے نام سے ملقب ہے ۔ پس اس طرف سجدہ کرنے سے یہ مفہوم ہوگا کہ ہم اسی در کے خاکسار ہین اور اسی در پر جبہ سائی کرتے ہین اور عبادت مین سوائے اس در کے کسی دوسرے در پر توجہ نہین کرتے بت پرست گھر گھر بت رکھتے ہین جس طرف بت ہوتے ہین اودہر ہی ڈنڈوت کرتے ہین مسلمان ایک ہی کو سجدہ ایک ہی طرف کرتے ہین ۔

علاوہ اسکے ایک کتنا بڑا یہ حسن ہے کہ بچہ اپنی مان باپ کو دن مین پانچ مرتبہ ایکطرف متوجہ ہوکر نماز پڑہتے جب دیکھتے ہین تو اونکو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی یادگار اسی طرف

بنی ہوی ہے اور قبلہ اسی جانب ہے پس ہر یادگار کے قائم کرنے کا منشا ریہی ہوتا ہو کہ لوگ اوسکو دیکھکر اور جانکر اوس اصل چیز کو جانیں جسکی یہ یادگار ہے پس انسان جب فریضہ اسلامی بجالانے کھڑا ہوتا ہے تو سامنے اوسکے یادگار اسلامی کی طرف رُخ کرکے اصل اسلام کی طرف قلبی توجہ کرتا ہے اور اس پُرجوش یادگار کو دیکھکر جوش مذہبی ہوتا ہے ہر بچہ مسلمان کا اپنی یادگار اسلامی کو جانتا ہے بھلا کسی عیسائی بچہ سے تو پوچھو کہ بیت المقدس کس طرف ہے وہ ہرگز نہ بتا سکیگا۔

اور یہ بھی حسن ہے کہ خانہ کعبہ کی بنا اسوجہ سے ہوی کہ لوگ دور و دراز سے یہان آکر خدا کی عبادت کرین اور اس خانہ بزرگ کا طواف کرین اور اسکی زیارت سے مشرف ہون۔ پس دن مین پانچمرتبہ اس خانہ معظم کی طرف رُخ کرکے گویا تمنا ہوتی ہے کہ کاش ہم ہر عبادت اپنے اسی گھر مین بیٹھکر بجالاتے خصوصاً نماز جو سب سے بہتر عبادت ہے یہ اسی گھر مین ہم ادا کرتے۔

یون تو کل جہات عبادت کے واسطے یکسان ہین۔ لیکن اس جہتہ کو شرف بسبب اسی خانہ محترم کے ہے اور یہ بھی تعظیم اس خانہ محترم کی ہے کہ ہم اوسکی طرف رُخ کرکے عبادت کرتے ہین اور ایسی تعظیم اس کی کرتے ہین کہ بول و براز اسکی جانب پشت کرکے یا رُخ کرکے نہین کرتے۔ اپنے اموات کو اسی جانب منہ کرکے دفن کرتے ہین بلکہ محتضر کو بھی قبلہ رخ کردیتے ہین۔ اس سے زیادہ یہ ہے کہ ہم اپنے گھرون مین بھی جب فرش خواب پر لیٹتے ہین تو قبلہ ہی کی طرف منہ کرکے یہ فقط تعظیم اس خانہ محترم کی ہے نہ پرستش و عبادت۔

(تعدد رکعت)

اسلامی نماز کی بابت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تعداد رکعت کا نماز مین خیال رکھنا حضور قلب کو

دور کردیتا ہے۔ اور رکعت شماری مین وقت ضایع ہوجاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جنہون نے کبھی نماز نہین پڑہی ہے اونہین کے دلمین یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے۔ نماز کی مستمرہ عادت ہوجانے کے بعد ممکن نہین۔ کہ یہ خیال دل مین پیدا ہو۔ بلاشبہہ اوائل مین چند روز تعدادِ رکعت کا خیال انسان کے دلمین جاگزین رہتا ہے۔ لیکن چند روز ممارست کے بعد نماز خمسہ کی انسان کو ایک ایسی مشق اور عادت ہوجاتی ہے کہ خودبخود مستعد ورکعتین اوس سے ادا ہوتی جاتی ہین۔ اور رکعت شماری کی طرف اوسکا خیال نہین جاتا قاعدہ ہو کہ جب ایک امر کی انسان کی کسی عضو کو مزاولت و ممارست ہوجاتی ہے تو بغیر اسکے کہ پہر اس امر کا خیال کرے۔ خودبخود اوس سے وہ امر سرزد ہوجاتا ہے خدا نے ہمارے جسم کے ہر حصہ کو یہ قابلیت عطا فرمائی ہے کہ وہ باتون کو یاد رکھے۔ جب آدمی کسی ایسے مقام مین بودوباش اختیار کرتا ہے۔ جسکے دروازے نیچے ہون تو پہلے چند روز اوسکے سر مین کئی بار ٹکر لگتی ہے۔ اسی طرح سے چوکھٹ اگر بلند ہوتی ہے تو ابتدا چند بار ٹھوکر کھاتا ہے۔ لیکن چند روز مین اوسکے سر کو ایک قسم کا ایسا علم ہوجاتا ہے۔ کہ پہر وہ خواہ کسی خیال مین ہو جب اوس دروازے سے گذرے گا۔ خودبخود اوسکا سر جہک جاتا ہے اسی طرح سے پہلے پاؤن مین ٹہوکر لگتی ہے پہر آپ سے آپ پیر اوٹھاکر رکھنے لگتا ہے۔ غرض کہ ہر عضو کو جیسے کچھہ عادت لگادی جاوے۔ چند روز بعد وہی کام بے اختیار اوس سے سرزد ہونے لگتا ہے۔ عادت مین بہت قوی اور زوردار اثر ہے بلاشبہہ نمازی کو ابتدا مین کچھہ دنون تعداد رکعت کی طرف خیال کرنا پڑتا ہے۔ لیکن مزاولت کے بعد خودبخود بغیر اوسکے کہ اونکا خیال حضور قلب یا دلی نیاز مین فارج ہو اسیقدر رکعتین اونسے ادا ہوتی ہین۔ رکعتون کا تعدد حضور قلب مین کچھہ بہی خلجان نہین ڈالتا

اوس قطع نظر اسکے مانع خضوع و حضور قلب اوسوقت مین ہوگا جبکہ سوائے نماز کسی دوسری چیز کا خیال نماز مین ہوا ور در صورتیکہ یہ رکعات اوسی نماز کے ہین جسمین حضور قلب چاہیے پس عدد رکعات کا خیال عین حضور قلب ہوگا نہ مانع۔

دیکھو جبکہ دل کا اللہ کی طرف حاضر رہنا اور نماز مین اللہ ہی کا دہیان رکھنا اوسکے خوف وہیبت کا دل کے اوپر طاری رکھنا یہ ایک ایسی ضروری اور لابد شرط ہے کہ رسول خدا ارشاد فرماتے ہین (فاعبد ربك كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك) اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کرو اور اوس احکم الحاکمین کا رعب اور دبدبہ دلون کے اوپر ایسا مسلط سمجھو۔ کہ گویا تم اوسکو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تمکو اس بات کا خیال نہو کہ تم اوسے اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہو۔ تو اسمین شبہہ نہین ہے کہ وہ تمہین ضرور دیکھ رہا ہے۔ پس اگر انسان رکعت شماری کریگا تب بھی ڈرتے ڈرتے اور خدا کا خوف اسکے دلمین سمایا رہیگا کہ ایسا نہو ارکان نماز مین کمی یا خلل کسی طرح کا ہو جس سے مالک ہمارا ناخوش ہو پس عدد شماری بھی حضور قلب اور خوف خدا کے ساتھ ہوگی۔

اور یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ نماز مین ایک رکعت مین جسقدر ارکان ہین وہی دوسری رکعت مین بھی ہین پس ایک ہی رکعت پر کیون نہ اکتفا کیجاوے اور تکرار اذکار سے کیا نفع ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ۔ انسان جب کوئی کام کرنا شروع کرتا ہی تو ابتدا ہی سے اوسکو ویسا حظ ویسا حضور قلب ویسا اطمینان نفس ہرگز حاصل نہین ہوتا جیسا کرتے کرتے اوس کام کو لذت و اہتزاز آخر مین حاصل ہوتا ہے خصوصاً جو کام خیال جمانے سے متعلق ہے دفعتاً خیال کسی کام پر بہت کم جمتا ہے جب تک ہم اپنے خیال کو قابو مین نکرین اور ادہر اودہر کے تخیلات کو دل سے

ہم برطرف نہ کرلیتے پس اگر ایک ہی رکعت ہوتی تو کبھی ہم اوسکے کل ارکان کو خیال جماکر اور ایک رخ ہو کر نہ ادا کر سکتے ۔ اور جبکہ پہلی رکعت ہمنے شروع کی اور اوسکی طرف خیال جمانا شروع کیا تو رفتہ رفتہ دوسری اور تیسری رکعت مین دل بالکل صاف ہو گیا ۔ خیالات قابو مین آگئے لذت ذکر خدا اور عبادت کی بڑہتی گئی ۔ یہ وجہ ہے کہ ہم دو رکعت سے کم کوئی نماز نہین پڑہتے ۔"

(تعین رکعات)

صبح کی دو رکعتین ۔ مغرب کی تین ۔ ظہر وعصر وعشا کی چار چار رکعتین کیون ہوئین ۔ اسکی بہی اصل سمجہانا ہمارا کام نہین ہے اور نہ عقلاً ہمکو اسکے جاننے کی تکلیف ہے ہماری حاکم اور مقنّن کا جو حکم ہے اوسکا امتثال ہمکو بہر حال لازم ہے اور اسمین ویسا ہی حسن عقلی ہے جیسے طبیب مریض کے واسطے کوئی دوا تجویز کرے اور وہ بدون طلب دلیل اوسکے استعمال پر مجبور ہے ۔ ہمکو کوئی وجہ اس امر کے دریافت کرنیکی نہین ہے کہ ہم مثلاً گورنمنٹ سے اس امر کو دریافت کرین کہ چور کو مثلاً دو ماہ کی قید کا کیون حکم ہوا یا دو درجین بید کیون معیّن کیے دس درجین یا ایک درجن کیون نہ ہوے ۔ ہم اپنے حاکم وطبیب کے حکم کے پابند ہین اوسکا حسن وہ خود ہی خوب جان سکتا ہے لیکن چونکہ ہمنے اس امر کا بیڑا اوٹھایا ہے کہ ہم کچھہ نہ کچھہ اپنی عقل کے موافق ہر شے مین حسن پیدا کر سکتے ہین ۔ اور کوئی قبح ہمارے چہوٹے سے چہوٹے فریضہ مذہبی مین پیدا نہین ہو سکتا ۔ اسوجہ سے بقدر اپنی عقل کے ہم اسمین بہی حسن دکھاتی ہین کہ تعیین رکعات حسب الوقت ہین ۔ اور وقت کی رعایت سے نماز پڑہی جاتی ہو جیسے جسوقت مین وسعت ہے اوسیقدر رکعات مقرر کیئے ۔

ظہر کا وقت بعد زوال ہے جبکہ ایک ہاتھ سایہ بڑھے زوال سے ۔ اور نماز عصر کا
جب دو ہاتھ وقت ظہر سے سایہ بڑھے ۔ اتنی مقدار وقت کی اسوجہ سے ہے
تاکہ فریضہ مع نافلہ پڑھ لین ۔ آٹھ رکعت نافلہ ظہر اور چار رکعت فریضہ ظہر اسی طرح سے
آٹھ نافلہ عصر اور چار فریضہ عصر ۔ جیسا کہ امام جعفر صادق ؑ نے زرارہ صحابی خاص سے
فرمایا ہے ۔ پس چونکہ یہ وقت اتنا وسیع ہے جسمین ہم چار واجب و آٹھ سنتی پڑھ لین
اسوجہ سے اسوقت مین بارہ رکعتین بعین ہوئین ۔ وقت مغرب مین اتنی ہی
وسعت ہے ۔ کہ اوسمین تین رکعتین فرض اور چار سنت پڑھ سکین سات رکعتون سے
زیادہ وقت ہی نہین اسواسطے کہ اول وقت مغرب وہ قرار پایا ہے جسکی خدا نے
خبر قران مجید مین قصۂ حضرت ابراہیم ؑ مین دی ہے (فلما جن علیہ اللّیل رأی
کوکبا) یعنے جس وقت سے کہ تارہ چمکنا شروع ہوتے ہین اور تاریکی شب پھیلتی ہی
یہ وقت اتنا ہی وسیع ہے کہ جسمین ساتھی رکعتین پڑھ سکین ۔ اور اول وقت
عشاء زوال حمرۂ مشرقیہ ہے اور اسوقت مین اتنی ہی وسعت ہے جسمین ہم چار
عشا کی فرض اور دو نفل کی رکعتین پڑھ سکین اب چونکہ سترہ ہی رکعتین واجب ہین
پس دو رکعتین باقی رہین وہ صبح کی قرار پائین ۔ اب اگر یہ اعتراض کوئی کرے
کہ یہ اوقات اسقدر تنگ کیون مقرر ہوے تو جواب اسکا یہ ہے کہ اسمین تاسی ہے
حضرت آدم صفی اللہ کی جب بہشت سے وہ نکلے تو اونہین اوقات مین اونہون نے
نمازین پڑھی ہین پس نبی اللہ کی تقلید و پیروی ہے اور ایک بزرگ کی تقلید و
پیروی کرنا عقلاً مستحسن ہے جیسا کہ ہم تقلید کے حسن کو ثابت کر چکے ہین اور تعیین
رکعات مین ایک حسن ہمارے واسطے یہ بھی ہے کہ رسولخدا ص جسوقت جتنی رکعتین

پڑہتے تھے اونھین سے مستثنیٰ کہ جو اونپر واجب تمین سنہا کرکے ہم پڑہتے ہین اور یہی حسن
ہمارے واسطے ہے کہ ہم نبی خدا کے پیرو ہین اور حکم خدا و رسول بجالاتے ہین یہ حسن بہی
عقلی ہے کہ ہم اپنے حاکم کا حکم بجالاوین اور اوس سے ہم یہ نہ پوچھین کہ تو نے ہمکو کیون
اسپر مامور کیا بلکہ یہ امر عقلاً قبیح ہے کہ ہم شاہ و شہریار سے اونکے ہر حکم کے لم دریافت
کرین کہ جو شارخ ہے نافرمانی اور بے اطاعتی کی کیونکہ کمال طاعت اسی مین ہے کہ جو امر
خلاف عقل ظاہری بہی ہو اوسکو ہم حاکم کے حکم پر بعد قبول بجالاوین اور یہی لم تبدیلے
حکمون کی ہے کہ وہ اس مصلحت سے دیے گئے ہین تاکہ اونسے حال اطاعت کا لوگون
کے معلوم ہو اسلیے کہ حکمت ناموس یعنی مذہب کا سارا مدار اعتقاد پر ہے اور اعتقاد
ایک باطنی امر ہے کہ اوسپر اہل اسلام اور اونکے عالم عام طور پر اطلاع نہ پا سکتے
تھے حالانکہ مصلحت بنائے شرع ظاہر پر رکھی گئے تھے اور باطن پر اطلاع نہ دیگئی تہی
بس ضرور ہوا کہ بطور آزمایش کچھہ تبدیلی حکم دیے جاوین تاکہ وہ پہچان ہون باطنی عقیدے
کے ۔ اور اسکی کہ وہ کس درجہ پر ہے اور اسی وجہ سے باستقرار معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلی
حکم کی شان سے یہ بات ہے کہ اوسمین کوئی سبب انکار و انحراف کا ہو مثل اسکے
کہ وہ عقل ظاہری کی راہ سے مستبعد ہون اور عرف یا ہمچشمون کی نظر مین ناپسند ہون لیکن
محض اندازہ اطاعت و انقیاد کے واسطے لازم ہوئے ہین تاکہ حال باطن معلوم ہو کہ کون
شخص ہماری طاعت کو اپنی خواہش یا حیاے عرفی پر مقدم کرتا ہے ۔

(عربیت نماز)

نماز اسلامی پر یہ بہی حرف رکھا جاتا ہے کہ ۔ سواے عرب کے باقی مسلمان جو عربی
زبان سے آشنا نہین ۔ اور عربی زبان مین نماز ادا کرتے ہین ۔ طوطے کی طرح سے منہ سے

الفاظ کہے جاتے ہین اور سمجھتے کچھ نہین - اور مفاد کچھ بہی پورا نہین ہوتا -

جواب یہ ہے کہ اول تو اسلامی نماز مین اسقدر کم الفاظ ہین - کہ اوسکا ترجمہ سیکھ لینا کسی مسلمان کو بہی دشوار نہین - بہت کم عرصہ مین ہر ایک عام مسلمان اوسکے ترجمہ یا مفہوم سے آگاہ ہوسکتا ہے جیسا کہ عام طور سے تاکید کیجاتی ہے ترجمہ نماز جاننے کی - اب کسیکا نجاننا یہ قصور اوسکا ہے نہ شریعت کا -

لیکن اگر یہ کہو کہ عربی نماز کی ضرورت ہے کیا ہے ہر زبان مین ہم خدا کو اوسی طرح سے پکار سکتے ہین جس طرح سے ان عربی الفاظ کے ساتھ - تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو ثواب تلاوت کلام اللہ کے ہین اور اسماے حسنے کی تلاوت مین جو فوائد ہین اوس سے انسان محروم ہو جاویگا - اگر کسی اور زبان مین خدا کی عبادت کرے -

علاوہ اسکے اسمین ایک بہت بڑا حسن یہ ہے کہ کسی مذہب والا اور کسی زبان کا آدمی جب مسلمان ہوگا تو اوسکو لازم ہوگا کہ کلام خدا کو سیکھے اور اپنے پیشوا و ہادی کی لاافل اتنی زبان جانے جس سے فرایض یومیہ کو اپنی اوسی زبان مین ادا کر سکے سچا مسلمان کیسا ہی جاہل ہو اپنی کتاب الہامی کی اوسی حالت مین تلاوت کرتا ہے جس طرح سے وہ نازل ہوی ہے - یہ حسن کون کم ہے اور جب بار بار تلاوت سے اوس کلام ربانی کے اسکو از خود حظ حاصل ہوتا ہے اور لذت ملتی ہے تو خواہ نخواہ اسکو خیال جوش قلبی سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ اوس پوری کتاب مقدس کو پڑہنا سیکھے -

کیا جس طرح سے عام مسلمان اپنی کتاب مقدس کو اوسی زبانمین تلاوت کرتے ہین جس زبان مین وہ نازل ہوی ہے - اور مذہب والون کو بہی یہ نصیب ہے کیا عام عیسائی توریت و انجیل کو عبرانی زبان مین تلاوت کر سکتے ہین - یا عام ماننے والے وید و شاستر کے

سنسکرت مین اپنی کتاب کو پڑھ سکتے ہین۔ بجز مسلمانون کے۔

اور اگر عربی کی شرط نہ ہوتی تو۔ یہ خرابی بہی لازم آتی کہ نماز مین جو فصاحت وبلاغت کلام ربانی کی وجہ سے ہے وہ جاتی رہتی۔ اور یہ عبادت جو ایک پر جوش فصاحت وبلاغت کے ساتھ ادا ہوتی ہے (جس سے دل مسلمانون ہی کے خوب مزے اوٹہاتے ہین٭) کسی زبان مین ایسی فصاحت کے ساتھ ادا نہ ہو سکتی "

(ستر عورتین یعنے شرمگاہ کا ڈہانپنا)

خدا نے انسان کو دیگر حیوانات سے امتیاز کرنے کے واسطے ستر عورتین کا حکم دیا ہے اور لباس مین شرم کی بہی مصلحت ہے اور یہ شرم عقلی و رواجی دونون ہے اور یہ رواج حضرت آدم کے وقت سے ہے جبکہ اونہون نے بہ نص توریت نیک و بد کی پہچان کے درخت سے کہایا اور اپنے برہنگی کی بدی پر مطلع ہوے تو فوراً انجیر کے پتون سے لیکر لنگیان بنائین پس شرمگاہ کا ڈہانپنا جبکہ عقلی شرم ہوی تو موجب زیادتی رغبت کا بہی ہوگی زن ومرد کے اور زیادتی رغبت موجب زیادتی تناسل کا کیونکہ زیادہ خلاملا ہونا کم رغبتی کا باعث ہے۔ علاوہ اسکے لباس مین عقلی زینت بہی ہے اور اس سے بہی رغبت ایک کی دوسرے کی طرف بڑہتی ہے اور یہ کثرت

٭ مسلمانون پر منحصر نہین عیسائی تک اسکی فصاحت پر شیفتہ ہین یہ دیکھو جان ڈیونپورٹ اپالوجی فرام محمد اینڈ قرآن مین لکھتے ہین '' قرآن من حیث الفصاحۃ والبلاغۃ افضل واشرف کتب ممالک شرقیہ ہے'' اور گوئٹہ سونخ سے نقل کرکے کہتے ہین ''اول تو قرآن کی عبارت سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد ازان انسان اسکی خوبیون پر فریفتہ ہوتا جاتا ہے اور آخرالامر اسکی خوبصورتیون پر شیفتہ ہو جاتا ہے کہ تاب ضبط باقی نہین رہتی'' اور یہ لکھتے ہین کہ ''اسکی عبارت ایسی عمدہ کہ سحر کہنا چاہیے۔ مگر مین کہتا ہون کہ سست انہین کو معلوم ہوتی ہے کہ جنکو مناسبت باطنی اور قابلیت معنوی نہین ورنہ جنکے قلب صاف اور دل منور ہین وہ پڑھتے ہی بیسدہ محو ہو جاتے ہین''

توالد کا باعث ہوتا ہے اور یہ مقتضا صلاح نوعی کا ہے کہ جو صلاح شخصی سے بڑہی ہوئی ہے۔ اور لباس مین خدا کے خوف سے بہی نجات ہوتی ہے کیونکہ برہنہ دیکہکر فریفتہ ہوجانے کا یا زنا کے مرتکب ہونے کا اگرچہ مشاہدہ سے اختلاف آلات کے ہو ڈر ہوتا ہے خصوصاً زنا محصنا اور لواطہ وغیرہ کا اور یہ سب مستلزم عذاب خدا ہے تو ضرور لباس بہت کچھ پرہیزگاری اور نڈری کا باعث ہوگا اور چونکہ نماز عمدہ مارک ہے خواہش حیوانی کی اور انسان کے واسطے اچہا ذریعہ ہے امتیاز کا دیگر حیوانات سے لہذا اس عمدہ اصول کو شرط صحت نماز قرار دیکر انسان کو پابند بنایا ہے جسم ڈہانپنے کا۔

(حریر محض و طلاباف)

نماز چونکہ تذلل و خاکساری اور فروتنی کی غرض سے ہے۔ اور اصلی منشا اس عبادت کا یہ ہے کہ اپنے تئین فقیر و حقیر سمجہکر خدا کے سامنے کہڑا ہو اور بجز اوسکی بزرگی کے کسی شی کو نظر مین نہ لاوے۔ اسوجہ سے خالص ریشمی کپڑے پہنکر یا طلاباف زردوزی لباس پہننا۔ یا سونے کی انگوٹہی وغیرہ پہنکر نماز نہ پڑہنا چاہیے۔ جو کہ خلاف فروتنی و انکسار ہو۔ اور حیوانی پہناوا ہے اسلیے کہ خواہش کا مددگار ہے یا سونے کا پہننا مرد کے لیے کہ باعث شیخی اور تکبر کا ہے جو صیغہ غیظ و غضب مین داخل ہے اور عورت کے لیے مستثنا ہونا سونے اور حریر کا عقلی مصلحتون سے ہے کہ جو اونکی زینت مین ہین تاکہ باعث زیادتی توجہ مرد کا ہو اور توالد و تناسل کہ جسمین صلاح نوعی ہے کہ جو مقدم صلاح شخصی پر ہے حاصل ہو اور عورت کی زیادہ توجہ کی مرد کی طرف حاجت نہین کہ وہ منفعل ہے اور مرد فاعل اور اسمین مصلحت تعبد کی علاوہ مذکور مصلحتون کے بہی ہے اور از بسکہ یہ مطبوع و مرغوب شی ہے تو اسکی ممانعت سے بڑہکر کس شی مین

تقبہ اور اطاعت کی آزمایش کا موقع ہوگا علاوہ اسکے مشہور علماے اخلاق مین یہ ہے
کہ لذت کی دو قسمین ہین ایک فعلی۔ جیسے لذت مرد۔ دوسرے انفعالی۔ جیسے لذت
زن مردسے۔ (اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ قسم اول بھی لذت انفعالی ہے البتہ وہ انفعال
خاص ہے کہ جسکا مقدمہ فعل ہے۔ بہر طور قسم اول مین دخل فعل کی وجہ سے علاقہ
مقولہ فعل سے ہوا ہے۔ اور دوسری قسم انفعال محض ہے) اور یہی منشا رہے
اختلاف لباس مرد و زن کا۔ مرد کے لیے زیادہ لینت و نرمی اور ملایمت شایان
نہین۔ اور اوسکے زیادہ زینت مین علاوہ عبث ہونے کے نوجوانی مین خطرے
بڑے بڑے بد اخلاقیون کے ہین۔ بلکہ شایان اوسکی خشونت و قوت وغیرہ ہی
اور عورت کا حال برخلاف اسکے ہے۔ خصوصاً بمصلحت استمالت مرد کے اسوجہ سے
اختلاف وضع و لباس مرد و زن۔ مقتضا عقل و شرع کا ہوا۔ اور شارع علیہ السّلام
نے حریر محض۔ اور طلا کو مختص عورتون سے کردیا۔ مردون پر اوسکا استعمال ناجائز
قرار دیا۔ لیکن بعض تخصیصین محض عرفی ہین۔ اور اونمین یہ عقلی ضرر نہین پائے جاتے۔
تو تغیر عرف اوسکے معیوب ہونیکی کوئی وجہ نہین۔ مثلاً ہند مین جوان مردون کو گلے
مین طوق پہننا معیوب ہے لیکن "توریت" سے ثابت ہے کہ پرعوہ یعنی فرعون
نے حضرت یوسف کو قیدخانہ سے بلاکے رہا کیا تو عزت افزائی کے خیال سے اپنا
طوق اونکی گردن مین پہنایا اور اپنی سواری پر اونہین سوار کرکے راہون مین
پھروایا اور اونکے آگے آگے ایک نقیب آواز دیتا جاتا تھا۔ کہ اب یہ حاکم مصر
ہین۔ اوس زمانہ مین مرد طوق پہنتے تھے۔ اور اسی طرحسے رواج ملکون کا اور
قومون کا مختلف ہے۔ راجاؤن مین ابتک مردون کے ہاتھون مین موٹے موٹے

کپڑے ڈالدیے جاتے ہین۔ پس ہماری شریعت کا یہ رواج ہو کہ حریر و طلا عورتون کے واسطے مستثنا کردیا گیا۔ اسمین کوئی قبح عقلی ہے۔ اور یہ تغیر عرف شرعی ہرگز معیوب نہوگا اسی طرحسے عورت کا لباس مرد کو پہن لینے مین علاوہ اسکے کہ وہ مناسب حال فعل نہین یہ ممکن ہے کہ نفس کو اوس سے کراہت طبع ہو اور اسی طرحسے عورت کو مرد کا لباس پہن لینے مین اور مردانہ وار حرکتون کے اختیار کرنے مین یہ بہی مفسدہ ہے کہ انجام اسکا لواطہ اور سحق کی طرف منجر ہو اور یہ سب دار تکلیف مین منع ہین ''

(سجدہ)

چونکہ شریعت مین استکبار و خودی عموماً مذموم ہے۔ اور سوائے تذلل اور فروتنی انسان کو کسی وقت مین استکبار نہ چاہیے۔ خصوصاً نماز۔ جسکی بنیاد محض خاکساری پر ہے۔ لہذا شریعت نے کسی طرحسے جائز نہ کیا کہ۔ سجدہ سوائے خاک اور اوس چیز پر جو خاک سے روئیدہ ہوئے ہو یا خاک سے نکلی ہو علاوہ معدنیات کے۔ کیا جاوے۔ ملبوس و ماکول یا طلائے۔ ونقرہ سجدہ گاہ پر سجدہ کسی طرحسے جائز نہوا ہان جسوقت کوئی شے سجدہ کے واسطے ممکن ہی نہوا وسوقت بمجبوری کپڑے وغیرہ پر سجدہ کرلینا جائز قرار پایا۔

یاایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب
علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

روزہ کا حسن عقلی

روزہ۔ ایک قانون مقررہ ہے اور کرہ ارض کے ہر طبقہ مسلمانان مین کم و بیش اخلاص کے ساتھ سالانہ ماہ رمضان مین اسکی تعمیل کیجاتی ہے مسلمانون کے سال کا

نواں مہینا رمضان مبارک ہے۔ اور قبل از طلوع فجر تا غروب آفتاب روزانہ روزہ رکھا جاتا ہے۔ یہ مہینہ رمضان دو وجہون سے کہا جاتا ہے۔ یا تو یہ کہ گرم موسم مین واقع ہوتا تھا۔ یا یہ کہ مہینے بھر کا روزہ آدمیون کے گناہون کو جلا دیتا ہے۔ ہمیشہ سے ہر مذہبی طریقہ کا ایک جزو روزہ ہے۔ جن کو اوسکے بانیان طریقہ سے خوب جانتے ہین تاریخی سلسلے کے وقت سے لیکر آنحضرت کے زمانہ تک یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ جتنے الہامی ہادی مذہب گذرے اون سب لوگون نے اپنے مقلدین کو تعلیم روزہ داری کی۔ اور جن لوگون نے دنیا کے کسی حصہ مین روحانی رفعت حاصل کرلی اونہون نے بھی اسکی تعمیل پر اصرار کیا۔ پس اس سے یہ نتیجہ مستخرج کرلینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے متعلق کوئی مستحکم سبب ہے۔

"روزہ کا وجود کم و بیش جمیع اقوام اور جمیع مذاہب مین پایا جاتا ہے۔ عربی مین اسکو صوم سنسکرت مین برت۔ اور انگریزی مین فاسٹ کہتے ہین۔ سواے اسکے اور ہر ایک زبان مین بھی اسکا مرادف لفظ ملسکتا ہے۔

توراۃ* مین روزہ کا کئی جگہ ذکر آیا ہے۔ انجیل مین بھی روزہ کا وجود پایا جاتا ہے اہل ہنود کے

---

* حضرت موسے نے کوہ طور پر چالیس روزے رکھے (خروج ۳۴ باب ۲۸) حضرت مسیح نے بیابان مین چالیس روزے رکھے (دانیال ۴ باب ۱) حضرت الیاس جب کوہ حورب کو گئے تو اونہون نے چالیس دن رات روزے رکھے۔ توریت مین عزرا ۸ باب ۲۱ مین ہے۔ مینے وہان اہوا کے دریا پر منادی کرائی۔ کہ روزہ رکھین۔ اور خدا کے آگے دکھ کھینچین اور اوس سے دعا مانگین۔ کہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے سیدھی راہ پاوین۔

پھر روزہ کا ذکر المیاہ ۵۸ باب ۳ ۔ ۲ سموئیل ۱۲ باب ۱۶ + دانیال ۹ باب ۳ + استر ۴ باب ۱۶ + یوئیل ۱ باب ۱۴

ہر فرقہ نے اسکو مقرر کیا ہے۔ یہانتک کہ بہاٹرون (جینیون) مین اس سختی کے برت ہین۔ کہ جو آدمی ایک دفعہ رکھلے۔ تو وہ پہر عمر بھر ہوش نہین سبنہال سکتا۔ اور روزون سے پہلے طاقت کو حاصل نہین کر سکتا۔ تمام مذاہب مین اس امر کا اشتراک صاف بتلاتا ہے۔ کہ ضرور ان بانیان مذہب کا اصول بہی ایک ہی ہوگا۔ اور اسی ارکان کا مذہب مین داخل کرنا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہے۔ کسی امر پر عقلا کا اتفاق ہی اوس امر کی صحت کی دلیل ہوتی ہے۔ جب عقلی دلائل بہی ملجاوین تو یہ امر اور بہی پختہ ہوکر حق الیقین کے مرتبہ تک پہونچ جاتا ہے۔ نصارا یہود ہنود وغیرہ مذاہب مین روزون کا وجود دلیل ہے اس امر کی کہ روزے ضرور بہت سے مصالح دینی و دنیاوی پر مشتمل ہونگے۔

(۱) یہ کہ روزہ انسان کی روحانی قوی کی ترقی پکڑنے اور تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے کون

(بقیہ حاشیہ صفحہ) مین ہے۔ یہود کا ہر ہفتہ مین دو دن روزہ رکہنا۔ انجیل لوقا ۱۸ باب ۱۲۔ سے ثابت ہے۔ مین ہفتہ مین دوبار رکہتا۔ انجیل مین حضرت مسیح اپنے شاگردون کو اونکی سست اعتقادی پر ملامت کرتے ہوے۔ روزہ کو ایمان کا نشان قرار دیتے ہین۔ دیکہو متی ۱۷ باب ۱۹۔۲۰۔ تب شاگردون نے الگ یسوع کے پاس آکے کہا۔ ہم کیون اوس (دیو) کو نہ نکال سکے یسوع نے اونہین کہا اپنی بے ایمانی کی سبب کیونکہ مین تمسے کہتا ہون کہ اگر تمہین رائی کے دانے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے۔ کہ یہان سے وہان چلا جا تو وہ چلا جاتا ہے اور کوئے بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی۔ مگر اس طرحکے (دیو) بغیر نماز اور روزہ کے نہین نکالے جاتے پولس و برناباس حضرت مسیح کے شاگردون کا روزہ رکہنا اعمال باب ۱۳۔۲۔۳۔ سے ثابت ہے اور ایسا ہی اعمال ۲ باب ۹ سے ہی۔

شخص ہے جو کم کھانا کم پینا شہوات نفسانی کی طرف کم توجہ کرنا ایک خوبی کی بات نہ سمجھتا ہو
ہر فرقہ اور ہر ملت کے لوگ عقلاً کم کھانے کم پینے اور شہوات نفسانی کی طرف کم متوجہ ہونیکو
ایک بڑی فضیلت سمجھتے ہیں۔ کم کھانے کم پینے شہوات نفسانی کی طرف کم توجہ کرنے
سے انسان کی قوت بہیمیہ کا زور گھٹ جاتا ہے۔ روحانی قوا ترقی پکڑتے ہیں۔ کم کھانا
تزکیہ نفس اور روح میں نیکی اور صلاحیت پیدا ہونے کا ایک بھاری ذریعہ ہے۔ انسان
کے قوائے غضبیہ اور شہویہ جو تمام فسادات اور معصیت کی جڑ ہیں۔ دب جاتی ہیں (یوں
انسان پر دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں) روحانی قوت ترقی پکڑتی ہیں (گویا جنت
کے دروازے انسان پر کھل جاتے ہیں) ماہ رمضان کے اندر لاکھوں حرص و ہوا کے
اسیر اور ریا بند طمع روزہ کی برکت سے عذاب دوزخ سے نجات پاتے ہیں۔

(۲) روزہ ملکی صفات سے موصوف ہونے اور متخلق باخلاق اللہ ہونیکا سبب ہے
خدا کے فرشتے کھاتے پیتے نہیں۔ خدا بھی کھانے پینے سے مبرا و منزہ ہے۔ شہوات
سے اوسکی ذات منزہ و پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جسقدر انسان کم کھائے کم پیئے۔
شہوات نفسانی کی طرف کم توجہ کرے۔ اوسیقدر خدا کو یہ عادت پسند ہے۔ انسان
کم کھانے کم پینے سے شہوات کی طرف کم توجہ کرنے سے ملکی صفات سے متصف اور
متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے خدا کی معرفت کے انوار کامل طور پر اوسکے دل پر تو ڈالتے
ہیں۔ تجلیات الہی سے بہرہ وافی حاصل کرتا ہے۔ خدا کا خاص منظور نظر ہو کر متخلق
باخلاق اللہ ہو جاتا ہے۔

(۳) روزے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نفس کشی اور جہاد اکبر کے لیے ایک
زبردست ہتھیار ہے۔ نفس و شیطان کے ساتھ جہاد کرنیکا ایک ۔ دار الحرب ہے۔ مذہبی آزادی

کے لیے کفار سے لڑنا جہاد اصغر ہے - اور نفس و شیطان کے پھندے سے رہائی پانے کے لیے مجاہدہ اور مقاتلہ کرنا جہاد اکبر ہے - پس نفس کے ساتھ مقابلہ کرنا اور اوسکے خواہشات کو زیر کرنا اگر جہاد اکبر ہے - تو روزے سے بڑھکر اس جہاد کا کوئی کارگر آلہ نہین - تمام حکما، اور علما، مصلحان قوم فلاسفر اور ڈاکٹر اس بات پر متفق ہین کہ جو آدمی اپنے لالچ اور نفسانی خواہشات پر غالب آتئے اور اندرونی موذی (نفس) پر فتح حاصل کرے، وہ سب سے بڑا رستم اور جنگی بہادر ہے - پس اگر یہ اصول سچا ہے تو یقین سمجھو کہ اس عدو (نفس) کے پچھاڑنے کے لیے روزے سے بڑھکر کوئی شے نہین -

(۴) ہمیشہ تکلیفات گناہون کا کفارہ ہوتے ہین اور یہ خیال قریباً کل اہل مذاہب کے دلون مین مستحکم و راسخ ہے - حضرت رسالتمآب نے ایک دن کی تپ کی تخفیف کو کئی گناہون کی جڑ جانے کا موجب ارشاد فرمایا ہے - اگر دنیا کا یہ اصول سچ ہے کہ ریاضت شاقہ اور تکلیفات عظیم انسان کے گناہون کے کفارہ ہوتے ہین تو یقین سمجھو - کہ روزہ بھی انسان کے بہت سے گناہون کے میٹ دینے کا باعث ہے -

(۵) روزہ ہمدردی سکھلانے والا ہے - کوئی آدمی کسی مصیبت زدہ پر سچے دل سے ترحم نہین کرتا جب تک وہ خود کسی مصیبت مین نہ پھنسا ہو - اور کوئی شخص دوسرے کی تکلیف کا اندازہ نہین کر سکتا جب تک خود تکلیف مین مبتلا نہ رہ چکا ہو - کوئی کسی بھوکے کی بھوک اور پیاسے کی پیاس کے رفع کرنے مین مدد نہین کر سکتا - جب تک وہ خود بھوک اور پیاس کی سختی نہ اوٹھا چکا ہو - دولتمند اور اغنیا بھوک پیاس کی تکلیف سے اکثر ناواقف ہوتے ہین - مگر جب مذہبی قید سے اونہین یہ تکلیفین اوٹھانی پڑین تو یقیناً وہ بھوکے پیاسے کی تکلیف کا بھی اندازہ کر سکین گے اور اونکی ہمدردی کا پورا خیال اونکو پیدا ہو سکتا ہے

اور جس شخص کی فطرت میں آگے ہی ہمدردی کا جوہر ہے کئی گنا ہو کر ظہور پکڑ سکتا ہے۔
کیا ماہ رمضان میں روزے مقرر ہونے کا یہ بڑا بھاری فائدہ نہیں ہے کہ اس سے اغنیا کو فقراء اور غرباء کے ساتھ سچی ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے اور خیرات کی سچی ترغیب نمیں ظہور پکڑ سکتی ہے۔

رسول کریم ماہ رمضان کے فضائل بیان کرتے ہوئے خود اس مہینہ کو شہر الصبر (صبر و استقلال کا مہینہ) اور شہر المواسات (ایک دوسرے کی ہمدردی کا مہینہ) ارشاد فرماتے ہیں اور اس مہینے میں ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمخواری کرنے کی تحریک فرماتے ہیں۔

(۶) روزے سے انسان میں صبر و استقلال کی عادت راسخ ہوتی ہے۔ انسان وقت پر بھوک پیاس کی تکلیف کو جھیل سکتا ہے۔ زمانہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا اور اسی واسطے انسان کو انقلابات ایام سے کبھی بھوک پیاس پر بھی صبر کرنا پڑتا ہے روزے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ انسان کو صبر کی عادت ہو جاتی ہے۔ مستقل مزاج ہو جاتا ہے۔ مصائب میں گھبراتا نہیں۔ بھوک پیاس کی تکلیف سہنے سے طبیعت میں ایک کامل ریاضت ہو جاتی ہے۔ پس روزہ کا یہ کتنا بڑا فائدہ ہے۔

(۷) اگر صبر و قناعت عادات حسنہ میں سے ہیں۔ تو بلاشبہ روزہ صبر و قناعت کی عادت بھی انسان میں پیدا کرتا ہے۔ روزہ کھولنے کے وقت بسا اوقات انسان صرف تھوڑے سے پانی۔ اور ٹکڑے پر قناعت کرتا ہے۔ اور چونکہ سچی بھوک اور سچی پیاس لگی ہوتی ہے وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ جو کچھ مل جائے اوسکو انسان غنیمت سمجھتا ہے اور ماحضر پر قناعت کرتا ہے۔ سچی بھوک پیاس کیوقت انسان جو کچھ

کھانے سے خوب انگ کو لگتا ہے۔ اور اچھی طرح جزو بدن ہوتا ہے۔ اور یون انسان کی صحت اور طاقت کے واسطے بہی روزہ اکسیر ہے۔ مگر چونکہ ہر ایک امر مین اعتدال شرط ہے۔ یہ ضرور ہے کہ افطار صوم کے وقت بے صبری نکرے۔ مناسب غذا پر قناعت کرے تو پہر بلا شبہہ یہ امر حفظ صحت اور مزید طاقت کا موجب ہوگا اور صبح کے زائل شدہ قوت کے بہر آنیکا سبب بسا اوقات انسان۔ سحری کے وقت بہی تہوڑے بہت پر جو کچھ ملجاے قناعت کرتا ہے۔ کبہی انسان وقت پر اوٹہہ نہین سکتا تو دو گھونٹ پانی اور ایک آدہ لقمہ پر ہے صبر کرنا پڑتا ہے پس روزے کی یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ اسی سے انسان مین صبر و قناعت کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

(۸) بہوک پیاس سخت سے سخت انسان مین نرمی و بردباری کی عادت پیدا کر دیتی ہے۔ انسان متکبر متواضع ہوجاتا ہے۔ سرکشی و تمردی رفع ہوجاتی ہے پس روزے سے یہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ اس سے انسان مین ایسے عادات حسنہ پیدا ہوجاتے ہین۔ یقیناً بہوک پیاس اور مصیبت کا سا کوئی معلم نہین۔ یہ ایسا معلم و مؤدب ہے کہ ایک دن مین اپنی تعلیم و تادیب سے وہ اثر ڈالتا ہے جو برسون علوم تاریخ وغیرہ کی تعلیم سے حاصل نہین ہوسکتا۔

(۹) روزے مین آدمی بہوکا ہوتا ہے اور پیاس کے مارے حلق مین کانٹے پڑجاتے ہین ہونٹون پر پپڑیان جمی ہوتی ہین جب تمام دن کی بہوک پیاس اور تکلیف کے بعد انسان کو کھانا پانی ملتا ہے۔ تو اوسوقت حلق کو پانی سے سیراب کرنے۔ معدہ مین غذا پڑنے سے دل کو جو غایت درجہ کی فرحت اور سرور حاصل ہوتا ہے وہ روزہ دار ہون ہی کے دل سے پوچہنا چاہیئے۔ اسوقت بلا شبہہ انسانکے سارے اعضا

اور دل سے اچھی طور سے الحمد للہ پکارتے اور خدا کا شکر ادا کرتے ہین اور جو سچی خوشی اسوقت روزہ دارون کو ہوتی ہے وہ عید کی خوشی سے کم نہین ہوتی۔ اور جو خوشی انسان کو خدا کا فرض ادا کرنیکی وجہ سے قیامت کے دن ہو گی اوسکی کچھ انتہا ہی نہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیان ہین۔ ایک خوشی تو اوسی روزہ کھولنے کی وقت ہوتی ہے (جب سارا دن کھانے پینے سے باز رہکر سیراب ہوتا ہے اور شکر خدا کرتا ہے) اور ایک خوشی جب اپنے رب سے ملیگا (اور خدا اوسے جزا دیگا) بلاشبہ روزہ دار کی منھ کی بو خدا کے یہان مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیسا خوشی کا موقع ہے جب انسان سارا دن اپنے مالک کی طاعت اور رضاجوئی کے لیے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور شام کے وقت اپنے مالک کے عطا کی ہوی روزی سے روزہ افطار کر دیتا ہے اور کہتا ہے خدا میرا کھانا پینا چھوڑنا تیرے ہی لیے ہے اور مینے اب تیرے ہی عطا کی ہوی۔ روزی سے کھول دیا ہے۔ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت وعلیک توکلت۔ خدایا مینے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔ اور تجھی پر توکل میرا ہے۔

(۱۰) روزے کی یہ کتنی خوبی ہے کہ خالق ہمارا فرشتون کے روبرو اپنے بندگان خاص کی بڑائی اور خوبی بیان کرتا ہے۔ اپنی طاعت کے سبب درجات بلند کرتا ہے۔ اونکی برائیون کو مٹا ڈالتا ہے اور اپنی مغفرت کے سایہ تلے جگہ دیتا ہے بات یہ ہے کہ فرشتے کھاتے پیتے نہین۔ انکو اللہ نے خود فطرت ہی ایسی عطا فرمائی ہے کہ کھانے پینے کی حاجت نہین رکھتے۔ پس دن کا تو کھانا نہ پینا اور شہوات سے

بری رہنا کوئی کمال کی بات نہین کیونکہ اونکی فطرت ہے ایسی بنائی گئی ہے۔ جس شخص کی عادت کھانا پینا ہو جب وہ شخص اپنے مالک کی طاعت اور رضاجوئی کے لیے کھانا پینا چھوڑدے تو ایک کمال کی بات ہے انسان جو کھانے پینے سے صبر نہین کرسکتا۔ جب وہ محض اپنے مالک کے حکم سے اوسکی طاعت و رضاجوئی کے لئے خاص وقت تک کھانا پینا چھوڑ دی تو یہ کمال کی بات کیون نہوگی؟ بلاشبہہ یہ ایک کمال کی بات ہے۔ اور انسان کا شرف اور درجہ اس حالت مین فرشتون سے بڑہکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا ملائکہ کے روبرو انسان کی بڑائی اور خوبی بیان کرتا ہے۔ جسکو اگر انسان سمجھے تو یقیناً روزے کی تہوڑی سی مشقت اوسے عین راحت اور کمال مسرت معلوم ہوگی۔ ہماری تہوڑی سی مشقت کو ہمارا خالق فرشتون کے روبرو بطور فخر بیان کرے اللہ اکبر اس سے بڑہکر ہمارے لئے کونسا فخر کا مقام ہوگا۔

(۱۱) روزہ رکھنے سے انسان کے قواے شہوانی غضبی دبے ہوتے ہین۔ مارے بہوک پیاس کے بولنے کی طاقت نہین رہتی۔ اور خاموشی جو ایک عمدہ عادت ہے۔ انسان اختیار کرتا ہے۔ لغو باتون سے احتراز کرتا ہے۔ اور روزے کے ارکان سبب مین داخل ہونے کا یہی بڑا اثر ہے روزے مین جہوٹ غیبت۔ لعنت ملامت۔ گالی گلوج۔ بدنظری بری باتون سے بچنا ہی روزے کا اعظم و اہم مقصود ہے۔

ایک روزہ روح اور دل کا ہے۔ اور وہ یہ کہ ان دونون کو یاد الٰہی مین مصروف رکھے۔ دوسرا روزہ عقل کا ہے۔ اوسکا مطلب یہ ہے کہ عقل کے خلاف نہ...ے [illegible] کام نہ کرے۔ تیسرا روزہ نفس کا ہے۔ اور وہ یہ کہ نفس کو کھانے پینے اور جمیع شہوات ولذات سے باز رکھے۔

آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ بُری چیزون پر نظر نہ کرے بلکہ کتاب مقدس یا کتب احادیث و احکام کو زیر نظر رکھے۔
کانون کا روزہ یہ ہے کہ کلام فحش یا لغو باتین اور غیبت وغیرہ ہرگز نہ سنے بلکہ خدا و رسول و مقدس لوگون کا کلام سُنے۔
زبان کا روزہ یہ ہے کہ لغو باتین نہ کرے۔ نہ کسیکی غیبت کرے اور کوئی خلاف شرع بات زبان سے نہ نکالے۔ بلکہ خدا کی یاد اور کلام الٰہی کی تلاوت مین رطب اللسان رہے۔
ہاتھ کا روزہ یہ ہے کہ اُنسے کوئی خلاف شرع کام نہ کرے جس سے مرتکب گناہ ہو۔ بلکہ اون سے صدقات و خیرات کرے اور ایسے ایسے کام کرے جس سے دنیا اور دین مین بھلائی
پاؤن کا روزہ یہ ہے کہ خلاف شرع کامون مین قدم نہ مارے بلکہ نماز و جماعت کے لیئے یا وعظ و نصیحت سنے۔ بزرگان دین کی زیارت کے لیئے جاوے۔
تمام جسم کا روزہ یہ ہے کہ اپنے تمام جسم کو خدا کی راہ مین فنا کردے اسکے مرضی کے بغیر نہ کوئی کام کرے اور اوسی کے ذکر و فکر مین محو ہو جاوے اور یہی کامل روزہ ہے
(۱۲) صحت کا محافظ ہے۔ تمام اطباء و حکماء اس بات پر متفق ہین۔ کہ کم کھانا کم پینا۔ انسان کی تندرستی کی بنیاد ہے۔ پس اگر یہ اصول سچا ہے تو یقیناً ماہ رمضان مین ایک مہینہ بھر کھانے پینے سے پرہیز کرنا انسان کی صحت کے واسطے بہی مفید ہو۔ بلاشبہہ اگر روزہ ٹھیک اصول پر رکھا جاوے۔ اور شام و سحر کے وقت مناسب اندازہ کے ساتھ غذا کھائی جاوے۔ تو یہ صحت کا محافظ ہے۔ اور کئی امراض سے لیئے بالخاصیت دوا ہے۔ اسکی برکت سے اخلاط غیر طبعی کے مواد فاسدہ (موجبات سوء ہضمی۔ ریزش و نزلہ۔ جو ام الامراض ہے۔ اوجاع وغیرہ وغیرہ) دور ہو جاتے ہین

جسم کا ٹھیک طور پر فضلات سے تنقیہ ہو جاتا ہے پس ایسی چیز (جو دینی و دنیاوی منافع
کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ پر واقع ہے) کی نسبت جسقدر شارع اسلام نے تشدد و
تقید کیا بہت مناسب اور بالکل ٹھیک ہے۔ اور اس خصوص مین ہر ایک قانون
افراط و تفریط سے خالی ہے سر سے پاؤن تک کوئی بیماری بے پیٹ کے فساد کے
نہین ہوتی اور سارے طب اسی ایک تعلیم مین بھرے ہوے ہے اور حضرت امیر علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ پیٹ کے مشک کے دہانے یعنے منہ کا پھندا آنکھ ہے کہ اگر اوسے ہر
چیز کی طرف سے بند رکھا ہو تو دہانا بند ہے اور نہین تو مشک کا دہانا کھل گیا کہ اب
جو کچھ اوسمین ہے وہ بے گرے نہین رہتا روزے کے لیے دن ہی کا وقت مناسب تھا
کیونکہ قواے غضبیہ و شہویہ کے خاص طور پر ظہور کا وقت دن ہی ہے رات کو تو انسان
سو جاتا ہے۔ اور خود بخود یہ سب قواے شہوانیہ و غضبیہ حالت تسکین مین ہوتے
ہین۔ رات کے روزے کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگلے شرایع کی اصلاح
و ترمیم کر کے (جسمین دن رات کا روزہ تھا) رسول خدا نے صرف دن ہی کا روزہ قرار
دیا تاکہ اصلی مفاد بھی حاصل ہو اور فضول سے احتراز ہو جاوے۔ اور زیادہ تکلیف
بھی نہو جس سے صحت پر برا اثر پڑے۔

روزے کے لیے منجملہ ۱۲ مہینون کے ایک ماہ کا تقرر بہت موزون و مناسب ہے۔
اوس سے کم مین اصلی غرض مفقود تھی۔ اور زیادہ مین ضرر اور تکلیف مالایطاق
لازم آتی تھی یہ تقرر بالکل اوسط و اعتدال پر مبنی ہے۔ جیسا کہ خدا نے دین اسلام
کے ہر ایک اصول کو ٹھیک اوسط و اعتدال پر رکھا ہے۔

...یہ ہر... ت اور نفلی روزون کی اجازت دیگئی ہے اور بحالت مجبوری و معذوری

یہ فرض ساقط کیا گیا ہے بیمار اور مسافر کو اس سے بری کیا گیا ہے - اور ایسا ہی شیخ فانی یعنی نہایت بڈھا جو روزہ نرکھ سکے اس سے بری کیا گیا - روزہ سے جس شخص کی جان پر آبنے - اوسے افطار کر دینے کا حکم دیدیا گیا ہے - حایضہ کو حیض کی حالت مین معاف کیا گیا ہے غرض کہ ان قوانین کے بنانے مین بنی نوع کی حفاظت کا بڑا خیال رکھا گیا ہے جو نہایت ضروری امر تھا - باوجود اس آسانی کے جو طاقت رکھتا ہے اور اوسکی برکات و فواید سے محروم رہتا ہے - یا روزہ کی عظمت کو نہ سمجھکر عمداً توڑ ڈالتا ہے وہ تشدد برتا گیا ہے - جسکی کہ سیاست دینی مقتضی ہے تاکہ کوئی شخص ایسی مفید اور بابرکت عبادت سے محروم نرہے -

بلاشبہہ اسلام مین روزہ ایک نہایت ہی اعتدال پر واقع ہے - اور بہت سے دینی و دنیاوی فواید پر مشتمل ہو دیگر بانیان مذاہب مین روزے کے اصول کو دیکھو تو اسلام کے آگے کچھہ بھی وقعت نہین رکھتے - اونسے وہ اغراض حاصل ہی نہین ہوتے جو مطلوب ہین - یہود و نصارا مین دن رات کا روزہ ہوا کرتا تھا - یعنے وہ رات ہی کو کھا کر پھر ۲۴ گھنٹہ کے بعد کھانا کھایا کرتے ہین بعض مذاہب مین خود رو پودون اور پھلون کو جائز رکھا گیا ہے - بعض چکی کا پیسا نہین کھاتے باقی سب ہڑپ کر جاتی ہین بعض ایسا بڑھ گئے ہین جسمین جانکا بڑا نقصان ہے - جیسے بہاڑون کے روزے -

غرض کہ کوئی قوم یا کوئی مذہب نہین جسمین روزے کا وجود حد اعتدال پر قائم اور افراط و تفریط سے خالی ہو -

قربان جایئے شارع اسلام کے جنہون نے بنی نوع انسان پر کسی قسم کی تکلیف مالا یطاق گوارا نہین کی کوئی حرج نہین رکھا انھون نے احتراز فرمایا - آپ نے رات کا روزہ موقوف فرمایا

صرف روزہ کے لیے دن مقرر فرمایا۔ کیونکہ انسان کے لذات وشہوات کے ظہور کا خاص وقت دن ہی ہے۔ اور نفس امارہ کی زیادہ کارروائی دن ہی مین ہوتی ہے۔ رات کو عموماً سب لوگ آرام کرتے ہین اور سب اعضا تھکے ماندے ہوتے ہین۔ جو ایک آدہ لذت رات کے لئے مقرر کی گئی ہے وہ عادتاً ومصلحتاً ہے اور چونکہ سونیکے بعد انسان خود ہی کھانے پینے اور حوائج بشریہ سے محترز ہوجاتا ہے تو پھر رات کے روزے کی کچھ ضرورت ہی نہین تہی۔ اسی لیے آپ نے دن کا روزہ مقرر فرمایا۔ مگر پو پھٹے سے قبل (سحرے) کھالیا کرو کہ اسمین برکت ہے۔ ہمارے اور اہل کتاب کے روزون مین فرق سحرے کھانے کا ہے۔

کھانا پینا خاص حیوانی کام ہے۔ اس سے انسان جسقدر دور رہ سکے بہتر ہے لیکن ہم مین حیوانیت کا جزو ہی ہے۔ اسلیے مجبوراً اسکا لحاظ بہی ضرور تہا مگر رات دن کھانے پینے ہی کے خیال وفکر مین ڈوبا رہنا بُری بات ہے۔ جتنے بزرگان دین گذرے ہین اگر اونکی حالت پر غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ حضرات بہت کم خوراک تھے اور اکثر روزے رکھتے تھے جناب امیرؑ جس روز روزے سے نہین ہوتے تھے اوس روز بہی روکھی سوکھی جو کے آٹے کی چٹکی پہانک کر بسر کرتے تھے۔

خدا نے انسان کو مرکب بنایا ہے۔ اوسمین ملکوتی۔ اور حیوانی یا بہیمی دونون صفتین ہین۔ عبادتون سے ملکوتی صفت کی ترقی ہوتی ہے۔ روزے مین بہت بڑی تعلیم اسی بات کی ہے۔ کہ بہیمی صفت کمزور رہے۔ اور خدا کی عبادت مین خوب مصروف ہو کر انسان کی روح ایسی زور آور ہو جاوے۔ کہ حیوانی صفت پر پوری حکومت رکھ سکے جس طرح کسی کو کہین لڑائی کے لیئے جانا ہوتا ہے تو چند روز پہلے ہی خوب

ورزش کرتا ہے تاکہ اسکی مہارت حاصل رہے کہ وہ لڑائی کے دن دشمن پر غالب آوے۔
اسی طرح ہم انسان بھی اس جہان مین لڑائی اور جہاد ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہین۔ وہ کونسی لڑائی ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہین؟ وہ لڑائی بھی نفس کی لڑائی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جسنے اس لڑائی مین فتح حاصل کی جسکی ملکوتی صفات نے حیوانی صفات پر پوری حکومت حاصل کرلی۔ یہ تیس دن کے روزے اسی لڑائی مین کامیاب ہونے کی تیاری ہے۔ صفات حیوانی کی قوت دینے والی چیزیں کھانا پینا ہے اور صفات ملکوتی کی قوت دینے والی چیز خدا کا ذکر اور اوسکی محبت ہے۔ جب آدمی ایک قوت دینے والی چیز کی مقدار کو کم کریگا اور دوسرے کی مقدار کو بڑہائی گا۔ تو ضرور ایک کو دوسرے پر فتح حاصل ہوگی۔ صحیح وتندرست آدمی کو بھوکا اور پیاسا رہنے سے کچھ تکلیف البتہ ہوتی ہے۔ لیکن کسی قسم کی بیماری نہین ہوتی۔ جنگلی ملکون کے رہنے والی جو محض شکار پر زندگی بسر کرتے ہین۔ اکثر تین چار چار روز تک شکار نہ ملنے کیوجہ سے بھوکے رہجاتے ہین۔ لیکن وہ اون آرام طلب آدمیون سے کہین صحیح وتندرست رہتے ہین جو رات دن پلاؤ قورمہ کھایا کرتے ہین اور جانتے بھی نہین۔ کہ بھوک کی تکلیف کیا شے ہے۔ انسان کو زیادہ کھانے سے جتنی بیماریان ہوتی ہین۔ اوسکا ہزاروان حصہ بھی بھوکا رہنے سے نہین ہوتین بلکہ مصرانی اکثر امراض کا فاقونسے علاج کرتے ہین۔ امریکہ اور فرانس کے بعض ڈاکٹرون نے چالیس شبانہ روز بھوکا رہکر ثابت کردیا ہے۔ کہ سوائے کمزوری کے بھوکا رہنے سے اور کوئی ضرر پیدا نہین ہوتا۔ البتہ بیمار کے واسطے یہ تجربہ درست نہین۔ سو اسلام مین اوسے معذور سمجھا گیا ہے۔ اور اوسپر روزہ بیماری کی حالت مین حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور پھر یہ روزہ اوس وقت مین کیا مفید ثابت ہوا ہوگا۔ جس وقت کی قوم نہایت وحشی بد پرہیز
شکم پرور طلاوش جنگجو بیوقوف بدخو (یعنے جاہلیت کے عرب) تھے جو بالکل قواعد حفظان صحت
سے واقف نہ تھے نہ اس امر کا اونکو امتیاز تہا کہ غذا معدہ مین ابھی ہے نہ مداخل کو سمجھتے
تھے نہ اس امر کی تمیز تھی کہ کیا شے کھانا چاہیے ہے اور کس سے پرہیز چاہیے۔ خرمون کی
گھٹلیان تک کہا جاتے تھے پیاز کی سبزی سے بھی پرہیز نہ تھا۔ اونکی جسمانی اصلاح
مذہبی طور پر کی گئی مہینہ بھر مین معدہ خوب صاف کیے تنقیہ فضولات ہوا۔ سنتے روزون
کے فضائل بیان کر کے اوسپر بھی راغب کیا چونکہ عرب تنومند وقوے تھے اسوجہ سے
جرات سنتی روزون کی بھی ہوئی تیس روز کے روزے خطرے مین بھی نہ آئے باطنا قوت
جسمانی اونکی گھٹنا شروع ہوے قوت روحانی مین ترقی ہوئی حلم و بردباری انکسار و
تواضع رفتہ رفتہ آنا شروع ہوے۔ صبر و استقلال اکل و شراب سے طبیعتون مین دخل
کرنے لگا وحشت مین کمی ہونے لگی کچھ سونچنے سمجھنے کے بھی عادی ہوے انجام بینی کا
مادہ پیدا ہوا روزون کی کثرت سے جنگجوئی بھی موقوف ہوئی تہوڑے ہی عرصہ مین وہ
وحشی قوم ایک نہایت سلیس تعلیم یافتہ مہذب نیک چلن قوم بن گئی۔ پس یہ
روزہ اوس قوم کے واسطے کیسا مفید ثابت ہوا۔ جس سے بہتر کوئی علاج نہ تہا۔
غذا اور اناج ارضی چیزین ہین۔ انکے استعمال سے ارضی صفت یعنے کاہلی پیدا ہوتی ہے
غذا جتنا کم کھاوے اوتنا ہی انسان چست و چالاک رہیگا روزے میں اسلام کی بھی تعلیم ہو
کہ ہم اپنی ارضی صفت کو اعتدال پر رکھین۔ یہ بھی ایک خدائی قانون ہے۔ کہ جب تک
آدمی تکلیفون سے بھاگتا پھرتا ہے۔ تکلیف اوسکی جان نہین چھوڑتے۔ لیکن جب تکلیف
کو پیاری چیز جانتا ہے تو ہر طرف اوسکے لیے آرام ہی آرام ہے۔ مسلمانون کی ترقی کے

زمانہ کو دیکھو کہ وہ کیسے جفاکش تھے عیش وعشرت سے نفرت تھی دھوپ کو دھوپ نہین سمجھتے
تھے جیسے مسلمانون نے جفاکشی سے منہ موڑا ہے راحت پسندی وآرام طلبی اختیار رکی ہو
سستی دکاہلی اور صفت ارضیہ کا اپنے کو سرچشمہ بنالیا ہے اوسوقت سے اقبال بھی
ونسے رخصت ہوگیا ہے۔ روزے مین اسی صفت جفاکشی کی تعلیم ہے۔
کل عبادتون بڑی تعلیم اس امر کی ہے کہ انسان کو خدا کے ساتھ تعلق پیدا ہو اس غافل انسان
کی غفلت دور کرنے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ سال مین پورا ایک مہینہ
خاص خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے مین بسر کرے۔ اور ہفتے مین ایک روز۔ اور
ہر روز پانچ وقت اپنے معبود کی طرف متوجہ رہے۔ اس سے کم تعلق رکھکر کوئی
قوم ہرگز اپنے روحانی حالت کو قائم نہین رکھ سکتے۔ شریعت محمدیؐ چونکہ آخری شریعت
ہو اسلیے اوسمین ایسا کامل اور پختہ طریقہ انسان کو کامل انسان قائم رکھنے کا خدا نے
اپنی رحمت سے جاری کیا ہے جسمین کسی طرح تخفیف کو گذر نہین۔ جو قوم اتنے کم عبادت
کریگی وہ ہرگز نفس کی غلامی سے نجات نہین پاویگی نمازی کو پانچ وقت اپنے رب کا
خیال آتا ہے۔ لیکن روزہ دار کو بھوک پیاس کی تکلیف دن بھر خدا کی یاد سے غافل
نہین ہونے دیتے۔ روزہ دار سمجھتا ہے کہ مین کھانے پینے کی یہ تکلیف محض اوسکے
حکم سے بجا لاتا ہون اتنے اوسکو ایسی روحانی راحت حاصل ہوتی ہے جس کو
لفظون مین ہم بیان نہین کرسکتے۔ اس جہان مین اگر کوئی کسی کا عاشق ہو اور
معشوق اوسکا سارا دن بھر دھوپ مین کھڑا رہنے کا حکم کرے تو یہ تکلیف عین راحت
معلوم ہوگی:۔
جیسے روزے کے ساتھ باوجود اوسکی تکلیف کے ایسی سچی محبت مسلمانون اور ایمانداون مین

دیکھی ہے کہ جب ماہ مبارک رمضان کے اخیر جمعہ مین رمضان المبارک کی الوداع پڑھی جاتی ہے اوسوقت روتے روتے اونکی ہچکیان بندھ جاتی ہین ۔

مخبر صادق نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن گنہگارون کو پیاس کی شدید تکلیف ہوگی اور دوزخیون کو بھوک وپیاس کی مصیبت ستائیگی ۔

روزے مین اس امر کی بھی تعلیم ہے ۔ کہ عاقل انسان عذاب آخرت سے غافل نہو جاوے بلکہ اوس سے بچنے کی ترکیبون پر عمل کرے ۔

روزہ یہ بھی سکھاتا ہے کہ انسان اس بات پر غور کرے کہ صرف چند گھنٹے اناج پانی سے علٰحدہ رہنے اور پان تنباکو وغیرہ کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑنے مین کیا تکلیف ہو پس جب ہم مرجاوینگے تو اوسوقت اس دنیا کی ساری چیزون سے الگ ہونا پڑیگا اوسوقت کیسی تکلیف ہوگی ۔ اسلیے لازم ہے کہ جیتے جی دنیا کی سب چیزون سے ہم بے تعلقی پیدا کرین پس روزہ سے انسان دوراندیش وعاقبت اندیش بنجاتا ہے ۔

صرف کھانا پینا وغیرہ چھوڑ دینے سے روزے کا جسم تیار ہوتا ہے ۔ اور جب انسان بری باتون سے بھی اپنے کو روزے کے دنون مین بچائے رکھتا ہے تب اسکا روزہ کامل ہوجاتا ہے پس روزہ درحقیقت ایک پکا واعظ ہے ۔ جو روزہ کو باقاعدہ رکھیگا کبھی کسی گناہ مین مبتلا نہوگا اخلاق درست ہونگے تہذیب وشائستگی آویگی پس کیا یہ کسی شخص کیواسطے ممکن ہے کہ وہ سال مین ایک مہینے تک نیک خصلت رہے بغیر اسکے کہ اوسنے اپنی مجموعی حالت بقیہ گیارہ مہینون مین کسی حدتک فائدہ بخش نہ کی ہو جس شخص نے دقیق اور غیرمتعصبانہ نگاہ سے اسلامی طریقہ کو جانچا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ کس معقولیت ودانائی سے اسکی ترغیب کی گئی ہے ۔ اور کسقدر وسیع وپراثر نتائج حاصل ہوسکتے ہین اگر صدق

وعرفان نے اسپر عمل کیا جاوے - ہم سب عادت کی قوت سے آگاہ ہین خواہ وہ مستحسن ہو یا قبیح اور گناہ و بُرائی مین مبتلا ہوجانا کسقدر آسان ہے اسی طرحسے بہ نسبت صالح ہونے کے بدکار ہونا بہت سہل وآسان معلوم ہوتا ہے - بعض نئی روشنی کے طالبون اور نوتعلیم یافتہ جوانون کے دلون مین یہ سمائی ہوی ہے کہ روزہ سے بھوک مین مرنے کے سوا اور کچھ حاصل نہین - کاش جسقدر یہ لوگ ریاضی کے ایک معمولی سوال حل کرنے پر توجہ دیتے ہین اوس سے تھوڑی سی توجہ روزہ کی حقیقت کی طرف بھی کرین جو کچھ فلاسفی ہمنے روزہ کی بیان کی ہے وہ سب خدا نے ان چند الفاظ جامع ومانع مین بیان کردی ہین غور کرو تو بہت کچھ سمجھ سکتے ہو٭ خدا فرماتا ہے ایمان والون تم پر روزے مقرر ہوے جس طرح اون لوگون پر مقرر ہوے جو تمسے پیشتر تھے - اسلیے کہ تم وصف تقوی سے متصف ہوجاؤ - چند گنتی کے دن ہین سال نہین - چند ماہ نہین - بجز اس مین ایک ماہ بدن کی زکوۃ نکالنی پڑتی ہے پس جو کوئی تمین سے بیمار ہو - یا سفر پر تو وہ اور دنون مین گن کر رکھ لین - اور جو لوگ کمال مشقت سے روزہ رکھ سکتے ہین - (جیسے شیخ فانی) تو وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے اور روزہ

٭ یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون ۱۲-

رکھے اور جو شخص رغبت سے نیکی کماوے تو یہ اوسکے لیے کمال خوبی کی بات ہے۔ اور روزہ رکھنا تمھارے واسطے بڑی خوبی کی بات ہے۔ اگر تم شریعت کے اسرار جانتے ہو۔ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جسمین قرآن شریف نازل کیا گیا۔ لوگون کے لیے رہنما۔ اور ہدایت کے لیے کھلی نشانیان اور حق و باطل کو جدا کرنے والا۔ پس جو شخص تم مین سے اوس مہینہ کو (حالت صحت و حیات مین) پاوے تو چاہیے کہ اوسمین روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو۔ تو وہ اور دنون مین گن کر روزہ رکھے خدا تمپر آسانی چاہتا ہے اور دشواری (تکلیف مالایطاق) نہین چاہتا۔ اور دنون مین گن کر روزے رکھ لینے کا حکم اسلیئے فرمایا کہ تمھاری تعداد پوری ہو جاوے۔ اور تاکہ تم خدا کی عظمت و کبریائی کو یاد کرو اسپر کہ اوسنے تمھین دین کی راہ بجھائی۔ اور تاکہ تم اوسپر خدا کا شکریہ ادا کرو۔

(قد افلح من تزکی)

حسن زکوۃ

خدا دوستی سے بڑھکر کس شے مین حسن ہے جو کہ ہر مذہب اور ہر عقل سلیم کے نزدیک بہتر ہے۔ یون تو ہر صدقہ مناسب ہے لیکن ہمارے خیر اندیش خالق نے فقط اس غرض سے کہ ہر ادنی و اعلی درجہ مساوات پر ہے اور کیسکو کیسکے آگے ہاتھ پھیلانے اور سوال کرنیکی ضرورت نہو۔ اسوجہ سے ہر مالدار کے مال مین ایک حق تعین فرما دیا جسکا دینا واجب بتایا جاتا ہے۔ اور ہر مفلس و محتاج اوس مال سے منتفع ہو کر دوسرے سال کیواسطے پھر اوس رقم معینہ کا امیدوار رہتا ہے۔ اور بطور استحقاق کے اوس مقدار کو ہر متمول سے لے سکتے ہین۔ اور پھر خوبی یہ ہے کہ جو شخص دیندار نماز گذار متقی و ابرار ہو وہی اس مال سے منتفع ہو سکتا ہے۔ جب یہ قید لگا دی گئی ہے تو ضرور ہر شخص اپنے تقوی و صلاح کی

کوشش کریگا۔ ابتدا اگر لالچ سے۔ بعد مین عادی ہوتے ہوتے سچا اصلی پابند شریعت کا ہوجاویگا۔ اسی سے خدا فرماتا ہے "قد افلح من تذکّی" ضرور وہ شخص جسنے زکوۃ دی فلاح دارین کا مستحق ہے دنیا مین نفع یہ ہے کہ ذات سے اوسکی برادران ایمانی منتفع ہوے اور جو لوگ شریعت کے پابند نہ تھے۔ وہ بھی اسکی وجہ سے پابند بنے۔ اور آخرت مین ثواب بحساب کے مستحق ہوے۔

زکوۃ ایک برادرانہ محبت کا مستحکم خیال ہے۔ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کس وجہ سے خدا نے مقدار زکوۃ کی ہزار مین پچیس مقرر فرمائی اور تیس قرار نہ دیے حضرت نے فرمایا یہ مقدار بقدر کفاف فقرا ہے اگر مالدار زکوۃ ادا کرین تو کبھی کوئی محتاج نہ ہو۔

اسقدر برادرانہ محبت کے قائم رکھنے کے واسطے زکوۃ کی تاکید ہے کہ "بھا حقنوا دمائھم و بھا سمّوا مسلمین" حقن دم اور اطلاق اسلام زکوۃ دینے والی ہے پر یہ مقدار تو بقدر کفاف تھی۔ اب توسعہ کے واسطے مطلق صدقہ کو مستحب کیا اور ارشاد ہوا "فی اموالھم حق معلوم" یہ وہ مال ہے جو اغنیا اپنے مال سے قلیل و کثیر ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر ماہ مین فقرا و مسکینون کو دین اور پھر فرمایا "واقرضوا اللہ قرضاً حسنا" اگر تم دے ڈال نہین سکتے تو اوس وقت کی مصیبت کو اپنے بھائی کی ضرور دفع کرو اور قرض ہی دیکر کام نکالو بلکہ "والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل" ہر حسن سلوک اور صلہ رحمی کو لازم قرار دیا برادرانہ خیال کو ویسا ہی اسلام مین قرار دیا ہے جیسے اپنے نفس کا انسان خیال کرتا ہے۔ اسلام کا سچا معتقد وہی ہے جو اپنے ہمسایہ والے کو بھوکا دیکر خود نہ کھاوے اور اوسکو کھلاوے۔

تاکید وتنبیہ اس صدقہ - اور ایثار - اور حسن سلوک - و برادرانہ محبت کی جسقدر اسلام مین ہے شاید کسی مذہب مین ہو - تاریخی واقعات اور مسلمانون کی فیاضی و سیرچشمی "کالشمس فی رابعۃ النہار" ہے -

جس طرح سے طہارت جسمانی پانی سے ہوتی ہے اوسی طرح سے زکوۃ کو مطہر مال قرار دیا ہے اس سے وہی روحانی ترفع مراد ہے جو انسان بذریعہ زکوۃ حاصل کرتا ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ "مال انسان پر اوسیوقت حلال ہے جبکہ اپنے بھائی کو بھی کھلا کر کھاوے" ہمنے یہ بھی کہتے سُنا ہے کہ اسلام پر تنگدستی کا اعتراض ہوتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان اسکے قایل ہین کہ خدا مسرفین کو دوست نہین رکھتا - اور جو لوگ زیادہ پانی لنڈھاتے اور اچھا کپڑا پہنتے اور تھوڑی تھوڑی بات کو اسراف کہتے وہ کیا کسی کو دیسکتے ہین - بلکہ خدانے انسان کو طبعا تنگدل بنایا ہے - اگر دادودہش اچھی شے ہوتی تو خدا انسان کو طبعا تنگدل پیدا نکرتا"

جواب اسکا یہ ہے کہ خدا کا انسان مین ایسا وصف رکھنا جو بظاہر قبیح کی صورت مین نظر آتا ہے ایک کمال حکمت پر مبنی ہے - لیکن انسان اوسمین افراط وتفریط کرکے جادۂ اعتدال سے گذر کر ایک بُرائی کی صورت مین بنالیتا ہے - خدانے انسان مین کوئی خاصہ یا کوئی وصف لغو و فضول اور حکمت کے بغیر نہین رکھا ہے خدانے انسان مین شہوت پیدا کی ہے اور طبعا انسان مین قوائے شہوانی رکھے ہین - ہر ایک انسان مین قوت سبعی (غصہ) بھی رکھی ہے جو بظاہر قبیح کی صورت مین نظر آتی ہین - مگر دراصل کمال حکمت پر مبنی اور اعلیٰ اخلاق کی بنیاد ہین - قوت شہوانی کو اگر برمحل استعمال کیا جاوے تو اولاد صالح کے پیدا ہونے اور اعلیٰ صفت عفت اور عصمت کے حاصل ہونے کا موجب ہے - اگر بے محل

استعمال کیا جاوے تو- لواطہ- جلق- زنا وغیرہ وغیرہ اخلاق ذمیمہ کے پیدا ہونے کا موجب ہے۔ اگر انسان اپنی خود اختیاری سے قوت شہوانی کو بے محل استعمال کرے تو پیدا کرنے والے کی ذات پر کوئی اعتراض نہین آسکتا- ایسا ہی قوت سبعی کو خدا نے انسان مین پیدا کیا ہو تو وہ بھی اعلا اخلاق شجاعت وغیرہ پیدا ہونے کا محل ہے- لیکن اگر اوس سے بھی بیجا طور پر کام لیا جاوے- تو غضب وغصۂ بیجا قتل وسفک وایذا وغیرہ کے پیدا ہونے کا موجب ہے پس بات یہ ہے کہ ہر خاصہ جو انسان مین خدا نے پیدا کیا ہو اور بظاہر قبیح کی صورت مین نظر آتا ہے- دراصل کمال حکمت پر مبنی ہے- اور اخلاق فاضلہ کے پیدا ہونے کا باعث ہے- لیکن انسان اوسمین افراط وتفریط کرکے بدی کا چشمہ بنا لیتا ہو- انسان مین طبعاً ایک قسم کی تنگدلی کا ہونا اصل مین تو ایک اعلی وصف (کفایت شعاری) کے پیدا ہونے کا موجب ہے- اگر انسان مین طبعاً تنگدلی کا وصف نہ ہوتا تو دنیا مین کوئی شخص کفایت شعار نہ ہوسکتا- ہر شخص فضول خرچ مسرف بیجا اوڑانے والا ہوتا- خدا نے انسان مین ایک قسم کی تنگدلی اور نگہداشت پیدا کرکے اوسکو کفایت شعاری کا منبع ٹھہرایا ہو- اور ساتھ ہی خرچ کرنے خیرات وصدقات دینے لوگون کی بھلائی مین خرچ کرنے اور فیاضیان ظاہر کرنے کا حکم دیکر اس وصف کو جادہ اعتدال پر لانیکا حکم دیا- جیساکہ اوسنے فرمایا- ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ تو نہ تو اپنی ہاتھ کو اپنی گردن مین بندھا رکھ (کہ بالکل خرچ ہی نکر) اور نہ اوسکو بالکل کھول ہی دے (مینے سب کا سب اوڑادے) اگر ایسا کریگا تو لوگ تجھکو تنگدلی پر ملامت کرینگے- اور سب خرچ کردیگا تو پچھتاتا رہیگا۔ "واقصد فی مشیک" ہمیشہ اوسط درجہ کی راہ چل اور اعتدال کے ساتھ خرچ کر- خدا نے گویا اس آیہ مین انسان کی طبعی خاصہ کی طرف اشارہ کرکے

تنبیہ کی ہے کہ انسان کو اپنے جذبات طبعی کا مغلوب نہین ہونا چاہیے بلکہ اپنے طبعی جذبات کو حکم الہی کے طابع کرنا چاہیے اور بیجا تنگدلی اور بخل سے اجتناب اور پرہیز کرنا چاہیے"

"وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ

سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین"

حج کا حسن عقلی

حج برادرانہ خیال کی نشو ونما کی بنیاد ہے۔ موجودہ زمانہ مین ہر مسلمان سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی مین کم سے کم ایکمرتبہ سفر مکہ اختیار کرے۔ ہمارے حضرت کا صریحی یہ خیال تھا کہ وہ اپنے مقلدین کو ملک کے جملہ اطراف سے سال مین ایک دفعہ بمقام واحد مجتمع کرین تاکہ وہ لوگ یکجا ہو کر عبادت کر سکین۔ اور اوس رفعت زندگی مین باہمدگر تحریک حاصل کرین جو اونہون نے اختیار کر لیا تھا اور باہم ایک دوسرے سے بذریعہ ہمسفری محبت برادرانہ حاصل کرین نیک اخلاقون سے اخلاق نیک کی تحصیل کرین اور بداخلاقون کو اپنے اخلاق نیک کا حصہ دین سفر کے فوائد سے منتفع ہون۔ مذہب اسلام مین اس حج کے ذریعہ سے گویا سیر وسیاحت کی تاکید کی گئی اور عجائبات قدرت کے مشاہدہ کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے اس سفر حج مین علاوہ اخروی زندگی کے دنیاوی فوائد بھی بہت سے ہین جو کہ عام سفر مین حاصل ہوتے ہین۔ جناب اثیر کے وہ اشعار اکثر لوگون کو یاد ہونگے جنمین اونہون نے فرمایا ہے کہ۔ اگر ناموری اور بزرگی تلاش کرنی ہے تو وطن میں سے پردیس کو نکل جاؤ اور سفر کرو۔ کیونکہ سفر کرنے مین پانچ فوائد ہین۔ رنج وملال کافور ہوتا ہے، روزی حاصل ہوتی ہے، علم کو ترقی ہوتی ہے، اخلاق سدھرتے ہین، بزرگون کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ سفر مین ذلت وتکلیف ہے جنگلون کا طے کرنا اور مصیبتون کا جھیلنا ہے تو اوس سے

کہو کہ جوان آدمی کا حاسدون اور بدگویون کے مجمع مین ذلت کے ساتھہ قیام سے مرجانا بہتر ہی
پس جن مسلمانون کو قدیم سے سیر و سیاحت کا چسکا تھا اونہون نے اسی سفر حج کی بدولت
بہت سے سفر کیے اور اچھے اچھے فوائد دنیاوی بہی حاصل کیے بہت سے مسلمانون نے
حج کے بہانے سے حرمین کی زیارت سے فارغ ہوکر جدہر کو منہ اوٹھایا دور تک نکل گئے۔ اور
لگے ہاتھہ بہت دور دراز سفر کرکے بہت سے علمی اور اخلاقی اور مالی فوائد حاصل کیے
جسمانی صحت اور روحانی قوت ایمانی محبت کو اسی کے ذریعہ سے حاصل کیا اور چونکہ سفر
و حضر ہر حال مین خدا ہی کی یاد اوسی کا ذکر اوسکی عبادت ہمکو ہر وقت اور ہر حال مین چاہیے
لہذا اس سفر کو محض سفر عبادت قرار دیا کیونکہ انسان اکثر سفر بسبب سیاحت و تجارت وغیرہ
کے کرتا ہے یا دخدا مین ایک سفر قرار پایا جو کہ بمنزلہ زکوۃ سفر کے ہے ۔ یا یون کہو کہ اغراض
دنیاوی سے جو سفر ہوتے ہین اونکا کفارہ ہے۔

انسان گھر بیٹھے ہر طرح سے اطمینان کے ساتھہ خدا کی پرستش کرسکتا ہے۔ سفر مین چونکہ
منتشر الحواس ہوتا ہے کوئی عبادت اطمینان قلب سے اس سے نہین ہوسکتی۔ شارع نے
ہمکو اس عبادت سفری پر مجبور کرکے گویا ہمکو یہ بتا دیا کہ خدا کی عبادت جس طرح سے اطمینان
قلب کے ساتھہ گھر بیٹھے ادا کرتے ہو اوسی طرح سے کہین جا کر بہی اوسکی عبادت مین تساہل
اور سہل انگاری نہ کیا کرو بلکہ اطمینان کے ساتھہ سفر مین بھی اوسکی عبادت کرو۔

بلکہ اس عبادت مین یہ بھی حسن سمجھو کہ ہر مذہب کے اکثر یادگار اور معبد اور تیرتھہ ہین اکثر
لوگ دور دراز سے سفر کی مصیبتین جھیل کر اون معبدون مین جاتے ہین اور اپنے اپنے
عقیدے کے موافق اوسمین عبادت کرتے ہین اور عبادت ایسے عنوان بد سے ہوتی ہے
کہ جسکے دیکھنے سے اوس مذہب کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہتی ہے اور بالکل پوچ و لچر

معلوم ہونے لگتا ہے ہمارے نبی نے محض وقعت مذہبی اور حسن عبادت دکھانے کیواسطے
اس معبد مین پرستش کا حکم دیا اور کچھ اصول وقواعد حسب تعلیم الٰہی اس عبادت کے معین
کر کے ہمکو اوسکا پابند بنایا۔ اگر اب بنظر انصاف غیر قومین اپنے معبدونمین پرستش کے کیفیت
کو ہماری اس پرستش کے مقابل مین کر کے دیکھین گے تو ضرور اس بدر درخشان سے اونکے
دل بھی منور ہونگے اور پرستار اس مذہب کے خود نظر تعمق سے حقیقت کو اس عبادت
کی دیکھینگے تو اونکو بھی اپنے مذہب کی قدر ومنزلت ہوگی ایمان واذعان مین اونکی ترقی ہوگی
اگر یہ سفری عبادت معین نہ ہوتی تو طریقہ عبادت ہمارا مکمل نہ ہوتا اسلیئے کہ بعض عبادات حضری
ہین یعنے ہمکو مکان ہی پر بجالانا اونکا سزاوار ہے مثلاً روزہ سفر مین ہم نہین رکھ سکتے
اگر ہم دس روز سے کم کہین مقیم ہون اور مسافت بھی پوری ہو (یعنے شرعی) اور کثیر السفر بھی
نہ ہون۔ اور سفر حلال بھی ہو۔ بس چونکہ یہ عبادت حضری ہے لہذا ایک عبادت سفری بھی
ہونا چاہیئے تھی جو اپنے مکان پر ہمکو میسر نہ تھی۔ تاکہ طریقہ عبادت ہمارا مکمل ہوجاوے۔
اور یہ بھی منشا، اس عبادت سے تھا کہ لوگ دور و دراز سے دوڑ کر اپنے معبود کی پرستش
اس خانہ محترم مین آکر کرین جس سے غیر قومون کو ذوق عبادت اور شوق عبادت مسلمانون
کا معلوم ہو۔ اور اپنے شوق عبادت کے اظہار کا موقع بھی مسلمانون کو ملجاوے۔ ایک دوسرے
پر سبقت کر کے اپنا اشتیاق وولولہ اور جوش قلبی دوسرے کو دکھاوے۔ اور دوسرا مسلمان اپنے
جوش قلبی کو اسپر ظاہر کرے۔ اور اظہار موجب ہو اس امر کا کہ جوش قلبی مین ترقی ہو اور ایک
دوسرے کو اپنے سے زیادہ عابد وشایق دیکھکر خود بھی اوس کمال کو حاصل کرنیکی کوشش
کرے۔ اور پھر اسمین ایک پہلو برائی کا جو نکلتا تھا (یعنے دکھلاوٗ) اس قصد کو مذمت ریا و
سمع کر کے روکا اور یہ بتلادیا گیا کہ جس عبادت کو تم اپنی کسی خواہش نفسانی سے کروگے اور

دکھلاؤ مقصود ہو گا وہ عبادت تمھاری مقبول نہ ہوگی۔ پس اس ممانعت سے وہ جوش وولولہ محض خدا ہی کی عبادت کے واسطے ہوگیا اور ریا وسمع بالکل برطرف ہوگیا۔

اور ساتھی اس سفر مکہ کے آنحضرت کا یہ بھی ضرور منشا تھا کہ جو لوگ اس خانہ محترم کی عبادت کو آوینگے بسبب قرب کے ہماری خدمت مین بھی حاضر ہونگے یا کعبہ مین ہم بھی حج کو جاوینگے اور وہین ان لوگون سے ملاقات ہوگی ہم ہنونگے تو ہماری اولاد وعترت اور اوصیاء واصحاب وتابعین سے ملاقات ہوگی۔ پس حجاج ان حضرات کی فیض صحبت سے مشرف ہونگے افعال واخلاق اپنے درست کرلینگے جو کچھ۔ پوچھنا ہوگا وہ پوچھ گچھ لینگے اس یادگار اسلامی کو دیکھکر وہ پرجوش باتین یاد کرینگے جو کارنمایان ہاتھ سے بانیان اسلام کے ہوے ہین اور خود بھی جوش مذہبی پیدا کرینگے۔

(تعین ارکان)

چونکہ انسان طبعا متلون مزاج ہے۔ اور میلان طبعی ایجاد واختراع کا ہے ہر امر مین کچھ نہ کچھ۔ ایجاد مین کرتا رہتا ہے۔ پس اگر فرائض وارکان حج معین نہ کردیے جاتے تو نہیں معلوم ہر شخص اپنی طبیعت کی پابندی سے۔ اس عبد بزرگ مین پہونچکر کیا کیا ایجادین کرتا اور اون امور کے ظہور کی اس سے امید تھی۔ جو کہ خلاف مذہب وملت ہوتے۔ ممکن ہو کہ یہ بھی اپنی خواہش کے موافق ویسی ہی عبادت کرنے لگتا۔ جیسے اور قومین اپنے معبودون کی پرستش کرتے ہین۔ مثلاً عیسائی گرجا مین صلیب بناتے ہین بت پرست اپنے معبودون کی صورتین بناکر نصب کرتے ہین۔

اسی طرح سے جاہل قوم عرب کی نہین معلوم کیا کیا اختراع کرتے۔ اسی وجہ سے شارع نے طریقہ تعظیم خانہ کعبہ بتادیا اور طریقہ عبادت کے معین کردیئے گئے جسکی وجہ سے یہ اون سب

مہمل ولغو باتون سے بچ گیا اور سچی حقانیت کے ساتھ اوسے خداے وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگا۔

(حقیقت حج)

حج زیارت ہے اوس خانہ محترم کی۔ جوکہ سید را اسلام و بناے حضرت آدم وحضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمعیل علیہم السلام ہے اور یادگار اسلامی ہے۔ پس جو کچھ اس خانہ محترم مین حضرت آدمؑ سے تا حضرت خاتمؐ وقوع مین آیا ہے اونہین امور کے بجا لانے کا ہمکو حکم ہوا ہے۔ اور تقلید و پیروی کا ان انبیاء اولوالعزم کے نام حج ہے ہم حج مین وہی افعال وارکان بجالاتے ہین جو ان انبیاء و صدیقین سے ظہور مین آتے تھے اور اسی کا نام حج رکھا گیا ہے۔

اور فائدہ ان ارکان کے بجالانے مین علاوہ فواید تقلید کے جو مذکور ہوے یہ ہے چونکہ خانہ کعبہ یادگار اسلامی ہے پس جو کچھ اس خانہ محترم مین انبیاء کے ہاتھ سے ہوا ہے وہ افعال سے بندون کے ظاہر ہوتا رہے اور حجاج نسلا بعد نسل اور طبقہ بعد طبقہ ہر زمانہ مین ویسے ہی افعال بجالاوین تاکہ وہ واقعات ہر شخص کو یاد رہین۔ اور حجاج متخلق باخلاق اللہ وباخلاق الانبیاء ہوجاوین۔ عقلا بھی بہت بڑا حسن ہے اس بات مین کہ جو مکان جس واسطے بنایا ہو اور اوسمین خدا کے خاص خاص ملہم بندون سے جو افعال سرزد ہوے ہون وہی افعال ہم بھی بجالاوین اور تاسّی کرین اون انبیاء کی اور ہمارے افعال زندہ تاریخ ہون سیرت انبیا کی۔

اللہ اللہ کیسا حسن ہے اس حج مین کہ ہر زمانہ مین جس نبی سے جو کار نمایان اس مقام پر ہوا ہے اوسکی نقل کرکے حاجی (من تشبہ بقوم فھو منھم) مین داخل ہوجاتا ہے

(تلبیات) کا اسوجہ سے حکم ہے کہ حاجی جب احرام کرتا ہے۔ تو خداوند کریم ندا فرماتا ہے "عبادی وامائی لاحرمنکم علی النار کما احرمتم" اے بندون اور کنیزون میرے تم نے آتش دوزخ کو حرام کیا ہے جس طرحسے تمنے ہماری خوشی کے واسطے احرام باندھا ہے اور اپنے اوپر اون چیزون کو جو تمھارے واسطے عرصہ سے مباح تھین ہماری شوق عبادت مین تمنے حرام کر لیا۔ پس اس ندائے غیبی کا جواب حاجی دیتا ہے۔" لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک لبیک" مقصود حاجی کا یہ ہوتا ہے کہ خدا ہی کی مدد اور اوسکی توفیق سے ہم اوسکے خانہ محترم کی عبادت کرنے جاتے ہین پس گویا اوسکے حکم طلب کی لبیک کہتے ہین۔

(سعی صفا ومروہ) کے درمیان مین۔ اسوجہ سے ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ کو شیطان دکھائی دیا تھا۔ پس حضرت ابراہیم صفا سے مروا کی طرف مقابلہ شیطان کے واسطے تشریف لیگئے تھے۔ پس حاجی تشبیہ کرتا ہے اس فعل مین حضرت ابراہیم خلیل کا اور مقابلہ شیطان کے واسطے مثل خلیل الرحمن آمادہ ہو کر سعی کرتا ہے صفا ومروہ مین اور اپنی ہوا وہوس نفسانی سے جہاد کرکے غالب آتا ہے نفس کشی کرکے شیطان کو مغلوب بنانا چاہتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے اس تاریخی واقعہ کا پتہ اپنے اس فعل سے دیتا ہے۔

(منی) مین چونکہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسمعیل کے ذبح کرنے کی تمنا کی تھی اور خوشنودی خدا پر اس غم اولاد کو بطیب خاطر گوارا کر لیا تھا اور عوض حضرت اسمعیلؑ دنبہ ذبح ہوا جو فدیہ حضرت اسمعیل تھا اونکے اس تاریخی واقعہ کی شہادت حجتاج قربانی سے دیتے ہین اور منی مین دنبہ ذبح کرکے یادگار ابراہیمیؑ کو قایم کرتے ہین اور اوس گوشت کو مساکین پر تقسیم کرکے ہمدردی قومی اور اتفاق باہمی پیدا کرتے ہین

(رمی الجمرات) مین بھی تاسی ہے حضرت ابراہیم کی شیطان پر حضرت ابراہیمؑ نے پتھر مارے تھے اسی مقام پر۔ پس حاجی بھی اوسی طرح سے سنگریزہ مارتا ہے۔ اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ مین بھی مقابلہ شیطان کو موجود ہون اور خواہشہاے نفسانی کو اسیطرح سے دور کرتا ہون اور دل کو اپنے اسی طرح سے مارتا ہون جیسا حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا۔

(مشعر الحرام) مین ٹھہرنا اسوجہ سے واجب ہے کہ خانہ کعبہ خدا نے گھر عبادت کا بنایا ہی اگر ہر شخص بلیغ اور روا نہ اس خانہ محترم مین گھس جاتا تو خلاف آداب و تعظیم ہوتا۔ اب کمال ادب و تعظیم کے ساتھ زائر اس حرم مین جاتا ہے مشعر جو کہ بمنزلہ دروازہ کے ہے پہلے اوسپر ٹھہر کر تضرع وزاری درگاہ باری مین کرتا ہے اور اذن دخول حاصل کرکے دوسرے دروازہ پر جو مزدلفہ ہے جاکر پھر تضرع وزاری کرتا ہے اپنے گناہون سے شرم کرتا ہی اور یہ خیال ہوتا ہے کہ مین بندہ گناہ گار کیونکر سے یکایک دربار خداوندی مین چلا جاؤن پس اعتراف واقرار گناہون کا کرکے توبہ کرتا ہے اور وہین ٹھہرا رہتا ہے۔ جب گناہون سے پاک وصاف ہولیتا ہے اوسوقت داخل کعبہ ہوتا ہے۔

(استقبال رکن یمانی) جسمین حجر اسود ہے اسوجہ سے لازم ہے کہ جب حضرت آدمؑ نے صفا سے نظر کی اس جانب اور حجر اسود کو اس رکن مین نصب کیا تو تکبیر و تہلیل و تمجید خدائے مجید کی۔ پس ذریت بھی اونکی استقبال رکن یمانی کرتی ہے اور تکبیر و تمجید خدائے مجید بجالاتے ہین۔

(طواف کعبہ) اسوجہ سے کرتے ہین کہ حضرت آدم جب دنیا مین تشریف لائے اور حضرت حوا سے ملاقات نہ ہوئی تو فراق حضرت حوا مین طواف کعبہ کرتی رہی جسکے بعد حضرت حوا سے ملاقات ہوئی۔ پس یہ طواف النساء تھا اور حضرت نوحؑ کی کشتی جب اس مقام پر

پہونچی تو از خود سات مرتبہ گرد کعبہ گھومی اور سات مرتبہ صفا و مروہ مین آئی گئی پھر کوہ جودی پر جا کر ساکن ہوئی۔ اسی وجہ سے سات شوط طواف کعبہ فرض ہوا تاکہ واقعہ حضرت آدمؑ و نوحؑ یاد رہے اور عذاب خدا سے انسان ڈر کر توبہ و انابت کرے۔

(حلق راس) حضرت آدمؑ کا جبرئیل امین نے سر مونڈا تھا حکو بھی سر منڈانے کا حکم ہوا تاکہ اس واقعہ جلیل کی یادگار رہے۔

(مقام ابراہیمؑ) پر دو رکعت نماز پڑھتے ہین بسبب بزرگی اوس مقام کے اور شکر خدا ادا کرتے ہین کہ ہم مقام ابراہیم۔ جو مقام خلیل خدا ہے اوس تک پہونچ گئے۔

(بعد ادائے ارکان حج مکہ معظمہ مین قیام نہین کرتے) اسواسطے کہ رسول خداؐ نے ممانعت فرمائی ہے اور باعث قساوت قلب قرار دیا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ وہ مقام مقام عبادت و تعظیم ہے نہ مقام قیام و سکون اگر ہم مکہ معظمہ مین قیام کرینگے تو عظمت کعبہ کم ہوگی مثل اور مقامات کے اس مقام محترم مین بھی ارتکاب جرائم ہوگا جو خلاف عظمت و احترام ہو۔ علاوہ اسکے یہ ظاہر ہے کہ حجاج کس ذوق شوق سے حج کو جاتے ہین اور جب زیادہ قیام نہین کرسکتے اور واپس ہوتے ہین تو اشتیاق کم نہین ہوتا بلکہ آتش شوق اور بھی بھڑک جاتی ہے۔

(ایام تشریق) مین جو لوگ منا مین ہین اونکو روزہ نہ چاہیے اسواسطے کہ حاجی مہمان خدا ہوتا ہے اور مہمان کو روزہ نہ رکھنا چاہیے جسوقت کہ وہ کسیکا مدعو ہو۔

اور جب حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمعیلؑ تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے اور دُنبہ ذبح کرکے عربوں کی دعوت کی اور آب زمزم سے سیراب کیا پس پانی زمزم کا خشک ہوگیا سب نے حضرت ابراہیم سے شکایت کی کمی آپ کی بس وحی ہوئی حضرت ابراہیمؑ کو کہ وہ کنوان کھودین

حکم الہی سُنکر حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمعیلؑ وحضرت جبرئیلؑ نے چاہ زمزم کھودا اور اوس سے کافی پانی پیدا ہوا حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ اے خلیل خدا پیجیئے پانی اور اپنے فرزندون کو پلائیے اور اس پانی کے واسطے خدا سے برکت طلب کیجیے خدا نے آپ کو اور اسمعیلؑ اور اونکے فرزندون کو یہ پانی عطا کیا ہے۔ پس جس پانی کے واسطے دوست خدا اور ذبیح اللہ برکت طلب کریں کیون نہ حجاج اوس آب طاہر ومطہر کو متبرک وباعث شفا نہ سمجھیں۔

اب فرمائیے جبکہ اس عبادت دینیہ حج) کا یہ اصول قرار پایا کہ انبیاء ورسولان برحق پر جو کچھ اس خانۂ محترم مین گذرا ہے اوسکے بجالانے کی ہم بھی کوشش کرتے ہین تو کیا خاصان خدا اور اوسکے نیک بندون کی تاسی وتقلید کرنا ایک اچھی بات نہین ہے اور یہ حج ہمارا اوس یادگار اسلامی کی زندہ تاریخ نہین ہے۔

اسلام مین زمانہ سابق سے اسوقت تک جو کچھ ہوا ہے وہ سب افعال سے حجاج کے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ کیا وہ طریقہ جو اور قومون مین رائج تھے وہ مقابل ہمارے اس اسلامی طریقون سے بہتر تھے۔

زمانہ سابق مین یہود قربانیون کو آگ مین جلاتے اور اوپر شراب چھڑکتے تھے یہ کیسا نامرطوطی طریقہ تھا۔ کیا گوشت کا جلانا اور اوسپر شراب چھڑکنا یہ طبا مانع صفائی ہوا نہین ہے۔ گوشت کے جلنے کی چراہند سے تمام ہوا متعفن ہوکر امراض کے حدوث کا باعث ہوتی ہے۔

اگر انصاف سے دیکھو تو ملت ابراہیمی کی پابندی جیسے اس تیسری شاخ اسلام خصوصاً حج مین جملہ وہ ارکان وعبادات حاجی بجالاتا ہے جو حضرت خلیلؑ سے ظہور مین آئے تھے

تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ

باموالھم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

(حسن جہاد)

عیسائیون کی یہ ایک معمولی بات ہے کہ اسلام کو تلوار کا مذہب کہتے ہین۔ جو نقصانیت کے متعلق مجھے جہانتک مین یقین کرتا ہون اسلام کو بمقابلہ عیسائیون کے۔ کوئی وجہ شرمندگی کی نہین ہے کیونکہ مسلمانون کا دامن عیسائیون کے دامن سے زیادہ خون آلودہ نہین ہے تمنے کبھی تاریخ ”انگلو برٹش اینڈ کروسیڈ“ پڑہی ہے جبوقت عیسائی سپہ ”وسلیم“ مین داخل ہوے تھے تو اونہون نے کمسن لڑکون کے دماغ پاش پاش کردیے بچون کو فصیلون پر پٹک دیا۔ جس عورت کو گرفتار کیا اوسکی عصمت مین خلل اندازی کی۔ آدمیون کو آگ پر رکھکر کباب بنایا۔ بعض کو اس خیال سے چیر ڈالا کہ اونہون نے شاید سونا کھالیا ہو۔ یہودیون کو اونکے عبادت خانون مین لیجا کر جلادیا مرد عورت بچے ملاکر تخمیناً ستر ہزار آدمی بیرحمی سے ذبح کیے گئے۔ یہ بیان اسلامی مورخین کا نہین بلکہ مسیحی مورخین کا ہے۔

جس زمانہ مین انگلستان کا شیر دل بادشاہ ”رچرڈ“ علیل ہوا سلطان صلاح الدین نے اوسکے واسطے برف اونٹون پر بار کرکے بھیجی تاکہ جس حرارت سے اوسکی جان معرض ہلاکت مین ہے اوسمین تسکین ہو ”رچرڈ“ سلطان کا جانی دشمن تھا لیکن جب اوسنے سنا کہ ”رچرڈ“ بشدت علیل ہے اوسکی دشمنی کو بالکل فراموش کردیا اور ایسا برتاؤ کیا جو ایک بہادر سپاہی دوسرے سپاہی سے کرتا ہے۔

جب ہمارے نبی کریم بعد فتح مکہ اوس شہر مین داخل ہوے تو کسی مرد و عورت لڑکے کو نہ قتل کیا اور نہ بدسلوکی کی اور نہ کوئی مکان غارت کیا گیا تھا اور وہان کے باشندون نے بڑی بیرحمی سے انپر جبر وظلم کیا تھا۔ اونہون نے موقع پاکر انتقام کیون نہ لیا۔ اونکے دلمین بغض وانتقام کا ایک ذرا بھی خیال نہ تھا وہ جناب پیغمبر تھے اور محبت وراستبازی

وانصاف کو عزیز رکھتے تھے۔

کیا حلیم و منکسر النفس مسیح کی ہدایت اور طرز سے عیسائیون کو پوری اجازت حاصل تھی کہ وہ جا کر اون لوگون کو قتل کرین جنکے عقائد مسیحی نہ تھے۔ آنحضرت نے نہ اس امر کی تعلیم و ہدایت کی اور نہ پسند کیا کہ اشاعت اسلام بذریعہ تلوار کیجاوے بلکہ اونہون نے نہایت سختی سے ظلم وتعدی وقتل کی ممانعت کی۔

مین تمسے سچ واقعات بیان کرتا ہون جنکی صداقت ایسے ایماندار اور غیر متعصب شخص سے ہوسکتی ہے جو بلاطرفداری ان معاملات مین تحقیق کی تکلیف گوارا کرے۔

مذہب اسلام پر یہ اعتراض عاید کیا جاتا ہے کہ مسلمانون مین تحمل نہین ہے۔ ایک عیسائی مندرجہ ذیل عبارت "چیمبرس انسائیکلوپیڈیا" مین رقم طراز ہے اسپین مین اسلامی حکومت کا یہ ایک یادگار واقعہ قابل تذکرہ ہے جسکے سبب سے تا زمانہ موجودہ اوس ملک کے معاصرین و مورخین حکمرانون کے ساتھ اونکی مطابقت عمدگی سے ہوتی ہے اور یہ اونکا مذہبی معاملات مین عموماً تحمل ہے"

یہ لکھنے والا عیسائی ہے اور اوسکے اوپر اسلام کی طرفداری کا الزام لگانا مشکل ہے دگاڈفری ہنگس) اونیسوین صدی کا عیسائی ہے اور وہ بھی حسب ذیل عبارت لکھتا ہے "عیسائیون مین اس سے زیادہ کوئی عام بات نہین ہے کہ وہ اسلام پر تعصب و مذہبی حرارت افرا اعتقاد و مذکا الزام عاید کرتے ہین لیکن وہ کون لوگ ہین۔ جنہون نے اسپین سے قوم مارسکو کو اسوجہ سے نکالدیا کہ وہ لوگ عیسائی نہین ہوے اور وہ کون تھے جنہون نے (مکسکو) اور (پیرو) کے لاکھون لوگون کو قتل کیا اور غلام بنایا اس سبب سے کہ وہ عیسائی نہ تھے اور مسلمانون نے یونان مین کیا کیا مشتبہ وجہ ہی تھی۔ عیسائیون کو

اونکے مملوکات پر بہ اطمینان قابض رہنے دیا۔ اونکے مذہب۔ پیشوایان مذہب، واعظین ومجتہدین سے کچھہ تعرض نہ کیا۔ اور یونان وٹرکی مین جو جنگ ہوئی تہی وہ اوس سے زیادہ مذہبی نہ تہے جو انگریزون اور ڈمرارا کے حبشیون سے ہوئی تہی خلفانے بہی جب فتح حاصل کی تو اگر ملک مفتوحہ کے باشندون نے مذہب اسلام قبول کیا تو وہ قوم فاتح کے ساتھہ درجہ مساوات مین شامل ہوگئی۔

ایک فاضل لیکن منکر مذہب اسلام ہے۔ سارا سن کے متعلق کہتا ہے کہ "اونہون نے کسی شخص پر جبر وظلم نہین کیا یہودی اور عیسائی آپس مین خوشی وخرمی کے ساتھہ رہتے تہے" ہگنس "کا بیان ہے کہ تاریخ خلفا مین کوئی ایسا واقعہ نہین ملتا جو بدنامی مین "انکویزیشن" کی رسوائی کے نصف بہی ہو کیونکہ ایسے ایک ہی مثال کہین مندرج نہین ہے کہ کوئی شخص اپنے مذہبی خیالات کے سبب جلایا گیا ہو یا اوس امن کے زمانہ مین اسوجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ اوسنے دین اسلام نہین قبول کیا جزایر فلیپین جہان کی آبادی سات ملین ہے اور جو تین سو برس سے عیسائی اسپین کی حکومت مین ہے جاکر بجز طریقہ رومن کیتہلک کے کسی دوسرے طریق مذہب کی ہدایت کرو تو دیکہو کہ تمہارے ساتھہ کیا واقعہ پیش آتا ہے۔ روے زمین پر کوئی اسلامی ملک ایسا نہین ہے جو مسیحی واعظین کے داخل ہونے سے انکار کیا کرے یا اونکی محافظت مین پہلو تہی کرے۔ ایکمرتبہ لندن کے دو شخص جزایر فلیپین، کے دارالسلطنت منیلا مین انجیل بہیجنے کے واسطے گئے تہے ایک شخص تو پہونچنے کے تین ہفتہ بعد مرگیا جسکی نسبت بعض مفسدین نے

✣ بارہوین صدی رومن کیتہلک چرچ نے ایک ایسا محکمہ قائم کیا جس مین بعد تحقیقات اون لوگون کو سخت سزائین دیجاتی تہین جو فرقہ رومن کیتہلک کے مخالف تہے ۱۲

کہ کلاروس کیتھلک واعظین کے اغواء سے اوسکو زہر دیا گیا اور دوسرا شخص گرفتار کرکے اس
جرم مین قید کیا گیا کہ وہ ملکی مذہب کے خلاف وعظ کہتا تہا اور بعد مین گورنمنٹ اسپین کے
حکم سے سنگاپور بہیجدیا گیا۔ چین سے بدہ مذہب کے ساتھ واعظین اپنے ملک والون کی
تحریک سے منیلا مین اس خیال سے گئے کہ اونکو بدہ مذہب کی اشاعت کی اجازت ملجاوے
لیکن وہ لوگ گرفتار کیے گئے اور جرمانے ہوے اور چین کو واپس کردیے گئے۔

اب اس مقام پر یہ بہی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کی کسیقدر خونریزیان بہی بیان کیجاوین
تاکہ انصاف کے ساتھ موازنہ کرنے کا موقع ملے۔

(پیدایش ۳۴ باب) مین دیکھو کس فریب اور دہوکے سے (سکم) اور (حمور) اور اونکے
شہر والے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوے (دیکھو گنتی ۳۱ ب) اونہون نے مدیانون سے
لڑائی کی جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا۔ اور سارے مردون کو قتل کیا (آدی) اور (رحم)
اور (صور) اور (حور) اور (رابع) کو جو مدیانون سے پانچ بادشاہ تہے جان سے
مارا۔ مدیان کی عورتون اور بچون کو اسیر کیا۔ مویشی و مال و اسباب کو لوٹا۔ شہرون اور
قلعون کو پہونک دیا۔ موسیٰ اونپر اسلیے خفا ہوے کہ عورتون کو کیون جیتا چہوڑا۔ حالانکہ
یہ تو گناہ کا باعث نہین۔ کل باب دیکھنا چاہیے (گنتی ۳۳-۵۵) پہر اگر تم زمین کے
باشندون کو اپنے آگے سے دفع نہ کروگے تو یون ہوگا کہ جنہین تم رہنے دوگے تمہاری
آنکھون مین خار ہونگے اور کانٹون کے مانند تمہارے پہلوون پر چہبین گے۔

(استثنا ۳ ب) اور ہمنے اوسیوقت اوسکے سب شہر لے لئے وہان ایک شہر بہی
نرہا جسے ہمنے اونسے نہ لیا ہو ساتھ شہر (ارجوب) کا سارا ملک۔ (۲ ب ۳۴)
مردون عورتون اور بچون کو حرم کیا۔

(استثنا ۱۲ آیت ۳) اونکے بتون کو توڑ ڈالیو گھنے باغون مین آگ لگائیو اونکے معبودون کے گھڑی ہوی مورتون کو چکناچور کیجیو۔

(استثنا باب ۲۰) مین خدا فرماتا ہے کہ زیادہ طاقت اور اسباب والے دشمنون سے مت ڈرو تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری طرف سے دشمنون کے ساتھ لڑیگا اور تمہین بچاویگا۔ اگر دشمن اپنا ملک آپ حوالہ نہ کردے تو اوسکا محاصرہ کرو اور جب وہ ملک قبضہ مین آجاوے تو وہان کے ہر ایک مرد کو قتل کرو مگر عورتون لڑکون مواشی کو اور جو کچھ اوس شہر مین ہے اوسکا سارا لوٹ اپنے لیے اور وہ لوٹ کا مال کھاؤ اور مقبوضہ شہرون مین کسی سانس لینے والی چیز کو جیتا مت چھوڑو تاکہ اوسکا مکروہ کام تم مین اثر نہ کرے۔

(استثنا ۶ آیت ۱) الہی فرشتہ یسوع کا لشکر ہو کر آیا۔ تب اوسنے تمام لوگون کو جو شہر مین تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا۔ کیا بیل کیا بھیڑ اور گدہا۔ سبکو ایک لخت ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔

(یشوع ۹ باب ۲۴) سب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا۔ اور روپا۔

(یشوع ۷ باب ۱۵) مجرم آدمیون کا جلایا جانا۔

(یشوع ۷ آیت ۲۵ ۔ ۸ باب ۲۳ ۔ ۲۹ + ۱۰ باب ۲۴) سنگسار کرکے جلانا۔ اور پھر اوسپر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہون کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکھنا ایک بادشاہ بھاگ کر (یائیل) کے خیمہ مین آیا اوسنے فریب سے اوسکے سر مین میخ گاڑ دی۔

(قاضی ۴ باب ۲۱ + ۵ باب ۲۴) اس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھہری (قاضی ۵ آیت ۲۰) داؤد نے کنواریون کو سپاہیون کے لیے رکھا (قاضی ۹ آیت ۴۹) سکم کے بیچ مین آگ لگا کر لوگون کو جلا دیا (قاضی ۸ آیت ۱۶) سپاہ کو روٹی نہ دینے سے بیشمار لوگ قتل کیے گئے۔

(۲ سموئیل ۱۲ ا ۳۱) داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اوتار اپنے سر پر رکھا لوگون کو آرون اور کلہاڑون اور لوہے کی گاڑیون کے نیچے کیا اور انہون کو جلتے بجاوے مین جلا دیا (۱ تاریخ ۲۰ بـ ۳)، ۲ سلاطین ۱۰ بـ ۱۱) انہو نے اخی اب کے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔ (۲ سلاطین ۱۵ بـ ۱۶) مناحم نے تمام حاملہ عورتون کے پیٹ پھاڑوالے۔ ۲ سلاطین ۲۳ بـ ۱۶) قبرون سے ہڈیان منگواکر الٓہی حکم سے جلائین ہائے ستم جس مذہب مین یہ ظلم اور یہ غضب الٓہی ہو اور اوس مذہب کا بانی بہی کہے کہ مین دنیا مین صلح کروانی نہین بلکہ تلوار چلانے آیا ہون (انجیل متی)، اور جسکے پاس تلوار نہو کپڑے بیچ کر بہم پہونچاوین۔

کیا اوس مذہب کا کوئی آدمی اسلامی جہاد پر اعتراض کرسکتا ہے جو نہایت ہی اعتدال والنصاف پر مبنی ہے اور بالکل قانون قدرت کے موافق ہے جو رحمۃ للعالمین جلال سے فقط اتنی سی بات سے ناخوش ہوکر تو قیدیون کو مقتل سے کیون لیکر آیا بر خلاف اقصی القلب ابہی کوئی بہی عورتون کو مقتل سے لیکر آتا ہے۔ پس جس مذہب مین ایسے جابرانہ برتاؤ ہون وہ کیا منہ لیکر کسی پر اعتراض کرے درانحالیکہ یہ نہایت اعتدال اور انصاف پر مبنی اور بالکل قانون قدرت کے مطابق ہے۔

جو لوگ کہتے ہین کہ بیبل مین انبیاے سابقہ کی یہ دنیاوی جنگ تہی وہ لوگ بالکل غلطی کر رہے ہین۔ دنیاوی جنگون کو کتاب الٓہی مین ذکر کرنے سے کیا کام جب تک اونکے ساتھ دینی تعلق نہو کیا اگر یہ دینی جنگ نہ تہی تو بالکل فضول تہی جنکا ذکر خواہ نخواہ کتاب ربانی مین کیا گیا اگر یہ جنگ ان قومون کے گناہون کی سزا تہی تو پہر دنیاوی جنگ نہین بلکہ دینی جنگ سمجھنا چاہیے۔ اور پہر کیا اگر دین کے لیے جنگ ناجائز ہو تو دنیا کے لئے جائز ہو سکتی ہے۔ اور توریت مین تو صاف موجود ہے کہ یہ سب کچھ خداوند نے فرمایا۔ خداوند کے حکم سے ہوا

پھر انجیل مین بھی ان جہادون کی تعریف کی گئی ہے جہان لکھا ہے کہ اونہون نے ایمان سے بادشاہون کو مغلوب کیا اور راستی کے کام کیے اور وعدون کو حاصل کیا لڑائی مین بہادر بنے اور غیرون کی فوجون کو ہٹایا (عبرانی پ ۱۱ ۳۲ و ۳۵) اب ہم ناظرین کو کچھ اسلام کی تمدنی حالت کا دکھاتے ہین ہمارے مذہب اسلام مین سلاطین کو کیا کیا ہدایات ہین اور ملک داری کا کیا طریقہ ہے۔

(مذمت ظلم و اعانت ظالم)

آنحضرت اور اونکے وزیرون نے ظلم و بدعت کی کمال مذمت کی ہے اور حاکمان جابر کے بارے مین بہت کچھ فرمایا ہے۔

چنانچہ "جناب امیر علیہ السلام" فرماتے ہین حذر کرو اوس صاحب سلطنت سے جسکو یہ گمان ہے کہ طاعت اوسکی طاعت خدا ہے اور معصیت اوسکی معصیت خدا ہی ایسا شخص اپنے دعوے مین کاذب ہے۔ اسلیے کہ ایسی طاعت جسمین معصیت خالق کی ہو جائز نہین ہے اور طاعت اوس شخص کی جائز نہین ہے جو معصیت خدا کرتا ہے۔

"امام رضا" فرماتے ہین کہ جب والیان ملک جھوٹ بولتے ہین اور حکم بہ ناحق کرتے ہین تو آسمان سے باران نہین برستا اور بادہان ملک جب جور و ظلم کرتے ہین تو دولت اونکی پست ہوتی ہے۔ اور جب لوگ زکوۃ دینی کو مال مین منع کرتے ہین تو چارپایہ ہلاک ہوتے ہین۔

اور جو لوگ ظالمون کی مدد و اعانت کرتے ہین اونکی نسبت فرمایا ہے۔

"رسالتمآب" فرماتے ہین جو شخص حاکم جابر کے سامنے اپنی کمر مین تازیانہ لٹکا کر کھڑا ہو تاکہ اوسکا حکم بجالاوے۔ تو روز قیامت خداوند کریم اوس تازیانہ کو مار آتشین ستر ہاتھ کا

بناکر اوسکی گردن مین ڈالے گا اور آتش دوزخ مین جلا دیگا پھر فرماتے ہین کہ قیامت کے روز منادی پکاریگا کہان ہین وہ لوگ جو ظلم و بدعت کرتے تھے۔ اور وہ لوگ جو فرمان بردار وخدمتگار ظالمون کے ہین تا اینکہ جن لوگون نے اونکی قلم دوات درست کی یا اونکے واسطے کوئی چیز بنائی ہے سب حاضر ہون جب وہ لوگ آوینگے تو بحکم خدا صندوق آہنی مین بند کرکے جہنم مین ڈالدیے جاوینگے۔ شریعت اسلام نے تعظیم و تکریم کو حکام جابر کے منع کیا ہے درصورتیکہ خوف ضرر نہ ہو اور طاعت و تعظیم کو بادشاہان عدالت گستر کی تعظیم و طاعت خدا قرار دیا ہے۔ اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک و تواضع و فروتنی کی کمال تاکید ہے

(رعایا سے حسن سلوک)

امام زین العابدینؑ فرماتے ہین کہ رعیت کا حق بادشاہ پر یہ ہے کہ وہ اس امر کو جان لے کہ مین اسی رعایا کے واسطے بادشاہ ہوا ہون خدا نے اسکو قوت و حکومت عطا کی ہے اور رعایا کو ضعیف و محکوم قرار دیا ہے۔ پس حاکم کو حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اور مانند پدر مہربان کے شفقت کرے۔ اگر رعایا سے بسبب جہالت کے کوئی امر ظہور مین آوے تو اوس خطا کو بخشدے اور سزا نہ دے اور خدا کا شکر کرے کہ مجھکو قوت عطا کی ہے جب چاہے انکو سزا دون۔ یہ خیال کرکے درگذر کرے اور اونکو محتاج بخشش خیال کرکے تقصیرات کو مبدل بعطا کرے۔ رعیت پروری مین اہتمام و عدالت گستری کے ساتھ انتظام کرکے رعایا کو رضامند کرے۔ ہر وقت رضامندی رعایا کا خیال رکھے اور ہر طرح سے دلجوئی کرے یہی دستور رسالت مآب اور اونکی اولاد امجاد کا تھا۔

رعایا سے فروتنی کی یہ حالت تھی انحضرت کی۔ ایکروز امام رضا حمام مین غسل کیواسطے

داخل ہوے۔ ایک شخص حمام مین بھا رہا تھا جو حضرت کو نہ پہچانتا تھا اوسنے حضرت سے
کہا کہ تم میرے جسم پر کیسہ کرو حضرت بلا عذر کیسہ کرنے مین مشغول ہو گئے جب کچھ
اور لوگ حمام مین آئے اور حضرت کو پہچانا تو پھر اوسکو آگاہ کیا۔ جب اوسنے عذر و
معذرت کی حضرت نی اوسکی دلجوئی فرمائی بکمال اصرار پھر کیسہ کرنمین مشغول ہو گئے۔
امیر المومنین بیواؤن کے گھر میں اکثر خرمہ و روٹی اپنی پشت پر لاد کر لیجاتے تھے اور
مخفی اونکے گھرون مین کام کرتے تھے۔ تنور گرم کرتے تھے بچون کو بہلاتے تھے اکثر
لوگون سے گستاخیان ہوتی تھین حضرت کچھہ نہ فرماتے تھے۔ ایک قصاب نے جو حضرت
کو نہ پہچانتا تھا وکان پر سے سینہ پر ہاتھ مار کر ڈھکیل دیا حضرت نے کچھہ نہ فرمایا "مسٹر
جارج سیل" بھی اپنے ترجمہ قرآن کے (صفحہ ۱۵) مین ایک حکایت لکھتے ہین کہ ایکروز
غلام کے ہاتھ سے کھولتا ہوا پانی امام حسنؑ کے بدن شریف پر گر پڑا آپ نے نظر
اوٹھا کر اوس غلام کی طرف دیکھا اوس غلام نے ڈر کر آیۂ کریمہ کا یہ ٹکڑا پڑھا "والکاظمین
الغیظ" یعنے روکنے والے غصہ کے۔ تب آپ نے رحم کر کے جواب دیا "کظمت"
یعنے روکا مینے غصہ کو۔ پھر غلام نے دوسرا ٹکڑا آیہ کا پڑھا "والعافین عن الناس"
یعنی معاف کرنے والے قصور کے۔ تب حضرت نے فرمایا "عفوت" یعنی معاف
کیا مینے۔ پھر غلام نے کہا۔ "واللہ یحب المحسنین" اللہ دوست رکھتا ہے احسان
کرنیوالے کو۔ تب حضرت نے اوس غلام کو چار سو اشرفیان دیکر آزاد کر دیا۔
اسی طرح سے ایکروز کچھہ لوگ امام زین العابدینؑ کے یہان مہمان آئے ایک غلام خوان
مین کھانا لیکر دسترخوان پر رکھنے چلا۔ خوان اوسکے ہاتھ سے حضرت کے ایک فرزند
پر گر پڑا وہ صاحبزادہ صدمہ سے اوسکے فوراً مر گیا۔ غلام متحیر و مضطرب ہوا جب

حضرت نے غلام کو بہت مضطرب پایا تو فرمایا کہ تو نے جانکر یہ خطا نہین کی بس تو مضطرب و متحیر نہو مینے تجھکو آزاد کیا یہ کہکر حضرت نے پہلے سبکو کھانا کھلایا پھر دفن وکفن مین صاحبزادہ کے مشغول ہوے یہ مختصر کیفیت حُسن سلوک وفروتنی کی تہی ان حضرات کی۔ مفصل کیفیتین کتب سیر و تواریخ مین مندرج ہین۔

(طریقہ جہانداری)

شریعت اسلام مین رعیت کے چند طبقہ ہین جنسے رونق و شوکت شہریاری ہے امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہین۔

(طبقہ اول) عام رعایا ہے۔ رضاجوئی جسکی واجب و لازم ہے۔ کیونکہ اگر تمام رعیت رضامند ہوگی تو رضامندی سے چند رفیقان خاص کے جو ملازم ہین کوئی نفع نہین۔ اور اگر سب رعیت رضامند ہے تو ناراضی سے چند اشخاص کے کیا گزند ہے۔

(طبقہ دوم) اہل حرفہ و صناعت و سوداگران سرمایہ و تجارت ہین۔ بدون انکے آرایش شہر دشوار ہے۔ اور آسایش رعیت محال ہے۔ پس مالگذاران دولت سے اسقدر مالگذاری و ٹکس لی کہ وہ لوگ تباہ و پریشان نہون۔ اگر یہ لوگ خوشحال و دلشاد رہینگے تو تمام ملک خوشحال و آباد رہیگا اور بدون آبادی کے تحصیل زر ناممکن ہے ملک کی حالت خراب ہوگی رعیت برباد ہوگی بادشاہی مین فساد ہوگا۔ اگر رعایا آباد اور اہل شہر دلشاد ہونگے تو خراج ملک کو ترقی ہوتی رہیگی اور اگر رعایا بدحال و برباد ہے تو دولت کو تنزل ہوگا۔ حضرت فرماتے ہین کہ رعایا برباد نہین ہوتی مگر فقر و مصیبت سے اور فقر و مصیبت نہین ہوتی رعیت کو

مگر حکام کے ستانے سے یا غفلت سے یا طمع مال وجمع دولت سے ۔

(طبقہ سوم) عاملان علاقجات - ناظمان دیہات - حاکمان مال وزراعت ہین جو کہ خراج ملک کو بطور مناسب تحصیل کرین اور احکامات مناسب کی تعمیل کرین امانت دار وصاحب دیانت ہون اور ایسا شخص ہو کہ زبردستون اور سرکشون پر سرکوبی سے حکمرانی کرے صاحب جرأت وجسارت اور دلیر وشجاع ہو تاکہ شکل مین خوفناک نہ ہو جاوے ۔

(طبقہ چہارم) قاضیان عدالت گستر ومنصفان رعیت پرور ہین - اور یہ وہ لوگ ہونا چاہیے جو فضل وشرف مین افضل ہون علم وعدالت مین اکمل ہون اور کثرت مقدمات اور ہجوم محاکمات سے دل تنگ نہ ہو جاوے حق کے قبول مین تامل نکرین اور فیصلہ مین تساہل نکرین اپنے گمان باطل پر مقدمہ کو فیصل نکر دے کسیکی خوشامد سے یا طمع رشوت سے حق سے غافل نہو - پس بادشاہ کو لازم ہے کہ ان لوگون کی اسقدر اعانت وکفالت کرین تاکہ وہ لوگ رشوت ستانی سے مستغنی ہو جاوین اور بسبب طمع کے کسیکا حق نہ مٹاوین ۔

(طبقہ پنجم) منشیان ومہتمان محکمجات ودفتری وغیرہ ہین - ایسے لوگ جامع اوصاف حمیدہ واخلاق پسندیدہ ہونا چاہیے تاکہ تحریرات مین اسرار نہانی کو افشا نکرین اور بحفاظت رکھین - جاسوس راست گفتار ہون کیونکہ یہ ذریعہ تخویف وتادیب ہے اور خواہ نخواہ لوگ بخوف دیدہ بان واندیشہ جاسوسان واخبار نویسان کے کوئی امر خلاف بادشاہ نکر سکے ۔

(طبقہ ششم) لشکر ظفر پیکر اور فوج نصرت موج ہے جو کہ محافظ رعیت اور نگہبانان مملکت - اور موجب شوکت سلطنت ہونگے پس سردار لشکر بلند ہمت

عالی خاندان شجاع و بہادر ہونا چاہیے ان لوگون کی جفاکشی و کارگذارے و فرمان برداری کی مدح وثنا کرنا لازم ہے اسواسطے کہ تعریف و توصیف کرنا شجاعون کو جوش مین لاتا ہے اور بودون کو دلیر کرتا ہے۔ انکی اعانت و کفالت بخوبی لازم ہے۔ اور انکے عیال کی پرورش و حمایت کرنا لازم ہے تاکہ یہ سب بجمعیت خاطر و اطمینان قلب مصروف کارزار رہین۔ اور اہل فوج جوان مرد عاقل و ہوشیار ہون مبتلاکسی آزار مین نہ ہون دانا قواعد جنگ سے ہون پیر زمین گیر و طفل صغیر نہ ہو تاکہ معرکہ جنگ مین ثابت قدم رہے۔

کیفیت حرب وضرب یہ ہو کہ لشکر جنگاہ کی طرف گھوڑے دوڑاکر جاوے اور معرکہ نبرد مین بہ آہستگی روان ہو۔ اوس مقام پر لشکر کا ڈیرا ہو جہان کی زمین سرسبز و شاداب ہو تاکہ فوج نایابی آب و گیاہ سے متاذی نہ ہو پس صفوف لشکر کو میمنہ و میسرہ و قلب و جناح و کمینگاہ سے آراستہ کرے اول صلح کا پیغام دے اگر راضی بصلح نہ ہون اور سرکشی حریف کی زیادہ ہو تو اوسوقت مبارز طلب ہون اور آمادہ بجنگ ہون۔ پس بنا بر شریعت احمدی و طریق حیدری ایک مسلمان مقابلہ سے دو کافرون کے فراری نہو اگرچہ قتل ہو جاوے اور اطفال خوردسال و پیر و مستورات کو ہرگز قتل نکرے۔ اور بحیلہ و مکر نہ لڑے مثل اسکے کہ پانی مین زہر ملا کر پلانا۔ یا شب خون مارنا یہ نہایت نامردی و بزدلی کی بات ہے اور ہرگز جائز نہین۔

جب وہ لوگ طالب امان ہون تو لازم ہے کہ امان دے۔ یہی طرز رعیت پروری و شیوہ معدلت گستری ہے اور یہی سنت رسول مقبول اور دستور و معمول شوہر بتول جناب امیر کا ہے۔

اس طریق رعیت پروری کے دیکھنے سے ہر منصف مزاج اندازہ کر سکتا ہے کہ اسلام مین کیسی پابندی اخلاق کیساتھ جہانداری کا حکم ہے نہ بزور شمشیر۔

ہم جبل کی خونریزیون کو بیان کر چکے اب ذرا متوجہ ہو کر وید کے احکام بھی متعلق جنگ سُن لیجیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسلام اس بارہ مین بھی سب سے زیادہ منصف و رحیم ہے (۱) لڑائی مین مارتے ہوے اور لڑائی سے مُنھ نہ پھیر کر جو کشتری مرتا ہے وہ سورگ (بہشت) مین جاتا ہے (منو ۸۹/۷)۔

(۲) بگلہ کیطرح اپنے مطالب کا غور کرے شیر کے مانند پراکرم کرے بھیڑیے کیطرح چیزدان لیوے خرگوش کیطرح بھاگے (۱۰۶/۷)۔

(۳) دشمن قلعہ مین رہے یا باہر رہے اور جنگ بھی نکرتا ہو لیکن اوسکو گھیرے رہے اور راج کو اوسکے تکلیف دے اور گھاس و لکڑی اور پانی مین اونکی ناکارہ چیز ڈالکر خراب کرے (منو ۱۹۵/۷)

(۴) اے فرمانروا لوگو تمھارے اسلحہ آتشین وغیرہ از قسم استر و توپ و تفنگ تیر و تلوار وغیرہ و شستر مخالفون کو مغلوب کرنے اور اونکے روکنے کیلیے قابل تعریف و بااستحکام ہون تمھاری فوج مستوجب توصیف ہو تاکہ تم لوگ ہمیشہ فتحیاب ہوتے رہو لیکن جو آدمی کہ مذموم و سراپا ظلم شیوہ رکھتا ہے اوسکو مذکور الصدر چیزین نصیب نہون (رگوید منڈل اسکت ۳۹ منتر ۲ ستیارتھ پرکاش سملاس ۶)

(۵) جب رعایا پرور راجہ کو کوئی اپنے سے چھوٹا خواہ برابر خواہ بڑا جنگ کے لیے طلب کرے تو کشتریون کے دھرم کو یاد کرکے میدان جنگ مین جانے سے ہرگز پہلوتہی نکرے بلکہ بڑی ہوشیاری کیساتھ اونسے جنگ کرے (ستیارتھ پرکاش سملاس ۶/۲۹ بحوالہ منو ۸۷/۷)

(۶) جو راجہ لوگ میدان جنگ میں دشمنوں کو جوہر تیغ دکھلانے کی خواہش میں بخوف و خطر بلا پشت نمائی اپنی تمام طاقت سے جنگ کرتے ہیں وہ راحت کو پاتے ہیں اس سے کبھی ہٹنا نہ چاہیے ہاں کبھی دشمنوں کو مغلوب کرنے کی غرض سے اونکے سامنے سے چھپ جانا واجب ہے کیونکہ جس ڈھنگ سے دشمن کو مغلوب کر سکیں ویسے ہی کام کرنے چاہیں جیسا شیر غضبناک ہو کر سامنے آتا ہے اور اسلحہ شعلہ زن سے فوراً ہلاک ہو جاتا ہے ویسی ہی توفی کرکے نیست و نابود نہ ہو جاویں۔ (ستیارتھ پرکاش سملاس ۶ بحوالہ منو ۷ / ۸۵)

(۷) سفر دریعنے بھاگا ہوا ملازم جو دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اوسکو اپنے آقا کے گناہ لگجاتے ہیں اور وہ قابل سزا ہوتا ہے اور نیز اوسکی وہ عزت جسکے سبب وہ سکو پرلوگ میں سکھ ہونے والا تھا اوسکا آقا لے لیتا ہے سفر ورمارا جاوے تو اوسکو کچھ بھی سکھ نہیں ہوتا بلکہ اُسکے نیک اعمال کا ثمرہ نیست و نابود ہو جاتا ہے اوس شہرت کو وہ پاتا ہے جس نے دہرم کو مدنظر رکھکر قرار واقعی جنگ کی ہو (ستیارتھ پرکاش سملاس ۶ بحوالہ منو ۷ / ۹۴-۹۵)

اسلام ہرگز بزور شمشیر نہیں پھیلایا گیا اگر ایسا ہوتا تو اس زمانے میں کہ اسلام کی حالت بہت خراب ہے اور بالکل بے دست وپا ہو گیا ہے۔ کیوں دین اسلام میں ترقی ہے اسکی تائید میں ہم ایک تقریر (مسٹر ٹازک ٹیلر) کی بیان کرتے ہیں اونھوں نے لکھا ہے کہ ہمکو یہ اقرار کرنا چاہیے کہ اسلام دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر بطور واعظ مذہب کی نسبت مذہب عیسوی کے زیادہ تر کامیاب ہے اور نہ صرف بت پرستی سے اسلام پر ایمان لانے والے بہ نسبت عیسائی مذہب پر ایمان لانیوالوں کے زیادہ تر ہیں۔ بلکہ مذہب عیسائی بعض ملکوں میں درحقیقت اسلام کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہے اور مسلمان قوموں کو معتقد بنانے کی

کوشش مین ظاہرا بالکل ناکامیاب ہوئی ہین اور صرف یہی نہین کہ ہم اپنا وہان
قدم نہین جما سکتے بلکہ ہم اپنے آپ کو بچا نہین بھی ناکامیاب ہوتے ہین۔ مذہب اسلام
اسوقت مراکو سے جاوا تک زنگبار سے چین تک پھیلا ہوا ہے اور وسط افریقہ مین بہت
تیزی سے پھیلتا جاتا ہے وہ سلسلہ وار بحر روم سے خط استوا تک پھیلا ہوا ہے اور بڑی
تیزی سے جنوب کیطرف بڑھتا جاتا ہے۔ ہندوستان مین یوروپین شایستگی خود ہندو
مذہب کو دور کر رہی ہے۔ وہ اسلام کے لیے ایک رستہ تیار کر رہی ہے۔ ساڑھے پچیس کرور
مین سے پانچ کرور آدمی ہندوستان مین مسلمان ہین اور افریقہ مین آدھے سے زیادہ
کا مذہب عیسوی اپنی گرفت مین مضبوط نہین ہے اور ہندوستان افریقہ تین اسلام کے
سامنے سے ہٹتا جاتا ہے۔ اور جمیکا مین حبشے جو صرف نام کے عیسائی ہین را وبی ازم
کو قبول کرتے جاتے ہین اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ افریقہ کی ایک قوم جو کہ ایک دفعہ اسلام
قبول کرتی ہے پھر کبھی بت پرستی اختیار نہین کرتے اور نہ عیسائی مذہب کو قبول کرتی
ہے۔ یہ اقرار کرنا چاہیے کہ اگرچہ اسلام اعلیٰ درجہ کی مہذب قومون کے بالکل ناموافق
ہے مگر وہ وحشی قوم کے مہذب بنانے اور ترقی دینے کی زیادہ قابلیت رکھتا ہے۔ بعد چند
فقرون کے پھر کہتے ہین کہ "کل دنیا مین مذہب اسلام سے زیادہ تو می گروہ شراب پینے
والونکا ہے۔ اور بمقابلہ اسکے یورپ کی ترقی سے گویا شرابخواری و گنہگاری کا پھیلاؤ اور ہجگہ
کی قوم کا تنزل مراد ہے حالانکہ اسلام کسی کم درجہ کی تہذیب نہین پھیلاتا جس مین لکھنے
علم، عمدہ لباس پہننا، ذاتی صفائی، راست گوئی، اور سلف ہیلپ، شامل ہین بکلی برائی
سے روکنا اور تہذیب پھیلانے کے اثر عجیب عجیب ہین۔ ٹیلر صاحب نے ابتک اس مضمون
کے شتہر ہونے کے بعد "لندن ٹائمس" کے اڈیٹر کو جو ایک چٹھی لکھی اور اسکا مضمون یہ تھا

کہ میرا پہلا وہ فقرہ جس پر بہت اعتراض ہوئے ہین یہ ہے کہ ایشیا اور افریقہ مین مذہب
اسلام بطور ایک واعظ مذہبی کے بہ نسبت عیسائی مذہب کے زیادہ کامیاب ہے
اور ہماری کوششین مسلمانون کے عیسائی بنانے مین بے سود ثابت ہوتی ہین۔ مین
اوّلاً اپنی بحث ہندوستان سے شروع کرونگا جہان کے باشندون کی نسبت تقریباً صحیح
اطلاع ہمارے سامنے موجود ہے ۱۸۷۱ء اور ۱۸۸۱ء کے درمیان مین یعنی دس برس مین ہندوستان
کے مسلمانون کی آبادی مین جو زیادتی ہوئی ہے وہ قریب (۹۲۴۰۰۰) کے ہے
یعنی قریب پچیس فیصدی کے حساب سے اس قدرتی زیادتی کو جو معمولاً پیدائش کی زیادتی
اور موت کی کمی سے ہوئی ہے اگر ہم محسوب نکرین تو وہ نومسلم جو ہندو اور عیسائی مذہب
چھوڑکر اسلام اختیار کرتے ہین اونکی تعداد قریب چھ لاکھ سالانہ کے ہے مسلمانون کے یہان
تنخواہ دار واعظ نہین ہین اور نہ انکی کوئی بڑی جماعت اس قسم کی ہے جو اپنے مذہب
کے پھیلانے مین کوبستہ ہو۔ بڑی تعداد نومسلمون کی۔ کچھ تو پرجوش مسلمانون کی بالانفراد
کوششون۔ اور کچھ مذہب اسلام کی حقیقی کششون کا نتیجہ ہے برخلاف اسکے عیسائیون
کو باوجود اس تمام رعب وداب کے جو اونکو ایک ہم مذہب گورنمنٹ کے ہونے سے حاصل ہے
اور باوجود اس رقم کثیر اخراجات کے جو مشنری سوسائٹیون پر صرف ہوتی ہے کل تعداد
ان نئے عیسائیون کی بڑی کھینچا تانی سے دسوان حصہ نومسلمانون کی تعداد کا ہے"۔

پوپ کی تاریخ مولفہ ریکارڈ صفحہ ۱۳۹ مین ہے یہ خیال کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ دین
محمدی صرف بزور شمشیر پھیلا۔ پھر کہا ہے۔ حجازیون پر پہلا حملہ آٹھوین صدی کے آخر پر ہوا
وہ لوگ ملک شمالی سے جو مابین بحیرہ خضرا اور بحیرہ اسود کے واقع ہے۔ آئے اور یہ لوگ اُس
وقت مین دین محمدی نہ رکھتے تھے مگر اونھون نے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان مغلوب حجازیون کا

مذہب اختیار کر لیا گا ڈفری ہنگس نے ایکسو دسوین نقرہ مین لکھا ہے کہ "مین خوب جانتا
ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون پر اور اونکے مذہب اور ہر ایک شئے پر شاہانہ حقارت سے
نظر ڈالنے پر مائل ہین مگر وہ تحقیق کرین تو معلوم ہو جاوے کہ اہل اسلام اپنے مذہب کی تقریر
کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کل روے زمین پر سب سے زیادہ فیاض اور باعلم قوم ہو گئی
صاحب موصوف نقرہ ۷۲ مین ڈاکٹر پریڈوکس سے نقل کرتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "مدینہ
مین محمدؐ کے انصار خاصکر نصاریٰ تھے اور آپکا استقبال اونھون نے بڑی خوشی سے کیا
بس خواہی نخواہی یہ سوال ہوتا ہے کہ اس مذہب مین کیا بات ہے جسکا اثر ایسا ہوا بجز محبت
اور شیرین کلامی کے اور کوئی سلاح مستعمل نہین ہوا بس عیسائی پادری اس تبدیل مذہب
کو خوف شمشیر نہین کہہ سکتے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر پریڈوکس کے قول پر اعتبار کرین تو یہ
شہر مثل مکے کے بت پرستون کا نہ تھا بلکہ یہودیون اور عیسائیون کا تھا جو آپکے دلی مرید ہوے
علاوہ اسکے آپ مدینے کو مرید کرنے نہ گئے تھے بلکہ مدینے والون نے خود آکر آپ سے التجا کی"
"گبن صاحب جلد ۵ صفحہ ۳۸۲" مین لکھتے ہین کہ افریقہ اور ایشیا کے لکھوکھا مسلم جنھون
نے کہ عرب کے مسلمانون کی تعداد بڑھادی ایک خدا اور اوسکے رسولؐ پر ایمان لانے
مین فریفتہ ہو گئے تھے یہ نہین کہ اونپر کچھ دباو تھا کلمہ کے پڑھنے یا ختنہ ہو جانے سے رعیت
یا غلام یا قیدی تا محرم ایک لمحہ مین اپنے فتحیاب مسلم کا ہمسر اور آزاد ساتھی ہو گیا ہر ایک
گناہ دور ہوا اور ہر عہد سابق ٹوٹ گیا۔ نکاح نکرنے کا عہد قدرتی عنایت سے جاتا رہا قوائی
شہوانی جو صومعو نمین پڑے سوتے ہین حجازیون کے ڈھول سے چونک پڑین اور معاملات
دنیا مین نئے مجمع کا ہر شخص اپنی لیاقت اور حوصلہ کے موافق اصل سرشت پر پہونچگیا۔
"پادری رابن صاحب" کا قول ہے کہ یہودی اور عیسائی سب مسلمانون مین جبین سے زیر حکم تھے

"سیل صاحب کا دیباچہ قرآن صفحہ ۴۶،، مین ہے کہ۔ ابتک محمدؐ نے اپنے مذہب کو مناسب طور پر پھیلایا اسلیے ہجرت سے پیشتر کی آپکی کل کامیابی صرف ترغیب تحریص سے منسوب ہونی چاہیے نہ جبر سے کیونکہ پیشتر اوس بیعت ثانی کے جو درباب وفا کے عقبہ کے جلوس مین ہوئی آپکو اجازت جبر کرنے کی مطلق نہتھی اور قرآن کے بعض مقامات مین جو انکے قول کے بموجب ہنگام قیام مکہ وحی ہوتی تھی فرماتے ہین کہ تمھارا کام صرف وعدہ او رپند کرنیکا ہے اور آپ مجاز نہین کہ کسی سے جبراً اپنا مذہب اختیار کرائین اور یہ لوگ خواہ ایمان لائین یا نہین آپکو اوس سے کچھ سروکار نہین وہ صرف اللہ تعالےٰ کے متعلق ہے اور آپ اپنے پیرونکو جبر کی اجازت دینے سے اسقدر دور رہتے کہ آپ نے اونکو نصیحت کی کہ اون نقصانات کو جو بوجہ دین کے ہوے صبر سے برداشت کرو اور جب خود تکلیف پائی تو اپنے مولد کو چلا جانا پسند کیا نہ مقابلہ کرنا،،

(محاربات اسلامی بغرض حفاظت خود اختیاری)

خدا فرماتا ہے قاتلوا الذین یقاتلونکم ولا تعتدو ۲۱ ان اللہ لا یحب المعتدین یعنے جو تم سے لڑے اونسے لڑو اور زیادتی مت کیا کرو خدا زیادتی کرنے والون کو دوست نہین رکھتا الہٰ، اسلام مین جہاد اونھین لوگون سے ہے جو سبقت کرے لڑائی مین مسلمانون کیلیے کافی وجوہ تھی کہ وہ ایذا رسان کارروائی اختیار کرتے کیونکہ وہ اپنے اہل وعیال دنیز اُن لوگونکی حفاظت کے خواستگار تھے جو اونکے ساتھ مکہ والون کے ظلم و تشدد سے ہجرت کرنیکے لائق نہ تھے لیکن اونھون نے کسی موقع پر اپنے کو بانی فساد نہین ثابت کیا اور وہ خانمان برباد ہوکر بھی اون لوگون نے اوسوقت تک آلات حرب کیطرف رجوع نہین کی جبتک کہ حفاظت خود اختیاری کیواسطے کلیتہً مجبور نہین ہوے ہمارے حضرت کی یہ خواہش

نہ تھی کہ جنگ کی تیاری کیجاوے وہ جناب صلح کو کل چیزون پر مقدم رکھتی تھی اور اپنے ارادتمندون کیواسطے بھی چاہتے تھے کہ فعل عمل کی پوری آزادی رہے اور مذہبی اعمال وہدایت مین اونکے ساتھ کوئی مزاحمت نہ کیجاوے۔ مگر والون نے اس سے انکار کیا اور تب اونھون نے اپنے دوستون کو صلاح دی کہ وہ لوگ شہر کو چھوڑ دین۔ اور دوسری جگہ امن کی تلاش کرین ہجرت کے بعد قریشون کی عداوت اور زیادہ ہوئی حتی کہ بمقام بدر سپاہ قریشون کے نوسوپچاس[۹۵۰] سپاہیون سے سامنا ہوا آخر کو حفاظت خوداختیاری کی واسطے مجبور ہوے اور اونکو شکست دی اسپر بھی اکتفا نہ ہوئی۔ مسلمانون کے اس غلبہ سے آتش حسد نے قریشون کو پیہم لڑائیون پر آمادہ کیا۔

"ابوسفیان"، "سلیم"، "غطفان"، کے خانہ بدوش طائفون نے دو مرتبہ مدینہ پر غارت کنان حملہ کیا "بنی اسد" ایک طاقتور قبیلہ قریشون کیساتھ شامل ہوا۔ پھر "بنی لحیان" مدینہ پر حملہ کیواسطے تیار ہوے یہ واقعات جابرانہ وظالمانہ پیہم ہوتے رہے جو کتب تواریخ مین مندرج ہین اسی بنا پر آنحضرت کو ضرور اون حملون کو روکنا پڑا اور قریشون کیساتھ محض اپنی حفاظت کیواسطے لڑتے رہے اور کبھی پیشدستی نہین کی۔

"امرتین صاحب اپنی تصنیف "سلیبلیس آیز" مین لکھتے ہین۔

"محمد صاحب کیوضع اون عادات وصفات کو بالکل غلط ثابت کرتی ہے جو عموماً اونسے منسوب کیجاتی ہین۔ یعنی یہ کہ وہ اولوالعزم و دلیر تھے۔ وہ عادتاً کمزور و غیر مستقل تھے اور مشکل سے اپنی رائے پر پھر دنا کرتے تھے۔ یقیناً وہ عام طور پر بزدلی کیساتھ پیشقدمی کرتے تھے اور تقریباً ہمیشہ اپنے ہمراہیون کے جوش کو روکتے تھے"

امرتین صاحب۔ اصلیت واقعہ تک پہونچے لیکن اونھون نے نتیجہ نکالنے مین غلطی کی جو اونھون

نے آنحضرت کی کمزوری اور خیراستعقلابی پر محمول کیا کہ وہ حملہ مین سبقت کی جرأت نہین دلاتے تھے۔ وہ جناب جنگ مین پیشدستی نہین کرتے تھے اور تاوقتیکہ اپنا اور تمند ون کی جانونکا بچانا ضروری نہین سمجھ لیتے تھے استعمال اسلحہ کی اجازت ندیتے تھے۔

"ایڈورڈ گبین مورخ روما الکبری" تاریخ کبیر کے ۵۰ باب مین جہان حضرت کے حالات زین لکھتے ہین کہ "کہ فطرت الٰہیہ کی رو سے ہر ایک شخص کا حق ہے کہ اسلحہ کے ذریعہ سے اپنے جسم اور آبرو کی حفاظت کرے اپنے دشمنون کے قہر کو دفع کرے یا روکے اور معقول تدبیر سے اطمینان اور مکافات تک اپنی عداوت کو بڑھاوے عربون کے آزاد تمدن مین رعایا اور اہل شہر کے فرائض مین ایک قید ضعیف تھی۔ اور محمد کو ایک بے فساد اور خیراندیش رسالت کے بجالانے مین اسکے ملک کے لوگون کے ظلم نے اس سے نزاع کی اور انھین جلاوطن کردیا" صفحہ ۹۱۶ مطبوعہ لنڈن ۱۸۳۰ء پھر اسی باب کے ۹۲۷ صفحہ مین لکھا ہے "عقل خیراندیش یقین جان لیگی کہ محمد کی اصلی غرضین خالص اور اصلی نیکی کی تھین مگر ان گردن کش کفار کے جو اسکے دعاوی کی تردید اور دلیلون کی تذلیل کرین اور اسکی جان کو ایذا دین کوئی رسالت انسانی برداشت نہین کرسکتی وہ اپنے ذاتی دشمنون کو تو معاف کردیگا اور خدا کے دشمنون سے جائز طور پر عداوت رکھیگا۔ محمد کے سینے مین اشکہار دانتقام کی سخت تحریک مشتعل ہوسے۔ اور اسی نے دنیوا کے نبی کے مانند ان کفار کے استیصال کے لیے جنھین ملزم ٹھہرایا تھا آواز بلند کی۔ مکے کے ظلم اور مدینہ کے قبول نے اس ایک شخص کو امیر قوم اور مسکین واعظ کو رئیس افواج بنادیا مگر اسکی تلوار مقدسین کی تاسی پر سبیل الٰہی مین تھی اور وہی خدا جو گنہگارون کو وبا اور زلزلہ سے سزا دیتا ہے ضرور ہے کہ انکی استقلام یا تعذیب کے لیے اپنی عباد کی دلاوری الفا فرماوے"

گبن نے اپنی اصول کے مطابق جو نتیجہ مستخرج کیا ہے یقیناً اوسکو ہر شخص تسلیم کرے گا ابتدا مین مسلمانون کو مکہ مین نہ تو امن تھا نہ آزادی حاصل ہوتی تھی وہ مذہبی آزادی سے بھی محروم کئے گئے باوجودیکہ وہ لوگ اپنی جماعت کے مسکین و بے گناہ اشخاص تھے علاوہ اسکے وہ اپنی مسکن سے خارج کی گئی اور بعض مواقع پر اونھون سے اپنی عیال وجائیداد کو ظالمون کے ہاتھ مین چھوڑ دیا مکہ مین واپس آنے سے باز رکھی گئی متبرک معبد مین داخل ہونے سے ممنوع کی گئی مدینہ مین اونکا تعاقب ہوا جہان اہالیان مکہ نے اونپر حملہ کیا۔ مسلمانون کے ساتھ قریشیون کا جبر وظلم مذہبی بنیاد پر تھا وہ معتقدین کو اُسکی اجازت نہین دینی چاہتی تھی کہ وہ لوگ اپنے آباؤاجداد کے مذہب سے انکار کرین اور اسلام قبول کرین۔ اونمین ایسی سختی اور بیدردانہ تعصب تھا کہ اونھون نے بعض تو معتقدین کو اذیت وعقوبت مین رکھا تھا کہ اون لوگون کو پھر مرتد و بت پرست ہونے پر مجبور کرین۔ مسلمانون کو باہم حق حاصل تھا کہ وہ مکہ والون کے مظالم کا انسداد کرین اور اسلحہ کے ذریعہ سے اپنے کو برقرار رکھین تاکہ اونکو مذہبی ازادی حاصل ہوجاوے اور اپنے مذہب کے ارکان ادا کرسکین۔

”جان ڈیونپورٹ،، رقم طراز ہین کہ ”یہ اون لوگون کی ایک ہیبت ناک غلطی ہے جنھون نے خیال کرلیا ہے یا ابتک خیال کرتے ہین کہ جو مذہب قران نے سکھلایا اوسکی اشاعت محض تلوار سے ہوے۔ کیونکہ غیر متعصب اشخاص اوسکو فوراً تسلیم کرلین گے کہ محمد صاحب کے مذہب مین انسانی قربانی کے قصاص میں نماز وزکوۃ قایم کی گئی اور بعوض عناد دائمی فسادات کے نفع رسانی

وتمدنی نیکیان جاری کی گئین جسکے سبب سے تہذیب وشایستگی پر بہت بڑا اثر مرتب ہوا اور جو مشرقی دنیا کے واسطے ایک حقیقی برکت کا باعث تھا پس اوسکو اون خونخوار ذریعون کے جنکو حضرت موسئے نے بیدردی وبے احتیاطی کے ساتھ استیصال بت پرستی کے واسطے استعمال کی کچھ ضرورت نہ تھی ۔

اس بیان سے تمام تر ظاہر ہوگیا کہ اسلام نے اپنے مذہب کو بہ جبر نہین پھیلایا بلکہ صرف وعظ ونصیحت سے اپنے غیر مذاہب کے لوگون کو اپنے دین کی طرف راغب کیا ۔

اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ دین اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا تو کیا قباحت ہے اسواسطیکہ تمام مہذب سلطنتین اور حکماے سابقین ولاحقین کا اتفاق ہے کہ جو گورنمنٹ کے احکام پولیٹکل مین خلل اندازی کرے یا بغاوت وسرکشی کرے تو اہل شہر قتل کیئے جاوین اور شہر پھونک دیا جاوے لوگ اسیر کیئے جاوین محبس مین قید کیئے جاوین قیدیون کے واسطے ایک آئین خدمتگذاری ولباس وخوراک مقرر کیا جاوے پس جن لوگون نے خداے برحق سے بغاوت ومخالفت کرکے دوسرون کی پرستش کی اور احکام شریعت خداوندی اور سلطنت خداوندی کی مخالفت کی بداین وجہ حکم قتل ونہیب وغارت صادر فرمایا اور نجاست کفر سے زمین کو صاف کیا ۔

اور اسیرون کے واسطے بجاے محبس فوجداری کے غلامی کا حکم فرمایا ۔ اور اسکے واسطے حدود وقواعد پرورش وخدمت گذاری مقرر کی تو کیا برائی ہوئی ۔ البتہ عیسائیون نے ایک محکمہ بنام وروان کوی زیشن بنایا ۔

ملک اسپانیہ مین اسواسطے مقرر کیا تھا کہ لوگون نے مذہب عیسوی بجبر قبول کرایا جاوے علاوہ ان سب امور کے یہ جاننا چاہیے کہ حکمت ناموس یعنے مذہب سے عمدہ غرض چال چلن کا درست ہونا ہے یہ حکمت اور اخلاق کی حکمت جزو ان نہین ہین کیا مارپیٹ لڑکون یا دیوانون کو یا چور ڈاکوئون کو برے نہین معلوم ہوتے اور رحم دلون پر وہ دوبھر نہین ہوتے مگر کیا کرین کہ چال چلن درست کرنے کے لیے یہ سب روگ سہا جاتا ہے یہانتک کہ اپنے بال بچون کو جو دل کے ٹکڑے ہوتے ہین آنکھون سے مار کھلوائی جاتی ہے اور انتہا درجہ کا اہتمام چال چلن کی درستی کے لیے یہی ہے کہ نہ اور کی جان کا پاس اوسکی بابت کیا جاوے نہ اپنی جانکا اور اسلام کا مذہب جو خاتمہ کا مذہب تھا تو اسلیے اسمین چال چلن وغیرہ کی بابت اہتمام بھی حد پر پہونچا دیا کہ جہاد کا حکم بھی دیا اور کر بھی دکھایا۔ رہا اپنی جان دیدینا تو اوسمین بھی اونھون نے کمی نہین کی دس دس ہزار کے دعاوے مین جناب رسالتماب اور حضرت امیر کبھی نہین ٹلے پھر آخر مین نتیجہ شہادت ہوا۔ اگرچہ معرکہ جہاد مین نہ شہید ہوے ہون جو آنحضرت کی صدق نبوت و رسالت کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ بہ نص توریت جھوٹا نبی قتل کیا جاوے ؎ لیکن اونکے قائمقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے اونکے بعد اسے بھی کر دیکھایا کہ اگلے پیمبرون پر بھی فوق لیگئے اورون کا کیا ذکر پھر اگر کوئی یہ کہی کہ طبع کلی کو مقدم طبع شخصی پر رکھین۔ تو یہ ویسا ہے کہ کوئی کہے کہ لڑکون کی تعلیم اور ڈاکون اور چورون کی سزائین صلاح عام کے خلاف ہین حالانکہ یہ خیال خام ہے بلکہ وہی صلاح عام ہے جیسا کہ قصاص سے حیات جان بخش ہے پھر ہٹ دھرمون کا اور کیا علاج اور ہٹ دھرمی

معجز نما کی برخلافی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر قطع نظر قرآن سے کرکے کہین کہ اب معجزہ کہان و دیکھی ہے کہ جب معجز نما پیمبر و امام موجود ہون کہ مذہب کو عیانی کرکے قطع عذر فرماوین اور جو ہٹ دھرمی سے نہ مانے او سے سزا دین۔ الغرض مذہب امامیہ مین غیبت امام مین جہاد حرام ہے۔

(غلامی)

قرآن پر یہ غلط اتہام کیا جاتا ہے کہ وہ جہاد کے قیدیان قسم ذکور کو غلام بنانے اور قسم اناث کو فاتح کی ہم بغلی کے واسطے جائز کرتا ہے۔ جسکے دوسرے الفاظ مین یہ معنی ہین کہ میدان جنگ مین قیدی عورتین بجبر مدخولہ بنائی جاتی ہین۔

قرآن مین غلامی کی بہ نسبت آزادی کا حکم زیادہ ہے۔ اخلاقی طریقہ مین غلام کی آزادی کا زیادہ حکم ہے۔ رسولخدا فرماتے ہین کہ جو شخص بندہ مومن کو آزاد کرے خداوند کریم اوسکے ہر عضو کے عیوض مین آزاد کنندہ کا ایک عضو آتش دوزخ سے آزاد کرے گا۔ اور اگر کنیز آزاد کرے تو بعوض دو عضو کے ایک عضو اُسکا خدا آزاد کریگا۔ قرآن مجید مین بیسیون جگہ فک رقبہ آیا ہے۔ اسیران جنگ کی نسبت بھی یہی وارد ہے "فاما منا بعد واما فداء" اسیری کے بعد یا تو احسان کرکے چھوڑ دیا جاوے یا قدرت پاکر کفارا تمین لونڈی غلام آزاد کرنا مقدم رکھے اور ہر طرح انکی آزادی کا خیال رکھے۔

قانوناً یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ زر معاوضہ دینا منظور کرین تو آزاد کیے جاوین اور مذہبی طور پر یہ قاعدہ ہے کہ کوئی شخص اگر روزہ توڑ ڈالے۔ تو اُس کے کفارہ مین غلام آزاد کرنا چاہیے یا نذر شرعی کو ایفا نہ کرے تب بھی غلام آزاد کرے یہ تدبیرین تھین جو موجودہ غلامی کے موقوفی کے واسطے کی گئین۔

ہماری شریعت نے اوس نامربوط طریقہ غلامی سے روکا ہے جو زمانہ سابق مین بنی اسرائیل کے
عہد سے جاری تھا اوس زمانہ مین کنیز و غلام کے کوئی حقوق نہ تھے جاہلیت کے لوگ
کمال بیرحمی سے کنیز و غلام بناتے تھے کوئی طریقہ آزاد کرنے کا معین نہ تھا نہ کوئی طریقہ
غلام بنانے کا مقرر تھا حضرت موسیٰ کے عہد مین کفار اسرائیلیون کو پکڑ لیجاتے تھے
اور طوق و زنجیر آہنی مین جکڑ کر اونسے عمارات کا اکثر کام لیتے تھے وہ بیچارے زنجیرونمین
اولجھ کر بلندیون پر سے گرتے تھے اور کوئی پرسان حال نہ تھا غلام ایک قیدی سے
بدتر ہوتا تھا (استثنا ۲۰/۱۴) مین عورتون کو اسیر کرنے کا صاف حکم لکھا ہے
اور (۲۱/۱۰-۱۴) مین اون اسیر عورتون مین سے جسے حرم بنانا چاہے گھر مین اوسکا سر
منڈواکر ناخون کٹواکر جورو بنا لینے کا صاف حکم ہے۔ پھر اگر اوس سر مونڈی سے
خوش نہو تو اوسے جہان جی چاہے نکل جانے کا حکم ہے۔ اس نامقیدی کو ہماری
شریعت نے مٹایا۔ اور بہت سے حقوق غلامون اور کنیزون کے معین کردی۔

ہماری شریعت کی خاص یہ ہدایت ہے جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین۔
مملوک و غلام کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو یہ سمجھ لے کہ خدا نے مثل تیرے ہی اوسکو بھی پیدا
کیا ہے۔ اور اپنی کنیز و غلام کو یہ سمجھ کر کہ مثل تیرے وہ بھی تیرے باپ کا بیٹا اور تیری
ماں کا فرزند ہے (یعنے جو بھائیونسے برتاؤ چاہیے وہی کنیز و غلام سے بھی) بلکہ یہ سمجھ کہ غلام
تیرا گوشت اور تیرا خون ہے (یعنے فرزند کے برابر اوسکو رکھ اور اپنے گوشت و خون کو جسطرح
ایذ نہین دینا چاہتا اور راحت رسانی کرتا ہے ویسے ہی راحت رسانی کر) اور یہ سمجھ
لے کہ تو اوسکے گوشت و پوست کا مالک نہین نہ تو نے بنایا ہے کہ جس طرح سے
چاہے اوسکو اپنی کاریگری سمجھکر تصرف کر ڈالے۔ بلکہ خالق اوسکا خدا ہے۔

تونے کوئی عضو کوئی جارحہ اوسکا نہین بنایا۔ نہ اسپر گھمنڈ کر کہ تونے اوسکو رزق دیا ہے بلکہ رزاق اوسکا بھی خدا ہے۔ ہان اتنا ضرور ہے کہ تیرے ہاتھ سے اوس کو دلاتا ہے تو اسکے عیوض مین خدا نے اوسکو تیرا مطیع کیا ہے اور تجکو سپرد کیا ہے۔ اور اپنی امانت تیرے پاس رکھوائی ہے تو اوسکی حفاظت کر اور بہتری کا خواہان رہ۔ اور ایسی نیکی اور احسان اوسکے ساتھ کر جیسے خدا تیرے ساتھ نیکی و احسان کرتا ہے۔ اگر تیری کوئی تقصیر کرے تو تو عفو کر اور خلق خدا پر آزار نہ پہونچا۔

رسولخدا نے اپنی پیاری بیٹی جناب فاطمہ سے تاکید فرمائی تھی کہ ایک روز گھر کا کام تم کیا کرو اور فضہ اپنی لونڈی سے کام نہ لیا کرو۔ دوسرے روز تم راحت لو۔ اور اپنی کنیز سے گھر کا کام کرایا کرو جو تم کھاؤ کنیز کو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو وہ کنیز کو بھی پہناؤ۔ باوجودیکہ اوس سیدہ عالم کے ہاتھ چکی پیستی پیستی زخمی ہو جاتے تھے اور خون بہنے لگتا تھا مگر لونڈیون سے چکی نہ پسواتی تھین اور خود بھی چکی پیس کر بسر کرتی تھین۔

جناب امیرؑ کی یہ حالت تھی کہ ایک روز بازار سے دو پیراہن خرید کئے ایک تین درم کا دوسرا دو درم کا۔ اور قنبر اپنے غلام سے فرمایا جو تین درم کا پیراہن ہے یہ تم پہنو جو کم قیمت ہے یہ مین پہنونگا۔ قنبر نے عرض کی اے مولا جو پیراہن بہتر ہے یہ آپ ہی پہنین کیونکہ آپ منبر پر بیٹھکر لوگونکو وعظ کہتے ہین حضرت نے جواب دیا۔ اے قنبر تم جوانون کو اچھے اچھے کپڑے کی خواہش ہوتی ہے۔ مین خدا سے شرم کرتا ہون کہ اپنے کپڑے تم سے بہتر رکھون۔ کیونکہ رسولخدا سے مین نے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو کچھ تم پہنو اپنے غلامون کو بھی پہناؤ اور جو کچھ تم کھاؤ وہی اپنے غلامون کو بھی کھلاؤ۔

بس اسلامی غلام غیر قومون کے آزادون سے بہتر ہین۔ کیا اسی کا نام غلامی ہے

اور اسی غلامی مین طعن وتشنیع اسلام پر ہوتی ہے اسلام مین مالک وغلام مین کوئی فرق نہین ہوتا۔ امیر المومنین ؑ کے پاس ایک روز دو لڑکے آئے اور باہمی نزاع کا فیصلہ چاہا ہر ایک اون دونون مین سے اپنے کو مالک اور دوسرے کو اپنا غلام بتاتا تھا۔ ایسی حالت سے وہ دونون تھے کہ بالکل ظاہری امتیاز نہ تھا کہ کون انمین مالک کا لڑکا ہے اور کون غلام کا۔ اسطرحسے مسلمان غلام کو رکھتے ہین۔

شریعت نے اکثر احکام کی تکلیف بھی غلام پر سے اوٹھالی ہے۔ حج، جہاد، نماز جماعت اور نیز دیگر مستحبات یہ غلام وکنیز پر سے ساقط ہین۔ کیا خیال غلام وکنیز کا ہے۔

اسس غلامی پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

کیا بہ نسبت اسلامی غلامی کے بیگار پکڑنا اور قید سخت مین رکھنا بہتر ہے ہرگز نہین۔ اسلامی اسیرون کو دسوان حصہ بھی اون تکلیفونکا نہین ہوتا جو جیل مین تکالیف ہین۔ اسلام مین غلامی مثل فرزندی کے ہے۔ اگر اوسپر کوئی اعتراض کرے تو ہمکو اوسکے اعتراض کی کوئی پروا نہین گاڈفری ہنگس فقرہ ۸۸ سے ۹۴ تک لکھتے ہین جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے اس بارہ خاص مین بہت کچھ اصلاح وترقی کی وہ کہتے ہین،، انسانون کی بد قسمتی ہے کہ نہ عیسیٰ نے اور نہ محمدؐ نے انسداد غلامی کو مناسب سمجھا اگر شاید یہ کہا جاوے کہ جب اونھون نے اپنے مریدون کو یہ ہدایت کی کہ اورون سے اوسی طرح پیش آؤ جس طرح کہ تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے پیش آوین تو اس حکم سے گویا اونھون نے غلامی کو منسوخ کردیا تو یہ تعریف کے لایق ہے مگر بدقسمتی سے بتجربہ یہ صحیح نہین خانہ زاد غلامی اسلام کے یہان بیشک ایسی ہے کہ اومین عذر کی گنجایش نہین مگر اون بیرحمون سے جو ملک افریقہ کی تجارت غلامی اور ویسٹ انڈیز

کی نئی آبادیون مین ہوتی ہے اوسکو کیا نسبت ہے۔ ہمنے روم پوپ کنٹربری کے پادریون اور انجمنون اور پوپ کے فرمانون اور مسئلون اور مذہبی قانون وغیرہ کا تذکرہ خوب سنا ہے مگر یہ کبھی سُنا کہ ان شخصون نے اس مہیب تجارت کے خلاف کوئی اعلان کیا تبلاؤ کوئی فرمان ہوا قانون یا کام انجمن کا خود روم اور کنٹربری کے پادری اس خطاب یعنے اپنے پیرونکی شہوت پرستی کے ذریعہ بنی کے مستحق ہین جسکو محمد کی طرف منسوب کرتے ہین اسلیئے کہ تجارت مذکور کی بیرحمی کے صاف ثابت ہونے کے بعد بھی اونھون نے اون لوگون کو اپنے فرقہ سے علیحدہ نہ کیا جو اوس مین مصروف تھے چنانچہ فرقہ کو اس نے کردیا تھا۔ مجکو معلوم ہے کہ وہ چرب زبانی سے یہ جواب دینگے کہ ایک آدمی کو صرف غلامونکے مالک ہونے کیوجہ سے ہم خارج نہین کرسکتے کیونکہ غلامی کا جائز ہونا غالب انجیلون اور صحیفون کے ہر صفحہ مین پایا جاتا ہے اسلیئے کہ جہان کہین لفظ سروس کا پایا گیا ہے اور ترجمہ اوسکا خادم ہوا ہے وہان غلام کا استعمال ہونا چاہیے تھا کیونکہ لفظ سروس کے لفظ معنے اوس شخص کے ہین جو بازار مین خریدا گیا ہو یا فروخت ہوا ہو مگر چونکہ لفظ معتق یعنے غلام آزادشدہ بمنزلہ کرایہ کے خادم کے ہے اسلیئے غلام کی جگہ خادم بولا گیا لیکن خانہ زاد غلامی اگر بدقسمتی سے عیسائیون مین جائز سمجھی جاوے تو یہ نتیجہ کسیطرح سے نہین نکلتا کہ افریقہ کی تجارت غلامی کی اجازت دیدی گئی ہو جسکی قباحتونکا معتقدمین کبھی گمان نہ کرسکے ہونگے اور ہر بات مین عیسائیونکی خانہ زاد غلامی سے مختلف ہے گو کہ محمدؐ نے اس رسم قبیح کو منسوخ نہین کیا جیسا کہ آپکو کرنا مناسب تھا تاہم آپنے اُسکو بالکل فروگذاشت بھی نہین کیا کیونکہ یہ بیان فرمادیا کہ سب مسلمان بھائی ہین اور کسی شخص کو اپنا بھائی غلامی مین رکھنا نہین چاہیے

اپنے اسی کہنے سے گویا بہت سے آدمیون کو آزاد کر دیا تو اس معاملہ مین محمدؐ نے بقدر
نہین کیا جسقدر کہ آپکو کرنا چاہیے تھا مگر آپنے کچھ تو کیا اور کچھ کرنا اور نہ کرنے سے بہتر ہے
اور ہرچند اس سے غالباً بعضون کو ترغیب ہوئی ہوگی کہ اپنے تئین بلا عقیدت مرید
بناوین جس کیوجہ سے ایک دیندار عیسائی جونیچ کے جلتے کوئلے کی حرارت سے بھڑکا ہوا ہے
اسپر لعن طعن کرے گا اور اسکو برے محل پر عمل کریگا تاہم اسکے ذریعہ سے لکھو کھا آدمی
خواری سے بچگئے۔ دوسری ترمیم غلامی کی یا دفعیہ اوسکی برائیو نکا شرع مین یہ پایا
جاتا ہے کہ غلامونکی فروخت مین والدہ بچون سے کسیطرح جدا نکی جاوے اور یہ جرم
ویسٹ انڈیا والے ہر روز کرتے ہین۔ اس قسم کا قاعدہ مین نے انجیلون مین نہین دیکھا
ہے اسلیے محمدؐ نے اس قاعدہ کی نقل انجیل سے نہین کی ویسٹ منسٹر ریو مین لکھا ہے
محمد کا قاعدہ غلام کرنے کا یہ تھا اگر غلام تمھارے پاس اوین تو تم اونکو قید کر کے
علے رؤس الاشہاد فروخت نہ کرو تو کوئی دعویدار پیدا نہ ہو جیسا کہ نوین صدی مین
عیسائی انگلستان کے صوبون مین قاعدہ رہا ہے بلکہ اونکو آزاد کردو اور یہ ممنوع ہے
کہ اونکو دوسرون کے حوالہ کرو اور آپ عرب کے ویرانون مین ساتوین صدی مین تھے
(دیکھو ویسٹ منسٹر ریو نمبر ۹ صفحہ ۲۲۱) قرآن مین ارشاد ہے،، وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ
الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ
مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ اٰتٰىكُمْ یہ بات مینے انجیلونمین نہین پائی اسپانیہ کے لالچی لوگون
نے بھی کیوبا مین اپنے غلامون کی نسبت ایسی ہی تدبیر پر عمل کیا ہی جن سے وہ
اپنے آپ کو رفتہ رفتہ آزاد کرلین،، دومسٹر باسورتھ سمتھ،، بھی اپنی کتاب
محمد اینڈ محمدن ازم، مین لکھتے ہین کہ وہ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ غلام کی

نسبت اسلام نے کیا گیا - چنانچہ اسمین کلام نہین ہوسکتا کہ اوسکے باب مین بھی ترقی
کی جانب قدم بڑھایا گیا - بلکہ عورتون کے باب مین جو قانون بنایا گیا اس کی نسبت
غلامی کے معاملہ مین زیادہ ترقی کی - بیشک محمدؐ نے غلامی کو بالکل نہین ہٹادیا
کیونکہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ایسا کرنا نہ تو مناسب تھا اور نہ ممکن ہی تھا
لیکن اونھون نے لوگون کو غلامون کے آزاد کرنے کی رغبت دلائی اور یہ اصول
قرار دیا کہ جو قیدی مسلمان ہوجاوے وہ آزاد سمجھا وے - اور اس سے بھی زیادہ اہم
بات یہ کی کہ اونھون نے حکم دیا - کہ کوئی آزاد شدہ غلام اس سبب سے کہ اوس نے
محنت ومشقت سے ایک دیانتداری اور عزت کی زندگی بسر کی ہے ذلیل نہ سمجھا جاوے
اور اونکی نسبت جو غلامی کی حالت مین ہون یہ حکم دیا کہ اونکے ساتھ مہربانی وملایمت
سے برتاؤ کیا جاوے - چنانچہ اونھون نے اپنی اخیری الوداعی خطبہ مین جو اپنی
وفات سے ایک سال پیشتر بمقام ومنا پڑھا تھا کہا ہے کہ اے مسلمانو نہ تم غلامون کو
ویسا ہی کھانا کھلاؤ جیسا کہ تم خود کھاتے ہو - اور ویسا ہی کپڑا پہناؤ جیسا کہ تم خود
پہنتے ہو کیونکہ وہ بھی خدا کے بندے ہین اونکو ستانا نہین چاہیے - پس ایک غلام
جو قانون اور ایسے اعلے درجہ کے احکام مذہبی کی حفاظت مین ہو وہ اون معنون کے
لحاظ سے جو لفظ غلام کے اس زمانہ مین سمجھے جاتے ہین غلام نہین کہا جاسکتا جب کہ
مین اوپر بیان کرچکا ہون - یہ امر قابل لحاظ ہے کہ وہ لفظ جسکا ترجمہ غلام ہے -
قرآن شریف مین کہین نہین آیا - جو جملہ قرآن مجید مین استعمال کیا گیا ہے وہ یہ ہے
"وہ جو تمھارے داہنے ہاتھ کے قبضہ مین ہین" جسکے معنے صرف یہ ہین کہ جو ایک
واجب طور کی لڑائی مین قید ہوکر آئے ہا اور اسطرح سے اپنی آزادی سے محروم

ہو گئے ہون، ایسے قیدی اگر مسلمان ہو جاتے تھے تو انکی نسبت یہ حکم تھا کہ آزاد کر دیے جاوین۔ لیکن اگر اپنی مذہب پر قایم رہتے تھے۔ تو آپکا حکم اپنے معتقدون کے لیے یہ تھا کہ پھر بھی تم اونھیں اپنا بھائی سمجھو اونھون نے فرمایا کہ جو مالک اپنے غلام سے مہربانی کرے وہ مقبول خدا ہوگا اور جو اپنے اختیار کو برے طور پر استعمال مین لاوے۔ یعنی غلام کو ستاوے وہ داخل بہشت نہو گا۔ ایک مسلمان نے اوسسے سوال کیا کہ جو میرا غلام مجھے ناراض کرے اوسے کتنے بار مجھے معاف کر دینا چاہیے نبی عربی نے جواب دیا کہ ایک روز مین ستر دفعہ۔

محمد نے ایک نیم شایستہ ریاست کے سردار کی طرح قیدی عورتون کو حرم بنانا جائز رکھا لیکن وہ عورت جسکی اس طرح پر اولاد ہو جاوے اوسکی نسبت یہ حکم دیا کہ وہ اولاد سے جدا نہ کی جاوے۔ اور نہ وہ پھر بیچی جاوے بلکہ مالک کے مرجانے کے بعد آزاد سمجھی جاوے۔ یہ رحمانہ قوانین جیسے کہ امید کیجا سکتی ہے قوانین شریعت موسوی کے موافق ہے۔ لیکن بہت سے باتون کے لحاظ سے اونسے بہتر ہین۔ بلکہ ایسے ہین کہ کسی یورپ مین۔ یا امریکن بردہ فروش سلطنت نے اپنے مجموعہ قوانین مین اوسوقت تک رائج نہین کیے تھے۔ جیسا کہ عیسائیت کے موج نے غلامی کو بالکل نیست و نابود کر دیا مثلاً ایک یہودی قوم کا آدمی جب غلام ہو جاتا تھا اوسکی نسبت شریعت موسوی کا یہ حکم تھا کہ جب وہ اپنی غلامی کا زمانہ پورا کر لے۔ تو آزاد سمجھا جاوے لیکن وہ عورت جس سے اوسکے مالک نے اوسکی شادی کر دی ہو معہ بال بچون کے اوس سے جدا کر لی جاوے اور وہ غلامی مین رہین جو مسلمان مالک اپنے غلام پر بیوجہ خفا ہو۔ اوسپر واجب ہے کہ اوسکو فوراً آزاد کر دے۔ مگر بخلاف اس کے۔

اگر کوئی یہودی اپنے غلام کو یہانتک ستاوے کہ اُسکو جان سے مار ڈالے تو اوسکے لئے ایک سزا کا حکم تھا۔ لیکن اگر وہ اپنی سزا کی حالت مین ایک یا دو دن تک زندہ رہے تو بالکل چھوڑ دیا جاوے۔ جیساکہ انجیل کے انگریزی ترجمہ مین خوفناک سخت الفاظ مین اس مطلب کو یون ادا کیا گیا۔ کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے جس طرح سے چاہے اوسے استعمال کرے۔ امریکہ کی ان سلطنتون مین جنمین غلامی جایز تھی غلام کو کوئی قانونی حق حاصل نہ تھا۔ اگر کوئی مالک اپنی لونڈیون سے نیک برتاؤ کرتا تھا تو یہ صرف اوسکی انسانیت سمجھی جاتی تھی۔ نہ کہ اسلام کی طرح کہ اوس کے (یعنے مالک کی) نہایت عروج کی حالت مین بھی عدالت کو جائز تھا کہ اوس کو غلام پر مہربانی کرنے کے لیے مجبور کر سکے۔ تمام انسانونکا خدا کی نظر مین برابر ہونا ایک ایسا اصول تھا جسپر محمدؐ نے ہر ایک مقام پر زور دیا ہے اور اسی طرح پر چونکہ یہ اصول غلامی کی نسبت ذات وغیرہ کے خیال کو مٹا دیتا تھا اس لیے غلامی کی ذلت کو بھی دفع کر دیا محمدؐ کے نزدیک محنت کرنا ذلت کا موجب نہ تھا اور ملک عرب کی رسم غلامی اگرچہ اصولاً ہمیشہ برا کہنے کے لائق ہے لیکن اسوجہ سے غلامی ایک زیادہ تر مستحکم اور زیادہ مستقل تعلق ہوگیا جو گھر مین دوسرے لوگون سے خدمت لینے کے اوس طریقہ سے جو اور ملکون مین جاری تھا کچھ زیادہ برا نہین کہا جاسکتا۔ پھر بھی صاحب لکھتے ہین کہ شاید یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت اور غلامی ایک دن کے لیے بھی کسی طرح اکھٹے رہین۔ لیکن ہمکو تو حقایق سے بحث ہے اور یہ امر محقق ہے کہ غلامی بیشک عیسائیت کے ساتھ رہے تھے بلکہ اوسنے عیسائیت کی روسے جائز ہونے کا دعوی اونیسوین صدی تک بھی

کیا ہے۔ اور یہ کہ انجیل مین بیشک کوئی صریحی ممانعت غلامی کی نہین ہے بلکہ برخلاف اسکے اوسمین غلامی کو بطور ایک موجودہ رسم کے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور پولوس نے مالکون کے ساتھ نوکرون کے فرائض کو (جنکو ایسے غلامون کے سخت نام سے مخاطب کیا ہے) ایسی ہی صراحت سے بیان کیا ہے جیسے کہ مالکون کے فرائض کو اونکے ساتھ۔ پس اسلام کی فضیلت اور مذاہب پر تو اس معاملہ مین بھی ایسی ثابت ہے جیسے اور معاملات مین وید بھی غلامی کے صریحی الفاظ مین اجازت دے رہا ہے پھر اسلام پر کیا اعتراض ہے وہ جو شودر خرید کیا گیا ہو اوس سے داس (غلام) کا کام کرانا چاہیے (منو ۸/۴۱۳) کیونکہ برہمن کا داس کرم کیواسطے سری برہما جی نے شودر کو پیدا کیا ہے۔ (۱) دھوجاہرت (جسکو میدان جنگ سے فتح کرکے لائے) (۲) بھگت داس (جو روٹی کی خاطر غلامی کا کام کرنا منظور کرے) (۳) گرہن داسی (جو کسی قصور کی سزا کے عیوض غلامی کا کام کرنا منظور کرے) سے پیدا ہو (۴) مول لیا ہو (۵) دان مین ملا ہو (۶) بزرگون سے چلا آتا ہو (۷) ڈنڈ داس (جرمانہ کے عوض جنکی غلامی قبول کی ہو) یہ ساتون بھی داس (غلام) ہی ہین (منو ۸/۴۱۵) زوجہ و فرزند و داس (غلام) یہ تینون بے زر ہین اور اگر دولت کو فراہم کرین تو جس کے یہ تینون ہین اوسی کی دولت ہے (منو ۸/۴۱۶) اس آخری حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلام اپنے پیدا کردہ مال کا بھی مالک نہین ہے۔

حدو قصاص

حدو قصاص - یہ ایک شاخ سیاست مدن کی ہے شریعت اسلام مین سب سے زیادہ مدار نظام عدل پر ہے اور تاکید در تاکید ہے عدالت کی پابندیکی -

واضح رہے کہ حکمت اخلاق عمل ہے غالبًا پس اسمین زبانی جمع خرچ کا زیادہ مصرف نہین جو کچھ ہے بابتٔ عمل درآمد مین پس اوسمین ایسا پابند ہونا کہ کبھی خواب مین بھی بے انصافی نہ کرے اور سوتے جاگتے اوسے اپنا اوڑھنا بچھونا کرے اور جہان ایسے گرو نکا اخلاق نے ڈھب ڈال لیا ہوا ور رحم بیٹھا اور ذاتی شرافت سے اونکا حمایتی بن گیا اور ہر دفع اونپر ہٹ کرنے کا ڈھب پڑ گیا تو آسمانی مدد کا فیضان اپنے ذاتی قطعی تجربون سے معلوم ہونے لگتا ہے اور ایک نئی طرحکا خدا داد جذبہ ہوجاتا ہے کہ کبھی وہ بہ تکلف بنانے سے نہین بن سکتا اور بے تکلف جب حاصل ہوتا ہے تو دشمن تک پر اوسکا اثر ظاہر ہوتا ہے اور ہوتے ہوتے خدا کے جلال سے لبالب اُسکا بدن بھر جاتا ہے اور بے ساختہ چھلکنے لگتا ہے اور یہ شخص اوسوقت مظہر انصاف ہوجاتا ہے اور تسخیر حق مین ہوتا ہے کہ وہی اس سے کام لیتا ہے اور یہ ہیئت مجموعی گویا ایک آلہ حق کا ہوجاتا ہے اور زبان اوسکی ترجمان حق ہوتی ہے اور نمونہ اوس روحانیت وحقانیت کی - اور چاشنی اوس کی پانے لگتا ہے کہ جو پیمبرون اور اماموں مین تھی - اور انصاف قریب و ہمسایہ ہے خوف خدا کا اسلیے کہ انصاف رفیق ہے ترک ظلم کا اور ظلم مین ڈر ہے خدا کے عدل و مواخذہ کا پس یہ ڈر باعث ہوگا ترک ظلم کا جو مستلزم ہے عدل کا

بندہ کا انصاف اور اوسکا ترک ظلم ہمسایہ ہوے اور ظلم اوسکا علت عدل خدا
کی اور عدم ظلم عدم عدل کی کہ جو مستلزم رحم و انعام ہے خدا کے مبدا فیض ہونے
کی وجہ سے پس ترک ظلم اور ظلم بندہ اور عدل اور ترک عدل خدا بلکہ عدل و ظلم
بندہ و رحم عدل خدا گویا کہ اربعہ متناسبہ ہوے ۔ پس جبکہ عدل عمدہ صفت ہے
اخلاق کی اور مذہب اسلام مین اسکی تاکید در تاکید ہے تو یہ مقتضاے عدل و
انصاف حد و قصاص کا جاری کرنا ہے ۔ اور یہ کہنا کہ خونریزی صلاح عام کے
خلاف ہے جسقدر زیادہ ہو اور جتنی کم ہو وہی صلاح کے موافق تر پس ایک کی
تو جان گئی دوسری جان کا مارنا زیادہ تر صلاح عام کے خلاف تھا ۔

جواب اسکا یہ ہے کہ چونکہ یہ مقدمہ ہے صلاح نوعی کا تو اس لیے بمجبوری قصاص
قرار دیا گیا ہے ۔ لیکن جب تک بچ سکے اور فوت غرض نہ ہو تو بچانے کا پہلو صلاح
نوعی کی راہ سے مقدم ہوگا اسوجہ سے حکمت ناموس نے قاعدہ دیت اور عفو کا
مستثنی کر لیا ہے کیونکہ خالی عفو تو فرض نادر ہے پس اوس سے اصلی حکمت قصاص
باطل نہین ہو سکتی اور دیت مین باوجود ندرت و زحمت معتدبہ کہ جو کفایت
عبرت کے لیے کرتی ہے جان بخشی صلاح عام ہے پس بلاشبہہ اصول حکمت کی راہ سے
یہ تعلیم صحیح ہے ۔ اور حصر قیاس ہے مین جیسا کہ عمل درآمد بعض حکماے خلاف اصول
حکمت ہے اور کیسی عدالت کی بات ہے کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے
آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان ۔ اور دانت کے
بدلے دانت اور ہر زخم کے بدلے ویسا ہی زخم شریعت مین مقرر ہے اور اس سے
زیادہ اور کیا عین عدالت و انصاف ہے ۔

لیکن حد سرقہ مین یہ شبہہ ہوتا ہے کہ چوری مالی جرم ہے اوسپر ایسی سخت سیر ابدان کی ظلم ہے اور یہ غلط ہے اسلیے کہ اسمین اظہار عظمت کا بدخلقی کی ہے اور عبرت معقود ہے اور ہدایت ہے اسکی کہ چوری بڑی بدخلقی ہے کہ کبھی اوسمین جان جو کم ہوتی ہے مثلاً ایک محتاج جان بلب ہے کہ کچھ اور پیدا نہین کر سکتا اور چور نے دانستہ یا نادانستہ لالچ سے وہ سب مال چرا لیا تو اوس بیچارہ کی تو مرن ہوئی اسلیے پہلے ہی سے کیون اوسکی گنجایش رکھی جاوے اور سخت سزا کہین سہل ہو جاتی ہے شرطو نکی سخت کر دینے سے اور عبرت کی عبرت قایم رہتی ہے اور چند کو سخت سزا ہو کر باقیونکا بالکل پاک رہنا اور اوس بدخلقی کا ناپید ہو جانا بہتر ہے اس سے کہ بہت سی تھوڑی تھوڑی زحمت جھیل جاوین اور وہ بری عادت نہ چھوڑین اور ارادے کامونکے کیسی ہی سخت ہو بعد مشہور کر دینے کے ظلم نہین بلکہ ظالم وہ ہے کہ باوصف اوس سزا کے پھر بھی اوس جرم کا باعث ہو تو خود اوسنے اپنے پاؤن پر کلہاڑی ماری اور بعض فعل بعض وجہون سے ظاہر مین خفیف ہون اور بعض وجہون سے حقیقت مین بہت شدید جیسے حملہ کرنا اور چوٹ مار بیٹھنا کہ پہلے مین فقط ارادہ ہی ہے سرزد کرنیکا نہ یہ کہ کچھ سرزد ہوا مگر امکان ایسی کاری چوٹ کے سرزد ہونیکا جو رکھتا ہے کہ جو مہلک ہو تو وہ سخت تر ہے خود اوچھی چوٹ سے۔ اسیطرح سے چوری زنا کفر وغیرہ جو جڑ ہین بہت سے گناہون کی تو اونمین زیادہ سخت سزائین قرار دینا خصوصاً اس لحاظ سے کہ انہین سہل انگاری نہ کی جاوے عین عقل ہے۔

والحمد للہ علے اتمامہ

و رباعیات
وغیرہ بھی ہین
مصائب الابرار ترجمہ بحار الانوار
درحالات امام حسین عمہ
مصائب الابرار ترجمہ بحار الانوار
درحالات امام حسن
مجالس الابرار ترجمہ بحار الانوار للعہ
درحالات جناب سیدہ
مجموعہ مراثی جناب میر عشق
مرحوم جلد اول ۱۲
ایضاً جلد دوم عہ
دیوان نوحہجات حیدر
مع مناجات جلد اول از
آغا حیدر علی بیگ ۳ر
کلیات مراثی دبیر وسلام
از مرزا سلامت علی صاحب
جلد اول کاغذ سفید توزی عہ
ایضاً جلد دوم ۱۱ر
مجالس مفجعہ (عربی) مصنفہ
جناب آقا میر حامد صاحب قبلہ
علیین مکان اعلی اللہ مقامہ
ہر دو حصہ مصائب۔ عہ
منتخب المصائب المعروف
مجالس حسینیہ نہایت معتبر مع
توثیق جناب آیۃ اللہ فی العالمین
وحجتہ علی العباد مین آقا
السید ناصر حسین صاحب قبلہ ادام اللہ ظلہ ۸ر

مرثیہ ہائے مفصلہ ذیل مصنفہ
شاعر شیرین بیان عمدہ الشعرا حضرت ۴ر
شاعر مسلم جناب سید
مصطفے حسین صاحب شاگرد للعہ
رشید جناب مولوی علی میان
کامل مرحوم ہین مطلع ذیل ۸ر
ہین ہر قوم مین قابل نذر دینا
تقطیع کلان کاغذ سفید عہ
گندہ پر نہایت اہتمام سے
طبع ہوئے ہین اور ہر مرثیہ ۱۲
مین سلام و رباعیات بھی عہ
شریک کر دیئے ہین
"لے کاکلِ قدح لے
وادی مین لگا کے" در حال ۳ر
جناب سید الشہدا علیہ السلام
بند ۱۷۲
"آمد ہے کس دلیر کی دشت عہ
قتال مین" در حال جناب ۱۱ر
عباس علیہ السلام بند ۱۳۳
"پھر جوش پر ہے قلزم طبع
روان مرا" در حال جناب
علی اکبر علیہ السلام بند ۱۶۰ عہ
"یا سبط نبی لطف زبان
دیجئے مجکو" در حال جناب
قاسم علیہ السلام بند ۱۵۹
"دشت آفت مین جمع عاشقو
ہوئی" در حال جناب قاسم

"یا رب ! مجھے الفت خالص
عطا مجھے" در حال حضرت
علی اکبر بند ۱۹۶ ۲ر
"اے قلم تیز ہی وزبان عطا
در حال حضرت امام حسین ۱۳ ۲ر
"گیا رتبہ بازوئے رسول
دوسرا ہی" در حال حضرت
عباس بند ۱۷۲ ۲ر
سواد غم مجموعہ نوحہجات
جناب مولوی سید علی میان
کامل مرحوم مع توثیق حضرت
صدر المحققین آقا السید ناصر حسین
صاحب قبلہ مد ظلہم العالی ۸ر
مجموعہ نوحہجات جناب
باقر علیخان عزت نواب
صاحب مشتاق مرحوم ۲ر
مجموعہ نوحہجات جناب نواب
سید محمد حسین خان مرحوم ۲ر
گنجینہ عزا نوحہجات مشتری مرحوم ۲ر
بیاض نوحہجات جناب
سید بہادر علیخان صاحب نجم
عروج غم نوحہجات جناب ۲ر
نواب میر اصغر حسین صاحب
فاخر مرحوم
محشر ماتم مجموعہ نوحہجات و ۲ر
ماتم وغیرہ
فرد غم مجموعہ نوحہجات جناب ۲ر

نواب محسن علی خان صاحب
خان بہادر ۱ر
ذخیرہ ماتم ۲ر ۳ر
افزود غم مجموعہ نوحہجات
جناب سید فرزند حسین صاحب ۱ر
ذاکر اسمین ماتم بھی بیج ہین ۲ر
ترجمہ جلاء العیون اردو کامل ۱ے
روضۃ الصادقین اردو ۲ر
مصنفہ جناب حکیم مولوی
سید ظفر مہدی صاحب مرحوم
جلد اول ۱ے
ایضاً جلد دوم اسمین جناب
مصنف نے نہایت ۸ر
معتبر کتب سے حدیث نور کو
جمع کیا ہو اور اول ظہور
نور جناب رسالتمآب و جناب
وزارت مآب سے حضرت امام
جناب ختمی مرتبت تک کے ۳ر
واقعات کو رقم فرمایا ہے ۱ر

المشتہر
دارو غہ
سید محمد
مالک تصویر
عالم پریس لکھنو

بشارت

حضرات، جس گوہر بے بہا کی دید کا اشتیاق عرصہ دراز سے ہماری قدردان قوم کو تھا یعنی کتاب مستطاب حمایۃ الاسلام، اُس دُرنایاب کا پہلا حصہ تمام ہو کر طبع ہو گیا ہے یہ کتاب اپنی طرز تحریر مین خود اپنی نظیر ہے فلسفۂ جدیدہ سے حضرات علامہ نے اُن شبہات کا کافی جواب تحریر فرمادیا ہے جو مذہب اسلام پر مخالفین اسلام کے ہاتھ سے وارد ہوتے تھے اور خوبی یہ کہ کسی مذہب پر اشارہ یا تصریح سے کوئی طعن و تشنیع نہین جسکی سلاست وبلاغت و حسن بیان ملاحظہ کتاب سے واضح ہو گی۔

پہلی جلد کی قیمت علاوہ محصول ڈاک مبلغ یکروپیہ ہے۔ جن حضرات کو مطلوب ہو بارسال قیمت یا بذریعہ وی پی ذیل کے پتہ سے طلب فرماوین۔

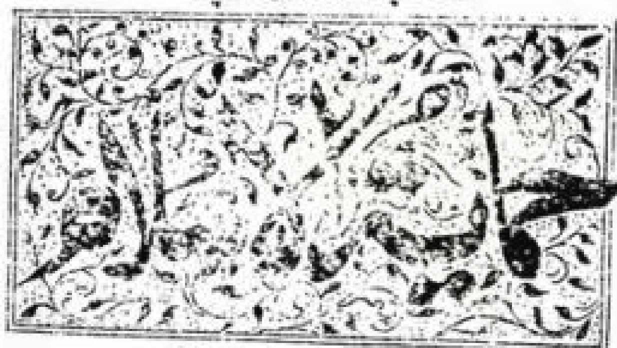
اس کتاب کی دوسری جلد تمام و کمال موجود ہے حامیان قوم و ہمدردان اسلام کی توجہ درکار ہے ایک باہمت رئیس کی اعانت و امداد سے انشاءاللہ یہ بیڑا بھی پار ہے۔ ہمارے گذارش کی ضرورت نہ تھی اس پہلے حصے کو آپ خود ملاحظہ فرما کر اس امر کا اندازہ فرماوین کہ اسلام کو ایسی کتابون کی کسقدر ضرورت ہے دوسو درخواستو نپر دوسرا حصہ بھی طبع ہونا شروع ہوگا۔ قیمت پیشگی جلد دوم علاوہ محصول ڈاک عہ مابعد عہر۔

آپکی توجہ کا منتظر سید رضی

لکھنؤ ڈیوڑھی آغا میر کوٹھی تحسین

اِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الاسلام

کتاب مستطاب



جلد دوم

مصنفۂ عالم جلیل فاضل نبیل عمدۃ المحققین فخر المتکلمین افضل الحکماء والمتالہین
معین العلماء مولانا السید احمد صاحب قبلہ مجتہد العصر خلف ارشد حضرت
شمس العلماء مولانا السید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر طاب ثراہ بحسن
اہتمام حقیر سراپا التقصیر سید مجتبیٰ حسن مجتبیٰ نیجر ابن جناب سید
محمد صاحب داروغہ سرکار شریعت مدار رضوان مکان آقا سید ابو الحسن صاحب
قبلہ عرف سید بچھن صاحب اعلی اللہ مقامہ مالک مطبع در

جلد زرشناسۃ بنام
سید محمد شاد علی و سید امداد علی تاجران کتب

علما الزام سے سبکدوشی

ہر چہار جانب پکار مچی ہے کہ علما ضرورت زمانہ سے ناواقف ہین۔ علما رسمی پرانی لکیر کے فقیر ہین اسلام پر فلسفہ جدیدہ جو اعتراض ہو رہے ہین علما انکے جواب کیواسطے آمادہ نہین ہین الحمد للہ کہ کتاب مستطاب **حمایت الاسلام** مصنفہ سعید العلماء علامہ ہندی آقا **السید احمد مجتہد العصر مدظلہ** نے علماء کو اس بار الزام سے سبکدوش کر دیا ہے۔ اس کتاب کی نسبت جو کچھ حضرات علما اہلسنت و علمائے اہل تشیع اور نیز علمی اڈیٹران اخبارات نے اپنی رایون کا اظہار فرمایا ہے انمین سے چند انتخابات ذیل مین ہم درج کرتے ہین جس سے اس کتاب کی جلالت کا اندازہ ہو سکتا ہے یہ کتاب جس بے سروسامانی مین تصنیف ہوئی ہے اسکو ہم خوب جانتے ہین اور خداوند کریم جو عالم الخفیات ہے وہ واقف ہے کہنے سے کیا فائدہ ہے۔ لیکن قوم کی توجہ اور مذہبی دلچسپی کا اب ذرا اندازہ فرمایئے سنہ ۱۹۰۰ء مین یہ کتاب تصنیف ہوئی ہزارون اشتہارات ہم نے دیے اخبارون مین اشاعت کی زبانی قوم سے فریاد کی کسی نے نہ سنا دو جلدون کی اشاعت کامل گیارہ سال مین ہوئی جو جو اسکی اشاعت مین ہم نے زحمتین اٹھائین ہمارا ہی دل جانتا ہے قطرہ قطرہ کر کے اس تالاب کو بھرا پہلی جلد کی قیمت سے اس دوسری جلد کی اشاعت کا قصد تھا لیکن قوم کی توجہ ایسی کہ گیارہ سال گذر گئے اور اب بھی نوبت اس جلد دوم کی اشاعت کی نہ آتی اگر حامی دین مبین سرکار آنریبل **نواب فتح علیخان صاحب** کا مبلغ **ایکسو روپیہ** کا عطیہ نہ ہوتا خداوند کریم سرکار موصوف کو با اقبال رکھے اور تائید اسلام کی توفیق عطا کرے۔ کہا جاتا ہے کہ علما ضرورت زمانہ سے ناواقف ہین۔ آپ ہی انصاف کرین علما بے دست و پا بے معین و مددگار کے کیا کرین تصنیف کرین تالیف کرین خود ہی اشاعت کا بار بھی اٹھاوین کھانے کو میسر نہین قلم و کاغذ تک کا سہارا نہین اشاعت کرین تو کہانسے یہ کام روسا و امرا کا تھا کہ علما کا ہاتھ بٹاتے اور الزام علما پر یہ بھی [illegible] کی نشانی ہے۔ خدا خدا کر کے چھ سو کاپی جلد دوم کی چھپی ہے جو ہر فرقہ اسلام کے واعظ و مدرس و مشنری کو صرف **دو آنہ کے ٹکٹ** آنے پر ہدیۃً روانہ ہوگی۔ اب دیکھین اسلام کے شیدائی اور زمانہ شناس حضرات کتنے اڈیشن اس کتاب کے دونون جلدون کے طبع کرا کے نذر قوم کرتے ہین۔ جس سے اسلامی دلچسپی کا حال کھل جاویگا پہلے حصہ کی تھوڑی سی جلدین ہمارے پاس باقی ہین جو گیارہ آنہ مع محصول ڈاک قیمت پر روانہ ہونگی اور ساتھ ہی اسکے دوسرا حصہ مفت نذر ہوگا۔ آپ خیال کرینگے کہ پہلی جلد کی قیمت سے اپنا بھلا مقصود ہے نہین حضرات نہ یہ کتاب تجارت کی غرض سے چھپی ہے اور نہ نفع مقصود ہے بلکہ ایک بہت بڑا مژدہ سناتے ہین۔

ان کتاب حمایت الاسلام کے مصنف مدظلہ نے اپنی اسی فاقہ کشی و کس مپرسی کی حالت مین کتاب **فلسفۃ الاسلام** کی تالیف ایک عرصہ سے شروع کر دی تھی جسکے حوالے آپ حمایت الاسلام مین جابجا پڑھینگے اس کتاب مین ہر علم پر فلسفۂ اسلام سے بحث کی ہے چنانچہ حسب ذیل جلدین تیار موجود ہین۔

(۱) مایعلم الاجسام۔ یعنی عام اجسام کے صفات و خواص اور انکے تغیر (۲) اسلامی کیمسٹری (۳) اسلامی علم ہیئت (۴) کتاب توحید۔ (۵) کتاب عدل۔ (۶) کتاب نبوت۔ اور حسب ذیل کتابون کی تصنیف کا سلسلہ جاری ہے

(۱) اسلامی جیالوجی۔ (۲) اسلامی فیسولوجی۔ (۳) اسلامی فزیالوجی۔ (۴) اسلامی علم طبیعیات (۵) اسلامی علم نباتات۔ (۶) اسلامی اناٹمی۔ (۷) کتاب امامت۔ (۸) کتاب معاد۔ کتاب فلسفۃ الاسلام مین علوم مذکورہ پر اسلامی تعلیمون پر فلسفہ جدیدہ سے بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی ان علوم کے اصول کو مفصل اردو کی شستہ زبان مین مدون کر دیا ہے تاکہ علوم مغربیہ سے ہمارے طلبا بخوبی مطلع ہو جاوین اور انکی تردید یا تائید مین تصانیف کا سلسلہ جاری رکھین۔ حضرات ایسا مہتم بالشان کام اور امر عظیم کیا ایک شخص کی کوشش سے انجام پا سکتا تھا۔؟ ہرگز نہین ہم تو اسکو تائید غیبی کہینگے۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔ اسلام کے فدائیو اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگانے والو چلو ہوشیار ہو اور اس امر اہم مین دامے درمے قدمے سخنے مدد کرو جو جلدین چھپ نہین ہوئی ہین انکے موانع کو جناب مصنف مدظلہ سے دریافت کر کے رفع کرنے کی کوشش کرو۔ عرصہ سے اخبارات لیکچرون مین برابر اس ضرورت کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

شرع لکم من الدین ما وصی بہ ابراہیم

فقہین مختلف زمانون مین مختلف قومون مین جاری رہی ہین اُن سب مین اسلامی علم فقہ
بیشک معزز و ممتاز رہے گا بسبب اُن حالات کا لحاظ کیا جاتا ہے جن حالات مین اسلامی علم فقہ پیدا ہوا اور
یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کیسی کیسی دقتیں ابتدا مین اسکو پیش آئین اور جسوقت قوم مین اسکی تکمیل ہوئی
وہ قوم کیسی تنزل کی حالت مین تھی تو اس علم کی نسبت یہ سمجھ سکتے ہین کہ ایک نہایت عظیم الشان ایجاد ہے
لہذا وہ سلسلہ تو ہیں جسکے بانی پیغمبر اسلام ہوئے ایک خاص جلوہ اُن ارباب بصیرت و اہل جرئت کی
نظر مین رکھتا ہے جنکو انسان کی ترقی مین جو قوانین تمدن سے ثابت ہوتا ہے فکر و غور کرنے کا شوق و
ذوق ہے - قوانین اسلام بعض وجوہ و اعتبارات ضروری سے اُن رسوم و قوانین سے مشابہت رکھتے
ہین جو زمانہ جاہلیت مین یعنے قبل ظہور اسلام عرب مین جاری تھے اُس مشابہت کو غور و تامل سے دیکھنا
چاہیے کیونکہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم حالت تمدن مین جنکو اہل اسلام طعن کی راہ سے ایام جاہلیت
کہتے ہین اور اس اصلاح یافتہ نظام تمدن مین جو اسلام سے پیدا ہوا کن کن باتون مین الحاق و اتصال
رہا - اسی مشابہت نے بعض نکتہ چینان شرع کو اسپر آمادہ کیا ہے کہ اُنھون نے شارع اسلام کو العیاذ
اللہ سرقہ سے متہم کیا ہے مگر انصاف پسند نظرون مین یہ تہمت اُس غلط خیال پر مبنی ہے جو عرب کے
نظام تمدن کی نسبت جس حیثیت سے وہ اُس زمانہ مین موجود تھا ان مخالفین اسلام کے دل مین سمایا ہوا ہے

جس زمانہ مین قوانین اسلامیہ شائع ہوئے اُس زمانہ مین منجملہ اور قومون کے جو جزیرہ نمائے عرب مین بود و باش رکھتے تھے صرف ایک قوم یہود معین و منضبط آئین و قوانین رکھتے تھے اور یہود کے قوی اور مضبوط گروہ بت پرستان عرب کے بیچ مین رہتے تھے گر اپنے خاص قوانین کے پابند تھے۔ خدا معلوم کتنے عرصے سے عرب اور یہود مین تعلق تام چلا آتا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ دونون قومین ایک ہی نسل سے تھین اور ایک ہی جد اعلےٰ (حضرت ابراہیمؑ) کی ذریات تھین اسوجہ سے اکثر یہود کے خیالات عرب کے رسوم و عادات مین شامل تھے علی الخصوص خانگی تعلقات مین یہود کے خیالات کا نہایت قوی اثر عرب پر ہوا تھا۔ پیغمبر اسلام نے مدت العمر یہی کوشش کی کہ ایک پاک اور پاکیزہ دین اور ایک صالح و لطیف نظام تمدن یعنی اُمت مین جاری کرین مگر تمدنی ضرورتون اور ترقی انسان کے لوازم سے ایسی چشم پوشی نہین کی کہ اُس زمانہ مین جو آئین و قوانین موجود تھے اُن سب کو باطل کر دیتے کیونکہ اگر شارع اسلام ایسا کر دیتے تو سخت پریشانی اور بد انتظامی و ابتری ہو جاتی شارع اسلام نے اُن رسوم و قوانین قدیم کو اصلاح پذیر سمجھکر اپنی شریعت مین جاری رکھا مگر اُنمین ایسی اصلاحین کر دین کہ ایک ترقی پذیر نظام تمدن کے موافق و مناسب اُنکو کر دیا اور جو رسوم و آئین بالکل عقل انسانی کے خلاف اور تمدن کے مضر تھے اُنکو قطعی منع و حرام کر دیا قانون اسلام کا بڑا ماخذ قرآن مجید ہے اس کتاب مقدس مین وہ اصول ضروریہ موجود ہین جنپر مختلف تعلقات بشری کا انتظام موقوف ہے۔ یعنے احکام دین اور قوانین دیوانی و فوجداری جنپر مجموعۂ اسلام کا وجود و بقا موقوف ہے سب اس کتاب مین موجود ہے بلکہ علم سیاست مدن اور اصول تمدن کا مادہ بھی اسمین موجود ہے۔ اکثر مسائل اعتقادی و شرعی جنکی تصریح قرآن مجید مین نہین ہے اُنکا استنباط احادیث نبویہ اور سیرت مصطفویہ سے کیا گیا ہے احادیث سے مراد اقوال پیغمبر ہین جو وقتاً فوقتاً آپ نے فرمائے تھے اور سیرت سے مراد افعال پیغمبر ہین جنکی سند رواۃ ثقات کے ذریعے پہونچی ہے شیعہ لوگ اُن احادیث کو جو جناب علی بن ابیطالبؑ اور اُنکی آل یا اُنسے منقول نہون جنھون نے پیغمبر کو دیکھا تھا اور اُنکے ساتھ معاشرت کی تھی اُن کو باطل سمجھتے ہین۔ اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اقوال نبیؐ یعنے احادیث فی نفسہ احکام قرآنی کے تابع ہین اور احادیث کی پابندی اُسی قدر فرض ہے جسقدر وہ احکام قرآنی کے موافق ہین لہذا جو روایات نصوص قرآنی کے خلاف ہین وہ ناقابل عمل ہین جرح روایات چند اصول مسلمہ کے موافق کیا جاتا ہے جو قواعد منطقی اور اصول واقعی پر مبنی ہین۔ اخباری فرقہ احادیث و اخبار مین جرح و تاویل کو حرام سمجھتا ہے بخلاف اصولیون کے جو اپنے اصول مقررہ اجتہادیہ کے ذریعے اخبار و احادیث کو قابل جرح و تاویل

سمجھتے ہین اور یہ اصول اجتہادیہ بھی وقتاً فوقتاً حسب مصلحت وقت تغیر پذیر ہوتے رہتے ہین۔
حضرات اہلسنت کے مذاہب مین اجتہاد تیسری صدی ہجری سے موقوف ہوگیا ہی بخلاف شیعون کے
انکے یہان اجتہاد واجب کفائی ہے یعنے ہر عہد مین بعض لوگون پر اجتہاد واجب ہوتا ہے جو کہ
بعض کے مجتہد ہوجانے سے اورون پر سے ساقط ہوجاتا ہے جسکی وجہ سے ہر زمانہ مین کم از کم ایک
مجتہد ہونا ضروری ہے جو احکام الٰہی کا استخراج و استنباط قرآن مجید و احادیث نبویہ سے ہمیشہ کرتا رہے تاکہ
جس سے تمدنی ترقی و تہذیب اخلاق کی ترقی مسدود و محدود نہ رہنے پاوے نفس ناطقہ اور عقل انسانی
معطل نہونے پاوے اور ہمیشہ ترقی و بہبودی ہوتی رہے۔
شیعون کی فقہ از روئے تواریخ اسلامی فرقون مین سب سے مقدم ہے۔ اسواسطیکہ حضرات اہلسنت
مین سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تھے جنکی ولادت سنہ ۸۰ ہجری مین ہوئی تھی بانیے
فقہ حنفیہ تھے۔ باقی تین امام امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل یہ سب بعد ہوئے تھے۔
شیعون کی فقہ اُن احادیث و اخبار کا مجموعہ ہے جن احکام کی توضیح و تشریح فلاسفہ خاندان رسالت
و فقہائے اہلبیت نے فرمائی ہے جسکی بنا ر نظام عدل پر رکھی گئی ہے اور انسان کے تمام افعال کو عقل
سلیم کے موافق رکھا ہے احکام الٰہی جو انسان کے افعال سے متعلق ہین وہ کمال شخصی اور کمالات
نوعی کے نتائج ہین اور اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید جو تنبیہ دم سے کیا گیا ہے ہمیشہ انسان کی ترقی کے
موافق و مؤید رہا ہے اور احکام شرع کی بنا بھی حسن و قبح عقلی پر اُسی طرح سے ہے جیسے اصول عقاید
کی۔ چنانچہ حصہ اول حمایة الاسلام ملاحظہ کرنے والون پر امر بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ شریعت کا کوئی
حکم خلاف عقل نہین ہے اور اسی ضرورت کے پورا کرنے کے واسطے یہ دوسرا حصہ کتاب حمایت الاسلام
کا پیش کیا جاتا ہے جسپر نظر کرنے سے ہر منصف مزاج اس بات کا قطعی فیصلہ کرسکتا ہے کہ اسلام نے
معاملات و اصول تمدن مین بھی اعلیٰ پالسی کو کام فرمایا ہے فقط

وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم
ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم

شریعت اسلام مین نکاح ایک معاہدہ ہی اُسکا جواز متناکحین کے ایجاب و قبول پر موقوف ہے اُس کے
جواز کو کسی رسم کا ادا کرنا لازم نہین ہے نہ گواہون کے موجود ہونے پر اُسکی حلت موقوف ہے نزد امامیہ
معاہدہ نکاح مثل دیگر معاہدات کے ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے ایک معمولی قسم کی شراکت کے
مشابہ ہے طرفین کے حقوق شخصی ایک دوسرے کے مقابل اور غیرون کے مقابل بھی بدستور قائم رہتے ہین

اور طرفین کو فسخ نکاح کا اختیار رہے اگر حالات اسی کے مقتضی ہون۔

بیلی صاحب کہتے ہین "اور معاہدات کیطرح نکاح بھی ایجاب وقبول کا نام ہے مگر نکاح سے کوئی حق شوہر وزوجہ کو ایک دوسرے کی جائداد پر نہین حاصل ہوجاتا۔

اور زوجہ کی حیثیت شرعی شوہر کے ساتھ خلط نہین کردیگئی ہے بلکہ زوجہ کو ایسے اختیارات حاصل رہتے ہین کہ گویا اُسکا نکاح ابتک نہین ہوا ہے یعنے جس طرح سے چاہے اپنے مال کو صرف کرے جو چاہے اسکو کرے اور تمام معاہدات اُسکی نسبت کرسکتی ہے اور بلا اجازت شوہر دوسرے پر نالش کرسکتی ہے اور وہ اُسپر نالش کرسکتا ہے بلکہ وہ اپنے شوہر پر بوساطت کسے ہین یا ولی کے نالش کرسکتی ہے اور شوہر کسی طرح سے اُسکا ولی شرعی نہین ہے"۔

نکاح کے شرائط اور اُس کے طریقہ اور اُس کے فسخ کرنے کی صورتین بہ حکمت اخلاق کی نظیر ہین۔

(رضامندی)

پہلی اور مقدم شرط نکاح کی ہے کوئی معاہدہ کامل نہین ہوسکتا تاوقتیکہ طرفین اُسکی حقیقت کو سمجھکر اپنی رضامندی نظاہر کرین۔ چونکہ مسلمان عورتین عموماً پردہ مین رہتی ہین اور اپنی شادی کے اُمور مین اپنی خاص مرضی کے عمل مین لانے مین بڑی دقتین اُنکو پیش آتی ہین لہذا شریعت نے وہ اصول تفصیلاً لکھدیے ہین جن سے عورتین نہ صرف اپنے اولیا کی حرص وطمع سے اپنے کو بچا سکتی ہین بلکہ کچھ اختیار اپنے شوہرون کے پسند کرنے کا بھی رکھتی ہین۔ مثلاً جب مرد بالغ یا زن بالغہ کی طرف سے نکاح پڑھا جاوے تو ایسے نکاح کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص اپنی رضامندی ظاہر کرے یا یون کہے کہ جو نکاح بغیر اجازت یا بلا رضامندی ناکح یا منکوحہ کیا گیا ہے وہ باطل ہے چاہے کسی شخص نے وہ نکاح کردیا ہو۔ بالغ ورشید اور صحیح العقل عورت اپنا نکاح کرلینے کی قابلیت مطلقہ رکھتی ہے کسی ولی کی ضرورت نہین ہے۔ نہ کسی وکیل یا درمیانی آدمی کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی رضامندی ظاہر کرے معاہدہ نکاح مین زن بالغہ وصحیح العقل کے کلام کا لحاظ رکھنا ضروری ہے بس وہ صرف اپنا ہی نکاح کرلینے کی مجاز نہین ہے بلکہ دوسرے شخص کی طرف سے بھی وکالتاً ایجاب وقبول کرسکتی ہے لیکن عورت کو مناسب وزیبا یہ ہے کہ اپنے باپ یا دادا کو اجازت دے کہ شرائط نکاح طے کرین اگر اُسکا باپ یا دادا نہ ہو تو بہتر ہے کہ اپنے بھائی کو اپنی طرف سے کارروائی کرنے پر مقرر کرے۔ باکرہ کے نکاح مین اُسکا راضی ہونا اُسکی خاموشی سے

سمجھا جاتا ہے اور اگر باکرہ نہو تو اُس کو اپنے کلام سے رضامندی ظاہر کرنا چاہیے۔

(عدّہ)

جو عورت کسی مرد کے عدہ مین ہو خواہ عدہ طلاق ہو یا عدہ وفات ایسی عورت سے نکاح جائز نہین ہے۔ عدہ کے حکم کی علت یہ ہے کہ شارع اسلام کو اولاد کے حلالی قرار پانے کی فکر تھی اور نکاح یا نکاح مشکوک سے جو اولاد پیدا ہو اُسکو حرامی بنا دینے سے نفرت کلی تھی۔
جو عورت اپنے شوہر سے جدا ہو گئی ہو یا بیوہ ہو اُس کو ایک مدت معینہ تک دوسرا عقد کرنا شرعاً حرام ہے تا وقتیکہ یہ یقین نہو جاوے کہ یہ عورت حاملہ ہے یا نہین۔
بیوہ کا عدہ چار مہینہ دس دن ہے اور مطلقہ کا عدہ تین مہینہ ہین دس کا منشاء یہ ہے کہ اولاد کی نسبت مین فتور نہین ہو سکتا۔

(نکاح مطلقہ بائنہ)

شارع مقدس نے مطلقہ بائنہ سے عقد کرنے کی بھی ممانعت کی ہے زمانہ جاہلیت مین یعنے قبل بعثت پیغمبر اسلام مشرکین عرب مین دستور تھا کہ عورتون کو متواتر طلاق دیکر اُن سے دوبارہ نکاح کر لیا کرتے تھے جس سے اخلاق عامہ مین فتور واقع ہوتا تھا لہذا شارع اسلام نے ایسا نکاح حرام کر دیا جو تین طلاقون کے بعد ہو۔
مجنون اور کمسن اور بیہوش اور عالم نشہ مین بھی نکاح صحیح نہین ہے۔ اسلیے اصل اصول نکاح مین سلامتی عقل ہے۔ اور مذکورہ لوگ عقل سے خارج ہوتے ہین اور اپنے نفع و نقصان کو نہین سمجھ سکتے ہین۔ ہان مجنون و کم عقل و کم سن کا عقد اُسکا باپ یا قائم مقام باپ کا کر سکتا ہے بشرطیکہ نیک نیتی سے ہوا ور کوئی بات مضر نہو۔ مثلاً غیر کفو سے نکاح کر دینا یا فریب سے مہر کا زیادہ یا کم بندھوانا یا مرض لاعلاج کی حالت مین نکاح کرنا پس جن چیزون سے ان لوگون کے حق مین مضر ہو ایسے نکاح کو دوسرے اولیاء فسخ کر سکتے ہین یا بعد صحت مجنون فسخ کر سکتا ہے اسیطرح سے نابالغ بعد بلوغ۔

(کفو)

شارع اسلام نے بے تکے اور بے میل شادیون کو بھی ناپسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عورتون کا

نکاح غیر کفو سے نکرنا چاہیے جسکا مطلب یہ ہی کہ زن و مرد ہم مذہب ہون اور مرد عورت کے تکفل کا مقدور رکھتا ہو بلا لحاظ قوم و درجے کے اس لیے کہ سب مسلمان برابر ہین ذات کا کوئی لحاظ شریعت مین نہین ہے۔

(مہر)

اسلام مین جواز نکاح موقوف ہے اس بات پر کہ شوہر کچھ معاوضہ زوجہ کو اُسکے استعمال اور فائدہ کے لیے دینے کو بھی اس معاوضہ کو مہر یا صداق کہتے ہین۔ سائیر صاحب لکھتے ہین کہ زمان سلف مین بھی شوہر زوجہ کے لیے ذریعہ معاش مہیا کردیتا تھا اس سے یہی مقصود تھا کہ عورت اپنے شوہر کے اختیار طلاق کی خودسرانہ اور بلا قید عمل مین لائے جانے سے محفوظ رہے۔ یہود کے مذہب مین تاکید تھی کہ دین مہر قبل تزویج معین کردیا جاوے اور بے تعیین مہر نکاح ناجائز تھا۔ مگر یہود مین جو مہر زوجہ کا مقرر تھا وہ اُس کے خاص استعمال اور فائدہ کے لیے کبھی نہ دیا جاتا تھا بلکہ اُسکو کوئی حق مہر پر حاصل نہ تھا تا وقتیکہ فسخ نکاح خواہ بسبب انتقال شوہر خواہ بوجہ طلاق نہ ہوجاوے۔ البتہ فسخ نکاح کی صورت مین زوجہ کا مہر اُسکو دیدیا جاتا تھا پھر اُسکو اختیار تھا کہ اس مہر کو جو چاہے کرے۔ رومیون مین بھی مہر کا رواج ہے لیکن اُنکے یہان بھی مہر اختیاری ہی یعنے اُسکا ادا کرنا شوہر کے اختیار مین ہی مسلمانونکی شریعت نے مہر کے بارے مین بھی بہت اصلاح کی ہے۔

مسلمانون کا مہر بالکل اضطراری ہے یعنے شوہر اُس کے ادا کرنے مین شرعاً مجبور ہے مہر شوہر کے تمام دیون پر مقدم ہے شوہر اُسکا قرضدار سمجھا جاتا ہے۔ مہر جز نکاح ہے جسکا اگر بوقت نکاح ذکر نکیا جاوے تب بھی مہر المثل شوہر کے ذمہ عائد ہوجاویگا جب مہر کا حق زوجہ کو ایک مرتبہ حاصل ہوجاوے تو پھر وہ اُس کے کسی فعل سے سلب یا زائل نہین ہوجاتا مگر یہ کہ زوجہ خود معاف کردے اور دست بردار ہوجاوے۔ عورت اپنے شوہر کو قتل کرڈالے یا خودکشی کرلے یا مرد اُسکو قتل کرڈالے ہر حال مین اسکا مہر واجب الادا ہے۔

مہر موجل کی نسبت عورت کو اختیار ہے جس شخص کو چاہے سپرد کردے زوجہ اپنے مہر کو شوہر کے تئین یا شخص غیر کو ہبہ کرسکتی ہے۔

گو یہودیون مین مہر کا دستور جاری تھا تاہم اکثر ہوتا تھا کہ شوہر اپنی زوجہ کا سب مال اسباب چھین کر اُس بیچاری کو فقیر و محتاج کردیتا تھا اس ظلم و ناانصافی کی ممانعت قطعی قرآن مجید مین ہوگئی ہے اور عربونسے

کہدیا گیا ہے۔ وہ تمھارے لیے حلال نہین ہے کہ جو تم نے اُنکو دیا ہے اُسکو پھیر لو (سورۂ بقر آیت ۲۲۹)
قبائل یہود عرب مین یہ دستور تھا کہ زوجہ کا مہر اور جہیز جو وہ لاتی تھی اپنے گھر سے یہ دونون تا زمان فسخ
نکاح شوہر کے قبضہ مین رہتے تھے معاملہ نکاح مین شرع محمدی مین عرب کا وہ دستور اختیار کیا گیا ہے
جو زیادہ تر منصفانہ وفیاضانہ تھا از روئے شرع محمدی شوہر و زوجہ ایک دوسرے کے مال مین
مشارکت نہین رکھتے تھے بلکہ زوجہ اپنی ذاتی جائداد اور جو کچھ شوہر اُسکے مہر مین دیدے اُس کی
بالکل مالک و مختار ہے۔ اور جبتک شوہر و زوجہ زندہ ہین اُسوقت تک اُنکو اختیار ہے جب چاہین
شرائط نکاح کو بدل سکتے ہین اور زوجہ کو کل مہر معاف کردینے یا کم کردینے کا اختیار ہے۔

(محرم عورتین)

شریعت اسلام مین قابلیت تزویج کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ باہم ایسی قرابت نہ رکھتے ہون کہ انکی
مناکحت باہم حرام ہو قانون انگلستان اور قانون فرانس مین بھی بعض اقربا سے شادی کرنا ممنوع ہے۔
سن ڈی پرسول صاحب نے اپنی تاریخ عرب صفحہ ۳۵۱ مین لکھا ہے کہ وہ اگلے زمانہ مین عرب سوتیلی
مان اور ساس کا نکاح سوتیلے بیٹے اور داماد کیساتھ جائز جانتے تھے قرآن مجید مین اس رسم قبیح کی قطعی
ممانعت کردی ہے اور فرمایا ہے کہ نہ نکاح کرو اُن عورتون سے جنسے تمھارے باپ نے نکاح
کیا ہو مگر وہ بات جو سابق زمانہ مین ہوچکی تحقیقکہ وہ بیحیائی اور برائی اور بدکرداری تھی (سورہ
آل عمران آیت ۲۶) اسکے بعد محرمات شرعیہ کی تشریح کردی گئی ہے کہ حرام کردیگئین تمپر تمھاری مائین
اور تمھاری بیٹیان اور تمھاری بہنین اور تمھاری پھوپھیان اور تمھاری خالائین اور تمھاری بھتیجیان
اور تمھاری بھانجیان اور تمھاری دودھ مائین اور تمھاری دودھ شریک بہنین اور تمھاری ساسین
اور تمھاری بے پالک لڑکیان جو تمھاری اُن بیبیون کی گود مین ہون جو تمھاری مدخولہ ہون پس اگر تمنے
انکے دخول نہ کیا ہو تو کچھ قباحت تمھارے واسطے نہین ہے اور منکوحہ بیبیان تمھاری اُن بیٹون
کی جو تمھارے صلب سے ہون اور یہ کہ تم دو بہنون سے ایک ہی وقت مین نکاح کرو مگر وہ بات
جو سابق مین گذر چکی۔ ہے تحقیقکہ خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور شوہردار عورتین مگر جسپر
تمھارے داہنے ہاتھ قابض ہون یعنے لونڈیان (سورۂ آل عمران آیت ۲۷) مصلحت حرمت نکاح
کلانسے ظاہر ہے کہ نکاح مین اگر عقلی نتیجہ ملحوظ نہ ہو تو خواہش کے صیغہ مین داخل ہو کر حیوانی فعلون
مین جا رہتا ہے پس انسانی نکاح کا مدار مصلحت عقلی پر ہے۔ مصلحت عقلی نکاح مین توالد و تناسل ہے

جو کہ مقتضی طبیعت کلی در صلاح نظام عام نوعی کا ہے۔ دوسرے انتظام معاشرت باہمی در توالد
مین یہ عزیز شریک ہین پس تداخل ضرور موجب قلت نوع اور تحصیل حاصل اور کمی آبادی کا ہوگا۔
اور ظلم و انتظام کیطرف راجع ہوگا۔ اور اُنکی اعانت باہمی کے لیے نفع میراث کافی ہی پس سبب
زوجیت کا استحقاق اُنکے سوا غیر و نکو ہوگا تاکہ تحصیل حاصل ہو جیسا کہ غیر محجوبون مین ارث کے۔ نہ ظلم
جیسا کہ محجوبون مین۔ خلاصہ یہ کہ ان عزیزون کے ساتھ نکاح کئی وجہون سے حرام ہے۔
مقتضی صلاح عام۔ و طبیعت کلی اور موافق عقل ہے نہ تداخل نسب و سبب بلکہ یہ مصلحت ناشی ہے
کثرت افراد انسانی سے۔
اور اگر قلت کے زمانہ مین اجازت ہو اس مصلحت کی تاکہ بالکل نسل نابود نہ ہو جاوے کہ سوائے اُن
قرابت دارون کے اور کوئی غیر ممکن ہو تو اُسپر قیاس نہ کرنا چاہیے آدمیون کی کثرت کے زمانہ مین۔ پس
مجوس کا مذہب تجویز نکاح اولو الارحام مین خلاف عقل ہے۔
اور ایک خاندان مین کبھی ایک بیماری موروثی ہوتی ہے کہ وہ دوسری جگہ بیاہ ہونے سے برطرف
ہو جاتی ہے [illegible] قطعی تجربہ ہے کہ جن خاندانون مین آپس ہی مین نکاح کا [illegible]
پشت کے بعد ایک خاندانی خبط و جنون حادث ہو جاتا ہے اور یہ عالی خاندانون مین بہت ہے۔
باپ کی بیبیان بھی حرام ہین اسلیے کہ ان باپ کا حق ادا کرنا اور [illegible] اُنکی واجب ہے [illegible]
اور باپ [illegible] مقصود محبوب [illegible] تصرف کرنا اُسکے حق کو ضایع کرنا ہے اور ظلم ہے [illegible] ایذا اور
[illegible] ہے اور [illegible] استطاعت کا یا منع کرنا باپ کے منع خاص کا۔ الغرض اس میں صحیح
آسمانی ہے بلکہ بجا نقلی ہے اُن مان باپ کی بہ نسبت کہ جن کا احترام واجب کیا گیا ہے خاندانی
کی دانش مین۔
عورتون پر بیٹیون کا حرام ہونا مقابلہ سے سمجھا جاتا ہے اور اخلاقی سبب اس کا یہ ہے کہ اس مین
مساوات گردانا ہے اُس سے کہ جو محکوم ہو تو بیہلا اگر ظلم تھا تو یہ انتظام ہوا اور یہ دونون بد اخلاقی
کی باتین ہین۔
عورتون پر اُنکے بھائی بھی حرام ہین بقرینہ مقابلہ اور قاعدہ عدل اور اس لحاظ سے کہ اُنکی ایذا ناموافقت
کے وقت مین ایذائے والدین تک منجر ہوگی کہ جو حکمت اخلاق مین حرام قطعی ہے اور کنبہ پروری
مین خلل کے ڈر سے اور علی ہذا القیاس۔ یہ خاص خاص لمبین نسبی عورتون کی حرمتین بیان ہوئین۔
سات سببی رشتہ دارون سے بھی عقد حرام ہے۔ اناکین۔ دودھ شریک بہنین۔ ساسین۔ ربیبہ۔

بہوین - زوجہ کی بہنین - محصنہ یعنے شوہر دار عورتین وجہ حرمت بظاہر ان عورتون مین یہ ہے -
کہ ان مین شائبہ ہے اُن قرابت دار عورتون سے جو نسباً حرام تھین اسواسطے کہ جسطرح سے مان
کے خون اور باپ کے نطفہ سے جسکی اصل خون ہے انسان پیدا ہوتا ہے اُسی طرح سے
انا کے دودھ سے کہ جسکی اصل خون ہے پرورش پاتا ہے پس ایکطرح کی اصل انسان کی انا
بھی ہوئی - اُسکے ساتھہ عقد کرنے مین زیادتی فرع کی اصل پر ہو جاویگی -
ساس سے عقد اس وجہ سے حرام ہے کہ یہ موجب بہت سی بد اخلاقیون کا ہے اسلیئے کہ ممکن ہے
زوجہ اپنی مان کی نافرمانی کرے اور علاوہ اس کے مساوات ہو جاویگی مان کو بیٹی سے زوجہ بنے
کی وجہ سے اور مساوات فرع کو اصل سے ظلم ہے -
ربیبہ سے عقد مین بھی مساوات و معادات ہے اُسکی مان سے اور یہ عقلاً حرام ہے بہو سے
بھی عقد حرام ہے - بقاعدہ عدل اسواسطے کہ جب سوتیلی مان بیٹے پر حرام ہے تو چاہیے کہ بہو
خسرے پر حرام ہو اور بحکم مقابلہ داماد کا محرم ہونا بھی ثابت ہے -
سالیون سے عقد کرنے مین جو نتیجہ ہے اسکا انجام اسکا بھی معادات ہے اور ایک گھر کے قریب کے
رشتہ دارون مین پھوٹ اور نزاع کا سبب ہو جاویگا - علاوہ اس کے کنبہ بڑھنے کا مانع ہوگا
اسواسطے کہ مثلاً چار بہنین چار مقام پر بیاہی جاوین تو اسیقدر عزیزداری بڑھے بخلاف اس کے کہ
چار بہنین ایک شخص کے عقد مین آجاوین -
محصنہ کی حرمت بہت سے اخلاقی وجہون سے ہے -
(۱) خلاف عدل اور موجب ظلم و انظلام ہے -
(۲) ایک عورت کبھی دو مردون کی پوری طاعت نہین کرسکتی -
(۳) میراث مین جھگڑا واقع ہوگا کیونکہ امتیاز اس امر کا بہت دشوار ہے کہ دو مردون مین سے
یہ لڑکا کس کا ہے -
(۴) فائدہ نکاح یعنے توالد و تناسل دو شوہرون مین مفقود ہوگا عورت اگر دس شوہر بھی کریگی تو
بجز شہوت رانی کے بارور ایک ہی مرد سے ہوگی اور مرد اگر دس نکاح کرے تو دسون کا ایک
وقت مین بارور ہونا ممکن ہے وعلیٰ ہذا القیاس چونکہ زنائے محصنہ ایسی قبیح شے ہے جسکی قباحت
ہر ادنے عقلمند پر بھی پوشیدہ نہین لہذا ہم اس بحث مین زیادہ طول نہین دیتے -
خدانے مرد مشرک و زن مشرکہ کے ساتھہ بھی نکاح حرام کیا ہے قرآن مجید مین ہے ولا تنکحوا المشرک

عورتون سے جبتک کہ وہ ایمان نلاوین ہر آئینہ مسلمان عورت مشرک عورت سے بہتر ہے گو اسکو تم پسند کرو اور نکاح کرو مشرک مردون سے جبتک کہ وہ ایمان نلاوین ہر آئینہ مرد مسلمان بہتر ہے مشرک سے گو وہ تم کو اچھا معلوم ہوتا ہو (سورہ بقر آیت ۲۲۰) مشرک و مشرکہ سے وہ زن و مرد مراد ہین جو ذات باری مین دوسرے کو شریک جانتے ہون شارع اسلام کا مقصود اصلی یہ تھا کہ شرک و بت پرستی و کفر گروہ اہل اسلام سے بالکل خارج ہے اسوجہ سے انھون نے مسلمانونکا مشرکین عرب کی بت پرست عورتون کے ساتھ عقد کرنا حرام کردیا شارع اسلام نے ایسے نکاح کو انھین وجوہ سے حرام کردیا ہے جن وجوہ سے انبیا اسلف مین حضرت موسٰی نے بنی اسرائیل کا نکاح عمالقہ اور بت پرست قومون کے ساتھ حرام کردیا تھا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ شیعون کو بسبب اسکے کہ یورپ کی قومون سے سابقہ نہین پڑا اس وجہ سے اُنکے نزدیک عیسائی اور یہودیون سے نکاح حرام ہے اور سنیون کو یورپ کے اقوام سے سابقہ ہونے کیوجہ سے اُنکے مذہب مین یہودیہ یا نصرانیہ سے عقد جائز ہوگیا سابقہ کو شریعت سے کوئی دخل نہین ہے علاوہ اس کی محض ممانعت شریعت کی ہے غیر مذہب مرد یا عورت سے تعلق رکھنا بیشک اخلاقاً سب کے واسطے ایک بُری چیز ہے کبھی کوئی مذہب اپنی اصلی حالت پر نہین رہ سکتا اور کوئی اخلاق اپنی اصلی جھلک بدون آمیزش نہین دکھا سکتا ایسی صورت مین جب کہ ایک سوسائٹی کے دو ممبر مختلف مذہب کے ہون۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة

(تعداد ازدواج اور اسکی نسبت اسلامی حکم)

ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ دنیا کی تمام قومون مین اور تمام مذہبون مین کم و بیش رسم تعدد ازدواج جاری ہے۔

قدیم اہل یونان مین یہ رسم جاری تھی۔ اہل روما مین بھی تعدد ازدواج کی ممانعت نہ تھی افلاطون نے بھی تعدد ازدواج کے جواز مین کتابین لکھتے ہین۔ ویدون مین منو کے دھرم شاستر کی ۹ ادھیا۔ ۱۴۹۔ اشلوک کے بموجب برہمن کو چار جورو ین تک کرنیکی اجازت ہے بہت سے عیسائیون نے خود تعدد ازدواج کے جواز و حمایت مین کتابون کی کتابین لکھی ہین۔

"ڈیوین پورٹ صاحب" جرمنی پادری نے جب "پوپ گرگری" سے مسئلہ پوچھا کہ آدمی کو کس حالت مین دو عورتین کرنا جائز ہین تو اُسنے جواب دیا کہ اگر جورو کو ایسی بیماری ہو کہ خاوند اُس سے مباشرت نکر سکے تو اُس صورت مین خاوند کو دوسرا نکاح کرنا جائز و درست ہے لیکن اس شرط پر کہ بیمار جورو کی ہر طرح خبر گیری کرے۔

"جان ملٹن" نے انجیل کے رو سے ثابت کیا ہے کہ تعدد ازدواج انجیل کے رو سے منع نہین۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہین کہ (خرقیل ۲۳ باب) مین خدائے تعالٰے نے اپنے تئین تمثیل حکایات مین ایک مرد جتایا ہے جس نے "اولا۔ اولیا۔ بیووں سے نکاح کیا ہے" اگر یہ رسم بری ہوتی تو خدائے تعالٰے استعارہ مین بھی اس رسم کو کبھی اختیار نکرتا۔ جس رسم کی انجیل مین ممانعت نہو تو ہم اسکو کس دلیل سے برا اور ذلیل کہین۔ انجیل مین پادریون کو ایک بیوی کرنے کی صلاح دیگئی ہے پر کہین کثرت ازدواج کی ممانعت نہین۔

"پادری ہنگس صاحب" مشنری لکھنؤ اپنی کتاب صلاح سہو کے صفحہ ۲۶۔ ۲۷۔ مین لکھتے ہین کہ تعدد ازدواج کے مقدمہ مین ہم بے تردد تسلیم کرتے ہین کہ بنی اسرائیل مین بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی اس کو منع نہین کیا بلکہ اکثرون کو برکت کا وعدہ کیا جو اُسپر چلتے تھے یعنے کثرت ازدواجی کے دستور پر۔

"گاڈفری ہنگس" اپنی کتاب صفحہ ۷۵ مین لکھتے ہین کہ بادشاہ روم اور دوسرے بادشاہون نے بہت سی بیبیان کی ہین جو کہ حرمون سے جدا تھین حالانکہ یہ بادشاہ اور باتون مین نہایت پابند شرع تھے۔ اور یہ سب بیبیان شروع تصور کی گئین۔ اور پُرانے مصنفون سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ان پادریون کو اجازت چار بیبیون تک تھی (از سیر الاسلام صفحہ ۲۱۹)

"استثنا ۲۱۔ باب ۱۸" مین دو جورؤن کے ایک ساتھ ہونے کے احکام موجود ہین۔

(۲۔ اخبار ۱۸ باب) مین دو حقیقی بہنون کے ایک ساتھ جورو بنانے کی ممانعت موجود ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے دو حقیقی بہنون کے دوسری عورتین ایک ساتھ نکاح مین آسکتی ہین۔

پھر حضرت ابراہیمؑ جیسے مقدس اور پاک نبی نے تین جوروئین کین یعنے سارہ۔ ہاجرہ۔ قطورہ۔ حضرت موسیٰؑ کی دو جوروان تھین۔ حضرت یعقوبؑ کی چار جوروئین۔ سموئیل کے باپ کی دو جوروئین تھین (سموئیل سِل) اور یہی حال اسحاق اور تمام بنی سرائیل کا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے

سو جوروین تھین اور اُن کے اس فعل پر بھی خدا نے الزام نہین دیا (اول سلاطین ۵ ب ۳) حضرت سلیمان کی سات سو جوروین اور تین سو حرمین تھین (۱ سلاطین ۱۱ ب) حضرت سلیمان کے بیٹے رُحبام کے اٹھارہ جوروین اور ساٹھ حرمین تھین۔ (تواریخ ۱۱ ب) "حضرت سلیمان کے پوتے اُبیاہ" کے چودہ جوروین تھین (تواریخ ۱۳ ب) "جدعون" کے بھی بہت سی عورتین تھین (قاضی ۸ ب) اور "عیسو" پر اور حضرت یعقوب کے بھی دو جوروئین تھین۔

عیسائیون مین ایک فرقہ "مورمن" نام ہے ان مین ہر عیسائی کو تیرہ عورتین رکھنے کی اجازت ہے۔

اور "مارٹین لوتھر نے" فلپ نام ایک رئیس کو دو جوروین رکھنے کی اجازت دی تھی اور بعض جگہ "مارٹین لوتھر صاحب فرماتے ہین کہ انسان دس یا زیادہ جوروان تک رکھ سکتا ہے (مراۃ الصدق صفحہ ۹۴)۔

حضرت مسیح نے انجیل مین کہین نہین فرمایا کہ کثرت ازدواجی منسوخ ہوگئی۔ اول تو مسیح کو احکام توریت منسوخ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا دیکھو (متی ۱۷-۱۵ ب ۵) اور قطع نظر اسکے کسی مقام پر یہ نہین فرمایا کہ زیادہ عورتین کرنا تم پر حرام ہین۔ ہان اسقدر تو آپنے فرمایا کہ "شروع مین خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت پیدا کی۔ اور کہ عورت مان باپ کو چھوڑکر مرد کے پاس جا رہتی ہے اسلیئے اُسکو یگانیت اختیار کرنے چاہیے۔ اور پیار و محبت سے یکتن ہوکر رہنا چاہیے۔ طلاق نہ دینا چاہیے (متی ۱۹ ب)۔ مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ مسیح نے کثرت ازدواجی کی ممانعت کی۔ بلکہ اس ارشاد سے تو پہلے سے بھی کثرت ازدواجی کی وسعت ہوگئی۔ کیونکہ پہلے طلاق جائز تھے جسکی وجہ سے کثرت ازدواجی مین فی الجملہ خفت ہوسکتی تھی۔ اب طلاق بھی جائز نہین رہے۔ جتنی شرعی عورتین ہون اپنے ہی پاس رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اُن فریسیو نکا جو آزمائش مسیح کے واسطے آئے تھے۔ سوال طلاق ہی کی بابت تھا کثرت ازدواجی کے روا یا ناروا ہونے کی نسبت کوئی گفتگو نہ تھی دیکھو۔ (متی ۱۵ باب ۳) اور فریسی اُسکی آزمائش کے لیے اسکے پاس آئے اور اُس سے کہا کیا روا ہے "کہ مرد ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو طلاق دیوے" اسکے جواب مین مسیح نے فرمایا۔ اور سمجھایا کہ عورت کو بے سبب محض عیاشی کی خاطر طلاق نہین دینی چاہیے۔ اس لیے کہ شروع مین خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی۔ اور کہا اس لیے کہ مرد اپنے مان باپ کو چھوڑیگا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا اور دے دونون ایک تن ہونگے۔ پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے۔ مسیح کے اس جواب سے اور

فریسیون کے سوال سے اُس کے سوا اور کوئی نتیجہ مستنبط نہین ہوتا کہ مسیح نے عورت و مرد کو ایک تن ہو کر رہنے کا حکم دیا ہو اور محبت و یگانیت رکھنے کے لیے مبالغہ فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی۔ اس سے ایک ہی جورو کرنے یا کثرت ازدواج کے متعلق کوئی گفتگو نہین ہے فریسیون نے مسیح سے طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا اور اُسی کا مسیح نے جواب دیا پس مسیح کی اس گفتگو اور طرز کلام کو کثرت ازدواج کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہین ہے۔

کوئی صاحب ان الفاظ سے کہ خالق نے شروع مین ایک ہی مرد اور ایک مرد کیلیے ایک عورت بنائی دھوکا نہ کھاوین۔ یہ الفاظ محض کمال اتحاد اور یگانیت کی تاکید کے لیے استعمال کیے گئے ہین۔ ان الفاظ کو ایک زوجہ رکھنے سے کوئی تعلق نہین۔ کیونکہ جواب کو سوال سے تعلق رہیگا۔ سوال فقط طلاق کی بابت ہے نہ کثرت ازدواج کی نسبت۔

اور حضرت مسیح کے اس قول سے کہ "شروع مین ایسا نہ تھا" یہ مقصود نہین ہے کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے واسطے روا رکھے گئے اور اب منسوخ ہو گئے۔ بلکہ حضرت مسیح کے اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جاوے کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی تو یہ تو واقعہ کے خلاف ہے۔ حضرت ابراہیم اسحاق وغیرہ سب کثیر الازدواج تھے پس "شروع سے ایسا نہ تھا" ان الفاظ کو کثرت ازدواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہین۔

اور سخت دلی کے الفاظ بھی محض طلاق سے تعلق رکھتے ہین۔ کیونکہ فریسیون نے حضرت مسیح سے یہ بھی کہا تھا کہ پھر موسٰے نے کیون حکم دیا۔ کہ طلاق نامہ اُسے دیکر چھوڑ دے۔ اُنھون نے حضرت موسٰے کے مجوزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی تو اُسی کا جواب حضرت مسیح نے دیا کہ تمھاری سخت دلی کے سبب تم کو جورو ان چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا۔ یعنے نزول توریت سے پیشتر طلاق نہ تھا۔ تم کو فقط تمھاری سخت دلی و فسادات قلبی کے سبب سے طلاق کی اجازت ہوئی کیونکہ تم عورتون سے حسن معاشرت و حسن سلوک نہین کرتے۔ پس کثرت ازدواجی سخت دلی کا سبب نہین بلکہ طلاق سخت دلی کا نتیجہ ہے۔

ہرگز مسیح نے کثرت ازدواجی کی ممانعت نہین کی طلاق کو البتہ منع کر دیا تو اس سے کثرت ازدواجی کو اور وسعت ہو گئی نہ کہ کچھ ممانعت ہو اور اس پر ایک اور دلیل ہے۔ کہ گو پروٹسٹنٹ بوجہ کسی خاص قانون کے زیادہ بیویان نہین کرتے مگر دو بہت سے عیسائی فرقہ تعدد ازدواج کو جائز رکھتے ہین جیسے امریکہ مین فرقہ "مارمن" اور بہت سے عیسائی بادشاہ عیسائی پادری جورو ین کرتے ہین۔

اگر کثرت ازدواج کو مسیح نے روک دیا ہوتا تو مقدس پولوس رسول" اپنے خط مین کبھی قید نہ لگاتے کہ۔
کلیسا کا نگہبان پادری بے عیب ایک جورو کا شوہر۔ پرہیزگار۔ صاحب تمیز۔ شایستہ۔ مسافر دوست ہو
(تمطاؤس ۳ باب ۲) بے الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو (طیطس ۱ باب ۶) کیونکہ مسیح نے
ایک سے زیادہ جوروین رکھنے سے روک دیا ہوتا تو ایک جورو کی قید کی کیا حاجت تھی
پس اس سے ایک احمق بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح نے اس حکم کی ممانعت سے طلاق
سے کثرت ازدواج کو ہرگز نہین روکا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیون مین کئی جوروئین کرنے کا
عام رواج تھا۔ جبھی تو اس قانون کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی۔

زمانہ سلف مین قوم میڈ اور اہل بابل اور اہل عشر اور اہل فارس مین کوئی تعداد ازدواج کی مقرر
نہ تھی اس زمانہ مین بھی برہمنون کو اجازت دیگئی ہے کہ جتنی بیبیان چاہین کرین۔ اخیر زمانہ مین یہود
کے قانون مین ازدواج کی تعداد شوہر کی استطاعت پر موقوف تھی۔ جتنی بیبیون کو نفقہ دے
سکتا ہو اُتنی کر سکتا ہے (ملاحظہ ہو کوڈرینگ صفحہ ۵۴ جلد ۱) اور اگرچہ ربانیین نے نصیحت کی ہے
کہ ایک بی بی سے زیادہ نہ کرنا چاہیے لیکن فرقہ قرائیہ نے اُنسے اختلاف رائے کرکے ازدواج کی
تعداد مقرر کرنے کے جواز کو تسلیم نہین کیا۔ زمانہ سلف مین اہل تھنس سے زیادہ تو کوئی قوم مہذب
و شایستہ نہ تھی اُن مین بھی زوجہ ایک مال تجارت قابل الانتقال اور لائق بیع سمجھی جاتی تھی اور وصیت
کے ذریعہ سے بھی اُس کا انتقال ہو سکتا تھا اور زوجہ ایک بلا سمجھی جاتی تھی جسکا ہونا انتظام خانہ داری
اور افزونی نسل کے لیے ضرور تھا (ملاحظہ ہو ڈالنجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲ صفحہ ۲۳۳
و ۲۳۸۔ اور انسائیکلوپیڈیا مضمون نکاح) ہر باشندہ اتھنس اسکا مجاز تھا کہ جتنی بیبیان چاہے کرے
چنانچہ دیماستھنیز مورخ یونانی نے فخر و مباہات سے لکھا ہے کہ ہماری قوم مین تین قسم کی عورتین
ہین اُن مین سے دو قسم کی عورتین شرعی یا نیم شرعی بیبیان ہو سکتی ہین۔ رومیون مین بھی تعداد ازدواج
کا رسم کم و بیش اس زمانہ تک جاری رہا ہے جبکہ قوانین جسطنین قیصر مین حرام کر دیا گیا گو تعداد ازدواج
قانون دیوانی مین حرام کر دیا گیا مگر اس ممانعت کا اثر لوگون کے اخلاقی خیالات پر کچھ نہین ہوا اور
یہ رسم اس وقت تک عمل مین لایا گیا جبتک نظام جدید تمدن مین اُسکی ممانعت کر دیگئی (ملاحظہ ہو
تاریخ گبن جلد ۴ صفحہ ۲۰۶) بیاہتا بی بی کے سوا اور سب بیبیان بڑی خرابی سے رہتی تھین وہ کچھ
حقوق نہ رکھتی تھین اور قانون مین اُنکا کچھ تحفظ نہ کیا گیا تھا بلکہ وہ اپنے متلون مزاج شوہرون کی
کنیزی کیا کرتی تھین اور اُنکی اولاد حرامی کہلاتی تھی۔ ترکہ پدری سے بالکل محروم اور کم ذات و بدقوم

سمجھی جاتی تھین۔ سینٹ اگسٹائن جن کو عیسائی ایک بڑا پیشوا سمجھتے ہین اور جنھون نے دین مسیحی انگلستان مین جاری کیا وہ بھی تعدد ازدواج کو معصیت نہین قرار دیتے بلکہ فرماتے ہین تعدد ازدواج اس ملک مین گناہ نہین جہان وہ ایک آئین یا قانون ہوگیا ہو۔ اور ہالم صاحب لکھتے ہین کہ مصلحان جرمنی سولھوین صدی عیسوی تک دوسری اور تیسری شادی کو پہلی شادی کے ساتھ جائز جانتے تھے جس صورتین کہ اولاد نہوئی ہو یا اور کوئی ایسا سبب ہو۔

پس جبکہ کثرت ازدواجی کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل مین بھی اس کی ممانعت نہ ہوئی اور تمام قومون مین بھی مسلم ہے۔ تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جو دین و ایمان سے فارغ اور انبیائے الٰہی کی سنت سے بیزار ہے۔ اور یہ کثرت ازدواج ہمارے ہی نبیؐ کی سنت نہین بلکہ سنت انبیائے ماسبق ہے۔

کثرت ازدواج کی رسم تمام مذاہب تمام اقوام مین مروج رہی مگر سوائے اسلام کے اس رسم کو احسن طریق پر اپنے مذہب مین کسی نے شامل نہین کیا۔ نہ اس رسم قدیم مین کسی نے اصلاح و تجدید کی۔ یہ اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اُسنے اس رسم مین نہایت عمدہ اصلاح کی جس سے بڑھکر ممکن نہین۔ یعنے اسلام نے پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر چار عورتون پر محدود کیا۔ یعنے اشد ضرورت کی حالت مین بھی چار سے زیادہ عورتون کا رکھنا حرام و ناجائز قرار دیا۔ اور پھر چار عورتون پر بھی عدل و انصاف کی ایسی پابندی لگائی کہ سوائے اشد ترین ضرورت کے کوئی شخص اسپر عمل کرنے کی جرأت نہین کرسکتا اس امر مین شبہہ نہین کہ خدا نے قرآن مجید مین۔ چار عورتون تک کرنا جائز قرار دیا ہے مگر اس کے یہ معنے نہین ہین کہ تیر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار کرو ایک امر کا جائز ہونا امر دیگر اور مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اسپر عمل کرنا امر دیگر ہے اگر بصورت عدم ضرورت ایک ہی جورو پر ہمیشہ کے لیے کوئی اکتفا کرے اور اس رسم پر عمل نہ کرے تو ہرگز گناہ گار نہین کیونکہ یہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی۔ اگر ایک بھی نہ کرے تب بھی کوئی حرام کام نہین ہے۔ ہان اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو (جو کثرت ازدواج کو حرام سمجھتا ہے) کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اسکی شریعت مین اسکا کوئی علاج نہین۔ مگر اسلام مین اسکا علاج موجود ہے۔ دنیا مین صدہا چیزین حلال و مشروع ہین مگر اس کے یہ معنے نہین کہ اُن سب چیزونکو ضرور استعمال مین لاوے۔ اسی طرح سے بشرط ضرورت و مقتضائے حالت تعدد ازدواج کی اجازت اسلام مین ضرور ہے مگر ضروری احکام مین سے ہرگز نہین۔ یہ رسم اسلام سے پہلے بھی بڑے زور

کے ساتھ ملکر بے اعتدالیون کے ساتھ جاری تھے اسلام نے اس رسم کو جاری نہین کیا - بلکہ اسلام نے جو کچھ اس بارے مین کیا وہ یہ کیا کہ ہر طرح سے رخنہ بندیان کین پہلے رسم تعدد ازدواج کو محدود کیا - اور محدود کرنیکے بعد عدل کی شرط ایسی ضروری لگائی کہ بمشکل کوئی آدمی نکاح ثانی کی جرأت کرسکتا ہے اور بجز خاص خاص ضرورتون کے اس رسم کو خوشی سے کم کوئی اختیار کرسکتا ہے - اصل یہ ہے کہ اس بارہ مین بھی جسقدر دنیا پر قرآن مجید کا احسان ہے اور کوئی کتاب اسکا مقابلہ نہین کرسکتی انصاف وعدالت کا بھاری بوجھ گردن پر رکھکر عام طور پر تو ایک ہی بیوی کا حکم دیا - لیکن چونکہ قانون قدرت ایسا ہی پڑا ہے کہ بعض وقت انسان کو اولاد کی خواہش اور بیوی کے عقیم ہونے کے سبب سے یا بیوی کے دائمی بیمار رہونے کی وجہ سے یا بیوی کی ایسی بیماری کے عارضہ کیوجہ سے جسمین مباشرت ہرگز ممکن نہین - جیسے بعض صورتین خروج رحم کی ہین یا بیوی کا زمانہ پیری جلد آنے کی وجہ سے یا اُسکے جلد جلد حمل ہونے سے یا ایک مرد کے نہایت قوی الشہوت ہونے کیوجہ سے تاکہ وہ عصمت وعفت کو تھام سکے - فطرتاً دوسری بیوی کی ضرورت ہوتی ہے - اس لیے کہ اسقدر تعدد کے جواز کے لیے حکم دیدیا اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگادی - تو یہ انسان کیحالت پر رحم ہے تاوہ فطرتی ضرورتون کے پیش آنے سے الٰہی حکمت کے تدارک سے محروم نرہے - پس ہم بڑے زور سے کہتے ہین کہ قرآن شریف نے تعدد ازدواج کو بڑھایا!! ہرگز نہین -

بلکہ جہانتک ممکن ہو اگھٹایا اور گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لادیا -

منجملہ ان اسباب تعدد ازدواج کے بعض ایسے اسباب ہین جو خاص طبقہ کے اشخاص سے متعلق ہین - اور اُن کے بیان سے معلوم ہوگا کہ بعض ممالک مین ضرورت نے کسقدر اس رسم کو قائم کردیا ہے - یورپ کے فاضلون نے بھی اس تعدد ازدواج کے اسباب کو دیکھکر اس کی ضرورت کو قبول کیا ہے -

"مصنف موسیو پلی" اپنی کتاب "مشرقی اقوام مزدوری پیشہ" مین کاشتکارون کے تعدد ازدواج کی ضرورت کو دکھلاتے ہین اور ثابت کرتے ہین کہ نہ یہ فقط رسم ضرورت کیوجہ سے قائم ہوئی ہے بلکہ خود عورتین بعوض ناراض ہونے کے اپنے شوہرون کو باصرار دوسری شادی پر آمادہ کرتی ہین "چونکہ خاندان مین بڑی بیٹی کی بہت کم سنی مین شادی کرتے ہین انکی پہلی بیبیان کئی اولادین ہونے کے بعد بہت ہی جلد بڑھیا ہوجاتی ہین - اور وہ خود جوان رہتے ہین ایسی صورت مین خود انکی بیبیان اُنھین دوسری شادی پر آمادہ کرتی ہین اولاً دوسری شادی کی اجازت دیتی ہین -

البتہ اس امر سے تعجب ہوتا ہے کہ کوئی عورت خود اپنی رضامندی سے کیونکر سوت کے آنے کی روادار ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانون کے ان طبقات مین خانہ داری کا سارا کام کسیقدر تکلیف دہ کیون نہو خود عورتون ہی کو کرنا پڑتا ہے چونکہ ان کاشتکارون مین عورت گھر مین نہین بیٹھ سکتی اُسے اپنے فرائض کے ادا کرنے مین مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مدد خواہ عزیز و اقربا سے ملسکتی ہے یا لونڈیون سے - عزیز و اقربا غالباً انھین مدد دینے کے لیے کم ملتے ہین - اور لونڈیان اکثر صاحب خانہ کے تصرف مین آجاتی ہین جس سے انمین اور گھر کی بیبیون مین رقابت پیدا ہوجاتی ہے - پس بہ آسانی خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایسی صورت مین پہلی بی بی جس کی عمر ڈھل ہی گئی اور فرائض خانہ داری بڑھ رہے ہین خود ہی اپنے شوہر کو نکاح ثانی پر آمادہ کرتی ہے"

یہی مصنف لکھتا ہے کہ منجملہ اسباب تعدد ازدواج کے بڑا سبب یہ ہے کہ مشرقیون کو ہمیشہ کثیر الاولاد ہونے کی ہوس ہوتی ہے ان کی نظرون مین لاولد ہونے سے زیادہ کوئی مصیبت انسان کے لیے نہین ہو سکتی چند بچے ہونے پر بھی اُنکے ہمیشہ خواہش ازدیاد اولاد کی رہتی ہے اور اسی ایک غرض کے حاصل کرنے کو وہ یکے بعد دیگرے متعدد بیبیون سے شادی کرتے ہین - اس محقق نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے تعدد ازدواج مین بیبیون مین باہم کسی طرح کی رقابت یا عداوت نہین ہوتی البتہ ہمارے یورپ کے تعصبات کی وجہ سے ہمین یہ امر محال معلوم ہوتا ہے - لیکن یہ محض اسوجہ سے ہے کہ ان رسوم کو ہم اپنے ہی خیالات کے مطابق جانچتے ہین - اور ان کو ان اقوام کی نظر سے نہین دیکھتے جن مین یہ رسم جاری ہین - کسی تعصب کو دور کرنے یا پیدا کرنے کے لیے ایک زمانہ دراز چاہیے اور یہ خیال کر سکتے ہین کہ اس مشرقی تعدد ازدواج کی رسم کے متعلق ہمین اپنے خیالات کو کسقدر بدلنے کی ضرورت ہے علی الخصوص جب ہم اس قدیم زمانہ پر نظر ڈالین جس مین ایک ہی عورت کل خاندان کی بی بی ہوتی ہے - یا اسی زمانہ کی بعض اقوام کو دیکھین جن مین آج بھی ایک عورت کئی بھائیون کی بی بی ہوتی ہے - یعنے جس طرح سے یہ رسوم بدل گئے اُسیطرح عدم تعدد ازدواج بھی بدل کر تعدد جائز ہونا چاہیے -

"جان ڈیون پورٹ صاحب" اپنی کتاب کے صفحہ ۸۵ - مین لکھتے ہین کہ اہل عرب مین ایک سے زیادہ بیبیان کرنے کا قدیم سے رواج تھا - آپ کے احکام مین یعنے آنحضرت کی تعلیم نے کثرت نکاح کے طریق پر جو اہل مشرق مین بہت رواج پاگیا تھا کم کر دیا - یعنے گھٹا دیا - وہ لوگ علاوہ کثرت ازدواج کے اپنی رشتہ دار عورتون سے بھی خراب ہوا کرتے تھے - مگر آپ کی تعلیم سے وہ باتین بالکل [illegible]

ہو سکیں کوئی آدمی ایسا نہین جو قرآن شریف کو پڑھے اور اُس کے دل پر خوف کا اثر نہ ہو حقیقت مین یہ بات ناممکن ہے کہ ایک شخص یا نئے مذہب کا بانی ہو اور وہ یون سکھا دے جس سے بدکاری رائج ہو اور پھر اُسکے مذہب مین بالکل کامیابی ہو جائے لہذا ہم کہہ سکتے ہین کہ اس مذہب کے مسائل کی سختی ہی زیادہ تر اُس کی کامیابی کا باعث ہوتی ہے "

اور پھر صفحہ ۲۷ مین لکھتے ہین ۔ مشرق مین بہت سے نکاح کرنے کی رسم حضرت ابراہیم کے وقت سے چلی آتی تھی اور یہ بات انجیل کے مضمون سے ثابت ہے کہ یہ رسم انجیل کے زمانہ مین بھی بُری خیال نہین کی گئی ۔

ایسا ہی "پروفیسر مارس صاحب" اسلامی تعلیم کے اعتدال کی تعریف کرکے آخر مین لکھتے ہین کہ جب عیسائی مذہب کے پیچ دار پیچ اور نا فہم عقیدون پر خیال کیا جاوے تو شاید ایک فلاسفر دین اسلام کی خوبی اور صفائی اور عقائد اور سادگی اور اُس کی بناوٹ سے پاک ہونا دیکھکر آہ کرکے چُپ ہو جاوے ۔

"پھر گبن صاحب" اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ آپ کے زمانہ مین یہودیون مین جوروین کرنے کی کوئی حد نہ تھی سوا اور مجوسیون نے اپنی ماؤن کو بھی اپنے لیے مباح کر لیا تھا ۔ ایسا ہی عرب مین بھی بلا تعین جوروان رکھتے تھے اور انکی اخلاقی حالت یہانتک بگڑ گئی تھی کہ میراث کے مال کی طرح باپ کی منکوحہ عورتین بھی باہم بانٹتے تھے ۔ اور تمام عورتین بلا کسی قیاس کے مردون کے وحشیانہ خواہشون کے پورا کرنے کا آلہ سمجھی جاتی تھین بلکہ بعض قبائل ان مین جو کسی قدر صابی یعنی ستارہ پرست تھے ایک ایک عورت کے کئی خصم ہوتے تھے ۔

اور ہندوستان کی قدیم رسم کی طرح یہ رسم بھی بے تکلف جاری تھی کہ جب بنی معمولی حالت کے بعد غسل سے فارغ ہوتی تو کمبخت بےحیا شوہر اُسکو کہتا کہ فلانے شخص کو بلا بھیج اور حمل کے آثار ظاہر ہونے تک بڑی احتیاط کے ساتھ جورو سے کنارہ کش رہتا اور اُس سے یہ غرض ہوتی کہ بچہ شریف و نجیب شخص کے تخم سے پیدا ہو ۔

اور اس سے بڑھ کر یہ رسم تھی کہ چند آدمی جو شمار مین دس سے کم ہوتے اکٹھا ہو کر باری باری ایک عورت کے پاس جاتے اور اُس سے ہم بستر ہوتے ۔

اور پھر لکھتا ہے کہ آنحضرت نے ان سب خرابیون کو دور کر دیا ۔ اور نکاح کو ایک معاہدہ قرار دیا اور ہر ایک افراط کو دور کر دیا گیا اور تشریح کر دیگئی کہ کن کن عورتون کو عقد مین لانا چاہیے اور کس حد تک ۔ اور وہ حدود مقرر کیے گئے جو عقل و اخلاق کے برخلاف نہین ۔ اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت

ازدواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہین جو وہ اپنی عورتون کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہین جو اسلام کے طفیل سے اُن کو حاصل ہوئی - تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ انسان کے دل پر اس قسم کا تصرف کہ جس نے ان شہوت پرستون کی حالتون کو بالکل پھیر دیا - بے شبہہ وہ ربانی تصرف تھا -

اور "ایزک ٹیلر صاحب" نے افریقہ مین مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبۂ نورہمپٹن کے چرچ کانگریس کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی -

"تعدد ازدواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے - موسیٰ نے اسکو نہین روکا - اور داؤد جسکا دل خدا کا ساتھا اسکو عمل مین لایا - اور انجیل مین صاف طور سے ممنوع نہین ہے - محمدؐ نے تعدد ازدواج کی بیجا اجازت کو محدود کر دیا - تعدد ازدواج کے سبب مسلمانون مین بدکاری کم ہے - ہمکو خبردار ہونا چاہیے کہ شاید ایک برائی کو بوقت دور کرنے مین ہم اسکی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی برائی قائم کر دین -

"مسٹر گاڈ فری ہگنس" جو اس زمانہ کے دنیا مین ایک نہایت مشہور شخص ہے اپنی کتاب "ہیروز اینڈ ورشپ" کے لیکچر دوم مین لکھتے ہین "کہ اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت تقریرین اور تحریرین ہوتی ہین اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھ کر ہین وہ حالتین جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہین اور جسکی پروانگی نبی عربی نے دی وہ خاص انکی ایجاد نہ تھین - اُنھون نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ انکو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرح سے بلکہ کئی پہلو سے "مسٹر جان ڈیونپورٹ صاحب" "مانٹیگو" کی رائے یون نقل کرتے ہین کہ گرم ملکون مین عورتین (۸) یا (۹) سال کی عمر مین نکاح کرنے کے لائق ہو جاتی ہین - پس ان ملکون مین بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے (۲۰) برس کی عمر مین وہ بڑھیا ہو جاتی ہے - پس اس لیے یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان ملکون مین جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری کرے - اور تعدد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جاوے -

"مسٹر ہیگنس صاحب" لکھتے ہین کہ علم قوائے انسانی اور علم طبیعات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسے دریافت کیے ہین جو تعدد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتے ہین اور گو ہم شمالی ملکون کے سرد خون مینڈک کے سے مزاج کے جانداروں سے متعلق نہین ہو سکتے - مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہین متعلق ہو سکتے ہین -

پھر لکھتے ہین کہ "مسٹر ڈبلیو اوسلی صاحب" کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا صفحہ ۱۰۸ - مین یہ بیان کیا گیا ہو کہ ایشیا کے گرم ملکون کی تاثیر سے دونو گروہ یعنے مرد و عورت مین ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا مین نہین جہان دونون برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہونچتے ہین - مگر ایشیا مین صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہوئی کہ ضعیفی مین بھی قوی اور طاقتور ہوتے ہین اگر یہ بات سچ ہے تو بانیے اسلام کے لیے اسباب کی کہ اُنھون نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہی ایک بڑی وجہ یہی ہے -

اور عقلی طور پر تعدد ازدواج کا ثبوت حسب ذیل ہے ہیں

(۱) خدا نے مرد مین قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہے فطرتی امر اس بات کا مقتضی ہو کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دیجائے -

دلیل ہماری دعوے پر یہ ہے کہ "ڈاکٹر ٹیلر" کے مڈیکل جوریسپروڈنس جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ طبع چہارم مین لکھا ہے "کہ مرد کو قابلیت نطفہ دینے کی سو برس کی عمر تک ہے -

اور "ڈاکٹر کرلنگ" نے (۷۰) سال کی عمر لکھی ہے -

اور "ونگیٹر" نے (۷۰) برس کی عمر سے (۸۰) تک -

اور "رنیز" نے (۸۲) سال -

"لیمان" کی کتاب مڈیکل جوریسپروڈنس صفحہ ۳۱۳ پر کیپر نے (۹۶) سال کی عمر تجویز کی ہے - عجب نہین یہ اختلاف بہ سبب اختلاف بلاد و اقالیم کے ہون - اور ممکن ہے زمانہ سابق مین اس سے زیادہ عمر تک مرد کے نطفہ مین قوت بچہ بنانے کی ہو -

بخلاف عورت کے کہ اسکو حاملہ ہونا - درد زہ کی ایذا اُٹھانا - دودھ پلانے کا تعب - حیض و استحاضہ کا درد - یہ سب اُسکی قوت کو گھٹاتے ہین اسی وجہ سے بنا بر ترحم حکمت الٰہی نے پچاس سال - خواہ پچپن سال اور ہمارے نبیؐ کے قول سے قریشی عورات مین (۶۰) سال کی عمر سے زیادہ اسپر بچہ کا بار نہین ڈالا ہے - اور اسی عمر مین اس کا خون حیض بند ہو جاتا ہے - اور جب خون حیض بند ہوگیا پھر عورت کو مرد کی خواہش باقی نہین رہتی اور نہ عورت مین بارور ہونے کی صلاحیت رہتی ہے بس اس عمر مین ہم بستری مرد کی بہ خیال ضایع ہونے نطفہ کے بیکار رہے اور بنابر تحقیق حال پندرہ سال ابتدائے عمر زن و مرد کے بھی قابل ہم بستری نہین بس منجملہ سو برس عمر کے عورت (۴۵) سال قابل ہم بستری کے رہی -

اب اس (۴۵) سال مین اور بھی موانع ہین۔

(۱) زمانہ حمل اور زمانہ دودھ پلانے کا بچے کے ہے (۹) ماہ زمانہ حمل اور اکیس ماہ دودھ پلانے کے بنا بر شریعت محمدی جملہ (۳۰) ماہ ہوئے "وحملہ و فصالہ ثلثون شہرا" اور اگر اس زمانہ رضاعت کو زائد سمجھا جاوے تو اقلاً بارہ مہینہ ہین جب کہ دانت بچہ کے نکل آوین تو اس حساب سے بھی (۲۱) ماہ ہوئے۔

یہ زمانہ بھی مقاربت کے واسطے بنانا مناسب ہے۔ اسلیے کہ زمانہ حمل مین نطفہ ضایع ہوگا اور وہ زمانہ جس مین بچہ دودھ پیتا ہے۔ اگر ہم بستری سے نطفہ ٹھہر گیا تو اس شیرخوار بچہ کو ضرر پہونچیگا اور خود مرضعہ بھی بیحد کمزور ہوجاویگی جس سے احتمال اسقاط کا بھی ہوسکتا ہے۔ اور اگر نطفہ نہ قائم ہوا تو بیکار رہوگا۔

آپکو یہ خیال اس مقام پر ہوگا کہ دوسری عورت سے دودھ پلوایا جاوے تو یہ ضرر بچہ کا متصور نہین۔ اس خیال کے چند جواب ہین۔

(الف) یہ کہ ہر شخص کو مقدرت نہین ہے کہ دایہ رکھے

(ب) دایہ جو کہ دودھ پلانے کیواسطے مقرر کیجاوے۔ تو آخر اس کے بھی جننے کے دن ہین وہ کیون اولاد سے محروم کرادیجاوے جو خرابی اپنے بچے کے دودھ پلانے مین متصور رہے وہی دوسرے کے بچہ کو دودھ پلانے مین۔ اور امیر و غریب خدا کے یہان ایک ہی مرتبہ رکھتے ہین پس اس صورت مین زچہ اگر ان امراض سے بچے تو مرضعہ یعنے دایہ ان تکلیفون مین مبتلا ہوگی۔

(ج) اکثر اُن عورتون کو جو خود دودھ نہین پلاتی ہین اور دایہ رکھکر بچون کی پرورش کراتی ہین دیکھا گیا ہے کہ ایک بچہ جن کر انکو فراغت ہوئی اور دوسرے حمل کا سامنا ہوا۔ چند بار جلد جلد بچہ ہونے سے پھر اُن کو ایسا ضعف و اضمحلال اور انواع انواع قسم کے امراض و شکایات ہوجاتے ہین جس کی وجہ سے بہت کم سنی مین وہ ناقابل اولاد و ناقابل ہمبستری ہوجاتے ہین۔

بہر حال اب فرض کرو کسی عورت کے دس بچہ ہوئے اور سب زندہ رہے۔
پھر چونکہ ہر مرتبہ ولادت اور دودھ پلانے مین لااقل اکیس ماہ صرف ہوتے تو اس حساب سے (۴۵) سال عورت کی ہم بستری کے ایام باقی رہے تھے اُس مدت قابلیت مین سے (۲۱۰) ماہ یعنے (۱۷) سال (۶ ماہ) منہا کرنے سے (۲۷) سال (۶) ماہ قابلیت ہمبستری کے رہے۔

(۲) اس ستائیس سال چھ ماہ مین۔ ایام حیض کم سے کم فی ماہ (۳) یوم اور زیادہ سے زیادہ فی ماہ دس یوم۔ اور بچی عورت قابل ہم بستری کے نہین جس کا ثبوت آئندہ ہم بیان کرین گے۔ بہر حال اگر فی ماہ دس یوم حیض کے فرض کرو تو (۲۷ - سال - ۶ ماہ) مین سے فی سال ایک سو بیس روز کے حساب سے ۲۷ ½ × ۱۲۰ = ۳۳۰۰ یوم یعنے نو سال دو ماہ ہوئے اب (۱۸ سال ۴ ماہ) منجملہ ساڑھے ستائیس سال کے قابل ہم بستری کے باقی رہے۔

اور اگر فی ماہ تین یوم حیض کے رکھو پھر بھی دو سال اور نو ماہ ساڑھے ستائیس سے نکلکر۔ چوبیس سال اور نو ماہ قابل ہم بستری رہے۔

پس عورت چوبیس سال اور نو ماہ قابل ہم بستری رہی۔ اور مرد کو سو برس مین پندرہ سال ایام نابالغی منہا کرکے پچاسی سال تک قوت نطفہ قائم کرنے کی رہی پس مرد کو عورت سے سہ گنی سے بھی زیادہ قوت ہے۔ اور اگر ایام حیض کی مدت فی ماہ دس یوم قرار دین تو مرد کی قابلیت کی مدت چوگنی سے بھی زائد ہوئی۔ اس بنا پر اگر شریعت نے مرد کے واسطے چار عورتین اور عورت کے واسطے ایک ہی مرد تجویز کیا تو کیا بے انصافی ہے۔ یہ حکم سراسر عدالت سے بھرا ہوا ہے۔ اب خیال تو فرمایئے کہ مرد کی قابلیت کی میعاد پچاسی سال اور عورت کی قابلیت کی مدت اٹھارہ سال چار ماہ اگر اس اٹھارہ سال چار ماہ کو پچاسی مین مجرے دین تو چھیاسٹھ سال آٹھ ماہ تک مرد بیکار محض رہا۔ اتنی مدت تک منفعت نطفہ اس کا ضایع ہوا۔ اور یہ کیسے ظلم کی بات ہے۔

(۳) فطرت یعنے قانون الٰہی (نیچر) نے سلسلہ توالد و تناسل حیوانات کا گو نر و مادہ کے ذریعہ سے براہ عادت رکھا ہے۔ بہر حال زن و مرد کا پیدا کرنا یا خود رو ہونا کسی طریقہ سے غرض کرو غرض اس سے توالد اور بقاء نسل ہے جو امر اہم ہے۔ اور توالد و تناسل کی زیادہ تعداد کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ فنا نوع کے اسباب جنگ وبا ”طاعون“ گزید حشرات۔۔ قصاص و خود کشی وغیرہ ایسے حوادث ہین کہ اگر بکثرت سلسلہ توالد جاری نہ رہے تو چند سال مین نوع انسان کا پتہ بھی نہ لگے۔ اسی وجہ سے جو فعل منجر بہ قطع نسل ہے براہ فطرت جرم سنگین قرار دیا ہے۔ اور شریعتہائے انبیاء علیہم السلام نے بھی پوری سزا ایسے فعل کی تجویز کی مثلاً مرد کو نامرد بنانا عورت کو بانجھ کردینا۔ حمل کا اسقاط کردینا وغیرہ وغیرہ بلکہ رحم سے باہر مرد کو اپنی منی کا گرانا خواہ جلق و تفخیذ جو قسم لواطہ و انزال کا ہے یہ بھی بانیان شریعت نے حرام اور گناہ کبیرہ فرما دیا ہے۔ پھر جب زن و مرد کے باہمی تعلق کی اصلی غرض بقائے نسل ٹھہری اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی عورتین کرے

اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہے۔ اور عورت دس شوہر کر کے بھی ایک بچے سے زیادہ نہین جن سکتی اسی سے حکمت الٰہی اسکی مقتضی ہوئی کہ مرد کو اُس نے کئی عورتون کے واسطے اور عورت کو ایک ہی شوہر کے واسطے پیدا کیا۔ اور جبکہ مرد آلہ توالد و تناسل ہے تو اگر ترک تعدد کرے گا تو موجب ہوگا قلت توالد کا۔ اور یہ صلاح نوعی کے خلاف ہے اور ظلم ہے۔ اور ظلم حکمت اخلاق کی بڑی بدتر سے بدتر صفت ہے۔

(۴) خدا نے اپنے مخلوق سے کوئی دو چیزین مساوی نہین پیدا کین اس قیاس کے موافق مرد و عورت کی حالت مین بھی تفاوت ہے۔ یعنے یا مرد عورت سے افضل ہوگا یا عورت مرد سے افضل ہوگی۔ اور چونکہ مرد کی فضیلت ہر حال مین اور ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے۔ اسلیے ضرور ہے کہ مرد بہت سی خدمت کرنے والون کا مستحق ہو نہ اسکے خلاف عورت۔ انجیل مین ہے کہ کوئی آدمی دو خاوندون کی خدمت نہین کر سکتا (متی ۶ ب ۲۴) مگر ایک خداوند بہت سے خادمون سے خدمت لے سکتا ہے۔

(۵) حکمت اخلاق مین علاج امراض روحانی کا یہ لکھا ہے کہ جس مرض مین مبتلا ہو۔ اور جس چیز سے خائف ہو اُسی مین مبتلا کرنے سے اکثر وہ مرض زائل ہو جاتا ہے۔ پس منجملہ امراض روحانی مرض حسد ہے۔ کہ جو بہت عظیم ہے اور منبع و سرچشمہ دیگر امراض کا ہے۔ اور مرض حسد اکثر عورتونکو عارض ہوا کرتا ہے خصوصًا سوتاپے کا حسد پس شریعت نے کثرت ازدواج کو معین کر کے عورتونکی اخلاقی درستی کر دی اور رفتہ رفتہ عادی ہوتے ہوتے عورتون سے یہ مرض دفع ہو گیا چنانچہ اُس گروہ کی عورتین جن مین کثرت ازدواج کا بہت رسم ہے۔ کم حسد کرتی ہین۔ بلکہ اکثر مین مادہ حسد اب بالکل باقی نہین رہا ہے۔

اگر یہ اعتراض کرو کہ مرد مین بھی مادہ رقابت بھرا ہوا ہے کیون نہ عورت کیواسطے دو تین شوہر تجویز کر کے اس مادہ رقابت کو دفع کیا جاوے۔

جواب اسکا یہ ہے۔ کہ مرد کا عورت پر قیاس نہین ہو سکتا۔ اسواسطے کہ عورت کے دو شوہر کرنے مین بے حد مضرتین ہین ۔

(الف) دو حاکمون کے برابر سے حکومت ایک محکوم پر نہین ہو سکتی اور یہ امر موجب فتنہ و فساد ہے۔

(ب) ایک عورت دو مردون کی گھرداری نہین کر سکتی ہے۔ بلکہ ایک عورت ایک ہی گھر کی پوری

گھرداری نہین کرسکتی جس وقت کثرت اولاد کی ہو اور کاروبار گھر کا ترقی پر ہو۔
(ج) شوہرون کے متعدد ہونے مین معاملات وراثت مین نقص عظیم پڑ جاتا بلکہ کسیطرح فیصلہ نہوسکتا اور یہ نہ ثابت ہوسکتا کہ کون اولاد کس شوہر کے نطفہ سے ہے اور جب یہ نہ ثابت ہوا تو متروکہ پدری مین مابین اولاد تقسیم ترکہ محال ہوتی۔
پس شریعت اسلام نے عورتون کے ناجائز حسد کو مرد پر تعدد ازدواج کو جائز کرکے رد کا اور مرد مین قدرتی مادہ رقابت نے عورتون کو اس بدفعلی سے بچالیا جسمین نہایت خرابیان عقلی و اخلاقی تھین
(۶) قوم کی ترقی اور مذہب کی ترقی کا تعدد ازدواج پر بہت بڑا اثر ہے ایک شخص تعدد ازدواج سے بہت سی اولادین بہم پہونچا کر ایک قوم بنا سکتا ہے اسی طرح سے ایک مذہب والا کسی غیر ملک مین بہت سے ازدواج کرکے ایک کافی تعداد اپنے مذہب مین بڑھا سکتا ہے۔
(۷) بہ نظر اصول تمدن اصلاح امور خانگی کے لیے کبھی ہم کو دو خواہ زیادہ زوجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے نظائر لکھنے مین طول تحریر کا خوف ہے۔ اگرچہ یہ ضرورت شاذ و اتفاقی ہے مگر چونکہ قانون انتظام ایسا عام درکار ہے کہ دائمی اور اکثری اور اتفاقی سب صورتون کو شامل ہو لہذا فرمایا "ما طاب لکم" یعنے جسقدر تم کو خوش آیند اور پسندیدہ ہو دو۔ اور تین۔ اور چار نکاح کرو پس اگر کسی کی بیوہ عورت ہو تو اسکی خانگی حالت پر نظر کیجیے تو معلوم ہو کسقدر فسادات خاندان مین اور نزاع امور ریاست وغیرہ مین پڑتے ہین۔ کہ ریاست کا سرمایہ اور جائداد خاندانی پرزہ پرزہ ہوجاتی ہے۔ عورت کی بدسلیقگی سے تمام گھر تباہ و برباد ہوجاتا ہے کوئی اُن جنٹلمینون کے دل سے پوچھے جنکو ہماری عورتین بدتہذیب معلوم ہوتی ہین۔ اور یورانی تعلیم یافتہ عورتون سے قطعی نفرت رکھتے ہین اسی وجہ سے اکثر اُن مین کے لیڈیون کو لا لا کر اپنے گھر کا منتظم و منیجر مقرر کرتے ہین تو اب فرمایے جو لوگ اس امر کے خواہان ہین کہ زوجہ ایسی ہو کہ جو۔ جغرافیہ۔ طبیعات۔ لاجک۔ بلکہ قانون پاس کرکے بیرسٹرایٹ لاہو جج اور کلکٹری کے منصب کو انجام دے سکے جو بہادری آدمی محنت ٹھا سکے صبح و شام ٹمٹم پر سوار ہوکر سر بازار گھومے" تو پھر وہ کیونکر پرانے فیشن کی عورت سے بسر کرسکتے ہین۔
پھر اب وہ فرماوین کہ وہ اپنی بیل بھوہڑ بیوی پر تنہا کیونکر اکتفا کرسکتے ہین بجز اس کے کہ یا تو تھوڑی دیر کے واسطے سچے معتقد و پیرو سنت اسلام کے بن جاوین یا دھر ادھر زنا کرنا شروع کردین۔

(۷) کچھ شک نہین کہ مخلوقات مین گو کتنا ہی اختلاف ہو مگر ایک نسبت اُن مین ضرور ہے بعض استعمال مین لانیوالے اور بعض قابل استعمال ہین بے جان چیزین جانداروں کے استعمال کو پیدا ہوتی ہین جانداروں مین حیوانات کو دیکھا جاوے تو اس مین شک نہین کہ یہ سب حیوانات حضرت انسان ہی کی خدمت کو پیدا ہوتے ہین حیوانات سے بڑھکر خود انسان کی صنفون (مرد و عورت) مین بھی یہ نسبت ہے۔ بیشک مرد استعمال مین لانے والا اور عورت قابل استعمال ہے جس کے ثبوت مین فطرتی۔ عرفی۔ مذہبی۔ شواہد موجود ہین۔ پہلے فطری شواہد سنو۔

(ا) غرض از دواج مین مرد مستعمل اور عورت مستعمل ہے کیونکہ جب تک مرد جماع کرنا نہ چاہے عورت اُس سے جبرًا نہین کرا سکتی ہان اگر مرد جبرًا چاہے تو ممکن ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرد استعمال مین لانے والا ہے۔

(ب) آلہ جماع و استعمال مرد کو عطا ہوا ہے نہ عورت کو۔

(ج) اولاد کی پرورش مین مان کا تکلیف شاقہ اُٹھانا حالانکہ وہ نطفہ مرد کا ہے اس امر کو ثابت کر رہا ہے کہ عورت مثل ایک مزدور کے ہے۔

(دلائل عرفی)

(ا) عمومًا شادی کر کے خاوند عورت کو اپنے گھر لے جاتا ہے یہ نہین ہوتا کہ عورت مرد کو بیاہ لاوے۔

(ب) بازارون مین عورتون کا زنا کے لیے مزین ہو کر بیٹھنا اور مردون سے عوض لیکر زنا کرانا کافی ثبوت ہے کہ عورت بھی مثل دیگر اشیا خریدنے کے ہے۔

(ج) عورت کا حمل کی تکلیفین اُٹھانا پھر بھی بنا بر ہر مذہب کے بچہ کا باپ کی نسل سے ہونا کافی دلیل ہے۔

(دلائل مذہبی)

(الف) منو ۹ عورت ظرف کی صورت ہے اور مرد تخم کی صورت ظرف اور تخم کی آمیزش سے سب جسم دارون کی پیدائش ہے۔

منو ۹ تخم اور ظرف دونون مین تخم بڑا ہے سب جاندارون کی پیدائش تخم کے نشان سے جانی جاتی ہے۔

(ب) اولاد کے لینے کے لیے عورت سے نیوگ کرانا۔

(ج) منی ۲۲ عورتون کو مردون کی تابعداری کرنے کا حکم ہے۔

ان نظائر سے صاف معلوم ہوا کہ عورت مرد کے لئے بمنزلہ خادم کے ہے یہی معنے مستعمل ہوتے ہیں اسی قدرتی نسبت کے بتلانے کو خدا کی قدرتی کتاب کی یہ ہدایت ہے "الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا" یعنے مرد عورتوں پر حاکم ہے دو وجہوں سے ایک تو قدرتی فضیلت سے جو خدا نے مردوں کو دی ہے دوسرے اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتا ہے۔

پس ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ ایک مستعمل کو جتنی مستعملہ کی ضرورت ہو یا ایک حاکم کو جتنے محکوم کی ضرورت ہو عقل ضرور اُتنے کی اجازت دیگی بخلاف اسکے ایک محکوم دو حاکموں کی حکومت اور ایک قابل استعمال شئے دو استعمال مین لانے والوں کے استعمال میں ایک وقت میں نہیں آسکتی۔ کبھی ضرورت تعدد ازدواج کی بسبب اختلاف مزاج طبعی زن و مرد کے ہوتی ہے مثلاً مساحت رحم زن و آلہ تناسل مرد مین مطابقت نہ ہو اس لیے کہ توافق انزال مرد و زن جو استقرار نطفہ کی شرط ضروری ہے۔ بدون مساوات آلات براہ تجربہ و دلیل عقلی محال ہے۔ یا موافقت شکل مخروطی رحم و آلہ مرد۔ خواہ شکل اسطوانی اگر اس مین بھی موافقت نہ ہوگی تو موجب ایذائے مدخولہ ہوگی۔ یا مرض رتق کا ہونا جو مانع مجامعت ہوتا ہے۔ یا بانجھ ہونا عورت کا ان امراض وغیرہ مین مبتلا ہونا عورت کا کہ جن میں اکثر لاعلاج ہیں۔ ایسی صورت میں اگر شریعت ہم کو دوسرے عقد کی اجازت نہ دیتی تو صریحی ظلم ہے۔

اس مقام پر نیچرل صاحب کا ایک اور اعتراض مسموع ہوتا ہے کہ۔ بذریعہ مردم شماری یہ امر ثابت ہوا ہے کہ مردوں کا شمار دنیا میں عورتوں سے ہمیشہ سے زیادہ رہتا ہے اور حکمت اسمیں یہ ہے کہ مردوں میں بوجہ تعب سفر خشکی اور تری اور جنگ و جدل کے اموات زیادہ واقع ہوتے ہیں اسی زیادتی کے مقابلہ میں فطرت نے شمار انکا زائد رکھا ہے تو جب مردوں کا شمار عورتوں سے زیادہ ٹھہرا تو اب شریعت اسلام میں ایک مرد کے چار چار بیویاں سراسر نظام عالم کے خلاف ہے یہ کیسی شریعت ہے کہ جسکی پابندی سے ایک حصہ مرد بے زن کے رہے جاتے ہیں۔ اور بالفرض اگر عورت و مرد برابر بھی ہوں تب بھی کیونکر ممکن ہے کہ ایک مرد چار زوجائیں کرلیں اور کوئی مرد بیکار بے زوجہ کا رہے تعدد اُس وقت میں متناسب ہوتا جب مردم شماری مین عورتیں تعداد مرد سے مثلاً چوگنی ہوتی۔

پہلا جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ نیچرل صاحب کی کیا دلیل صحت پر اس مردم شماری کی ہے یورپ وغیرہ

کی نسبت ہمارا کلام نہین ہے ممکن ہے اون ملکون مین صحیح صحیح جانچ ہوتی ہو۔ مگر ایشیا و افریقہ بالخصوص ہندوستان کی مردم شماری تو یقیناً غلط ہے آپ اگر نمانین نہ سہی ہم جو شبانہ روز دیکھتے ہین تو ہم کیونکر صحت پر اس مردم شماری کے ایمان لے آوین وہ آپ کہین گے کہ غلط ہونے پر کیا دلیل ہے۔

اب سنئے بہت سے تجربہ و مشاہدہ ہمارے اس پر دال ہین (۱) یہ کہ دیہات و قریات مین بھنگی و پاسی جو فواید مردم شماری سے بالکل جاہل و ناواقف ہین یہی مردم شماری کرنیوالے ہوتے ہین۔ اکثرون کو ہزارون طرح کے شبہات اپنے ضرر کے لاحق ہوتے ہین جتنے وہ ضرور پوشیدہ کرتے ہین۔ اگر آپ کو یقین نہ آوے تو کسی قریہ یا دیہات کی آپ خفیہ مردم شماری کا امتحان کر لیجیے۔ (۲) مردم شماری کرنے والے اکثر بیگار و بلا اجرت کام کرنے والے ہوتے ہین اونکو زیادہ تجسس و دوڑ دہوپ کی ضرورت ہی کیا ہے جو گھر گھر جاکر ٹھیک پتہ لگا سکین۔ تخمیناً یا دیرانی اکثر مردم شماری اپنے حلقون کی کر لیتے ہین جو غیر صحیح بھی ہوتی ہے (۳) ہمنے خود دیکھا ہے بوقت مردم شماری اکثر جاہل لوگ اپنے گھر کے زن و مرد کی تعداد پوری ہونے اور نظر بد کے خیال سے نہین بتاتے۔ (۴) یہ بھی چشم دید امر ہے کہ بعض طبایع مردم شماری کو غیر مفید و مہمل خیال کر کے ازراہ مضحکہ چار کے پانچ بلکہ اس سے بھی زیادہ بتادیتے ہین۔ (۵) یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ ایک محلہ کی مردم شماری ہونے کے بعد اور درج رجسٹر ہونے کے بعد مرد و عورت اپنے عزیز و اقارب دوست و احباب کے مکان پر جا رہتے ہین وہان دوبارہ درج رجسٹر ہوجاتے ہین اگرچہ مردم شماری کرنے والے فی الجملہ اسکا خیال بھی کرتے ہین۔ مگر وہ خیال غیر مفید ہوتا ہے۔ غرض جو لوگ تعنیات مردم شماری پر ہو چکے ہین وہ خوب اس مردم شماری کی غلطی سے آگاہ ہین گے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ عورتون اور بچون کی مردم شماری مین زیادہ تر ایسے امور کا اندیشہ ہوتا ہے اونکی تعداد و تخمینہ بالکل غلط ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ گھر کے بیٹھنے والے ہین انکی تعداد سے اکثر بیرونی اشخاص نابلد ہوتے ہین بخلاف مردون کے اونکی تعداد کا جاننا اور جانچنا زیادہ دشوار نہین ہے کیونکہ وہ باہر نکلنے بیٹھنے والے ہین اکثر لوگ اونسے واقف ہوتے ہین یہ کم پوشیدہ رہ سکتے ہین پس انکی مردم شماری مین زیادہ غلطی کا احتمال نہین ہوتا۔ پس نیچرل صاحب کی عقل و دانش سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس مردم شماری کے اعتبار پر انتظام عالم جاری فرماتے ہین۔

دوسرا جواب اس شبہہ کا بر تقدیر صحت مردم شماری یہ ہے کہ بہت سے فرقہ ایسے ہین جنہین تعدد کیا ایک بھی زوجہ نہین کرتے۔ جیسے رہبان و تارک الدنیا جو یہود و نصاری و ہنود و مسلمین ہر فرقہ مین ہین۔ یا محتاج و تنگدست بے معاش لوگ اکثر ایسے ہین جو بخوف بے سرمایگی عقد کرنے سے محروم ہین۔ یا مخنث و خواجہ سرا یا غلام و جلق کے خوگر۔ یا قدرتی نامرد وغیرہ یہ لوگ کم نہین ہین بلکہ ہمیشہ سے انکی تعداد بہت ہوگی۔ پس انکے مقابلہ مین جو عورتین شمار مین آونگی وہ سب بلا شوہر رہین گی لہذا قانون الٰہی نے تعدد ازواج کو جائز کر دیا تاکہ وہ بے شوہر کے عورتین اس مصیبت سے نکلین اور بیکار نہ رہین۔

تیسرا جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ خالق عالم جس نے مردونکو عورتونسے زیادہ پیدا کیا وہ اس امر سے بھی ضرور واقف ہے کہ دنیا مین تعدد ازواج کی رسم قایم کرنے والی قومین کم ہین بہ نسبت اون اقوام کے جو ایک ہی پر اکتفا کرتے ہین اور انمین وہ بھی داخل ہین جو بالکل کوئی عقد نہین کرتے۔ پس ممکن ہے کہ خاص اون قبیلون مین جن مین تعدد ازواج جائز ہے کافی طور پر پیدائش عورت کی بھی ہوتی ہو۔ چنانچہ تجربہ ہمارا شاہد ہے کہ جن اقوام مین تعدد کا رسم ہے وہ کبھی حصول تعدد مین مجبور نہین ہوتے اور یہ کبھی نہین دیکھا ہے کہ کوئی شخص دو چار عقد کرنے کا قصد رکھتا ہو اور اوسکو عورتین ممکن نہون اور اوس مجبوری سے وہ ترک تعدد کیے۔ فطرتی اصول نے زن و مرد کے تعداد مین کمی اور بیشی ہمیشہ اسی مقدار سے رکھی ہے کہ سلسلہ بقاء نوع مین بوجہ توالد و تناسل کے خرابی نہ پیدا ہو۔ ہم تحقیق نہین کر سکتے کہ وجہ اسکی کیا ہے اور کس قاعدہ سے یہ انتظام جاری ہے لیکن تجربہ اور مشاہدہ ہمارے اسپر دال ہین۔

چوتھا جواب زمانہ جاہلیت جو زمانہ فترت بھی کہلاتا ہے تمام تاریخین اوسوقت کے حالات مین ہم پر ظاہر کر رہی ہین کہ عرب کی وحشی قومین لڑکی کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتے تھے۔ قیس شیخ بنی تمیم کا مکالمہ رسولخدا سے اس امر پر دال ہے جسکا ذکر ہم آیندہ کرینگے۔ اور یہ بھی اوس زمانہ کی تاریخ دیکھنے سے بخوبی ثابت ہے کہ قاعدہ ازدواج اوسوقت مین بالکل نامربوط و نامہذب تھا کوئی تعداد مقرر ہی نہ تھی ایک شخص بیسیون عورتین رکھ سکتا تھا۔ اب فرمایئے جبکہ پیدائش نسوان کا سلسلہ قتل سے روکا ہوا تھا اوسوقت مین اون عربون کو اسقدر عورتین کہانسے میسر آتی تھین پانچوان جواب۔ اخبار ایپرس لندن مین ایک مضمون بعنوان دو عورتون کے مقابلہ مین مردونکا شمار عظیم،، شایع ہوا ہے جسکے ضمن مین یہ بحث چھیڑی گئی ہے کہ شادی کس عمر مین کرنی مناسب ہے

صحیح جواب تو اس سوال کا یہی ہو سکتا ہے کہ عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ جسوقت اسکو معقول خاوند ملنے کا موقع ملے فوراً شادی کرلے ورنہ وہ کنواری ہی رہے گی۔ یہ مشورہ نہایت مستحکم دلائل پر مبنی ہے اب آجکل وہ زمانہ نہیں ہے کہ عورتین چھان بنان کر کے اپنے واسطے خاوند تجویز کرین کیونکہ اگر اوسوقت ممالک متحدہ کی تمام مردم شماری کرنے پر مستعد ہو جاوین تو ۱۲۵۳۰۹ عورتون کو شادی کیجانب سے مایوس ہو کر اپنی زندگی تنہائی مین گذران دینی ہوگی اعداد مندرجہ ذیل درج کر کے یہ خیال کیا گیا ہے کہ تمام مرد و عورتین بن بیاہی ہین لیکن منجملہ ۲۰۱۰۲۴۰۸ لڑکون و مردون کے اس ملک مین صرف ۰۵۰ ۲۷ ۶۸۶ مرد بیاہے ہوے ہین اور ۵۰ ۱۱۱۷ رنڈوے ہین۔ بن بیاہے مردون کا صحیح شمار ۱۲۵۲۴۹۵۳- اور بن بیاہی عورتونکا شمار ۱۲۷۲۴۶۴۷ ہے پس اگر بن بیاہے مردون کی شادی کر دی جاوے تو عورتین ۲۰۰۵۹۴ عورتین بن بیاہی رہینگی اور اونکو خاوند ملنے مین نہ روپیہ مدد دیگا نہ الفت کام آوے گی۔ انتہےٰ۔ تو اب فرمائیے ۲۰۰۵۹۴ عورتونکا بیاہ کیونکر ممکن ہے بجز اسکے کہ تعدد ازدواج کی رسم کو جاری کرین۔

الغرض یہ تو فواید تعدد ازدواج کے تھے۔ اب اس رسم کے ترک کرنے سے جو نقصانات ہین اونسے بھی واقف ہونا چاہیے۔

اس رسم کے ترک ہونے کے نقصانونمین سے ایک نقصان یہ ہے کہ وہ انگلستان مین بیشمار عورتین غیر منکوحہ رہ کر دو گناہ عظیم۔ یعنے زنا۔ اور اوسکے چھپانے کے قتل اولاد و اطفال مین کثرت سے مبتلا ہو رہی ہین۔

چنانچہ ایرش ٹائمز مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۸۹۶ء دیکھیے معلوم ہوا انگلینڈ خاص مین بحساب تین ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہین کیونکہ دس برس مین تیس ہزار بچے قتل ہوے تکیہ چھوٹی چھوٹی قبروںسے بھرے ہین مگر تین ہزار اونمین سے بے دفن و کفن ہو چکے ہین۔ بعضی گرجا گھر ونمین بعض اصطبلونمین۔ بعض مکان کی چھت مین۔ بعض خالی قبرستانونمین بعض کاغذات کے صندوق مین۔ بعض نالونمین گھر کا کوڑا پھینکنے کے مکانونمین۔ صندوقونمین مکانون کی نیو مین۔ ریل گاڑی مین نشستگاہونمین۔ ریلوے گھر مین جہان اسباب رکھا جاتا ہے پوٹلی مین بندھے ہوے کاغذ مین لپٹے ہوے۔ اور راہونمین۔ خندقونمین ننھی ننھی لاشین۔ پاخانونمین۔ ٹکڑے کیے ہوے۔ نابدانونمین۔ ملتی ہین معلوم نہین گر

کتنے بے گناہ بچے مقتول مدفونون مین اور دریاؤمین ڈبوئے گئے کہ جنکا نشان بھی نہین مل سکتا ایکسال لنڈن مین جو پایہ تخت انگلستان ہے فقط اوسکے کوچون مین (۱۸۷۳) لاشین ننھے ننھے بچون کی پڑی ملین۔ یہان بہت سی ایسی عورتین اور بعض مرد بھی ہین جو دیکھنے مین بھلے آدمی ہین اونکا پیشہ یہ ہے کہ بچون کو ماؤن سے لیکر اپنے گھرون مین پالنے کو لاتے ہین اور بھوک وپیاس یا استعمال زہر وغیرہ سے بچون کو ہلاک کرتے ہین۔ بعض حرامکار مائین ایسی ہین کہ وہ (۶۰۰۰) تک ان قتالون کی نذر بخوشی کرتی ہین۔....... اگرچہ ہزارون اسطرحسے قتل ہوتے ہین تب بھی وہ نطفہ حرام جو زندہ ہین تعداد مین بیشمار ہین۔ یہ جو حال لکھا گیا فقط انگلینڈ کا تھا اسکاٹلینڈ۔ ویلز۔ آیرلینڈ۔ اس سے علیحدہ ہین ورنہ فقط لنڈن مین مجھے یاد ہے کہ ایکسال عدد اولاد نکاحی ۱/۴ اور ولدالزنا ۳/۴ تھی (از اودھ اخبار نولکشور نمبر ۲۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۸۷۱ء)۔

مقدس پولوس کی ترغیب سے عیسائیون کے مقدس قادرون نے جب گسائیون کی روش اختیار کی تو تالاب صاف کرانیکے وقت ان بزرگ پادریونکی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ انکے محروم رہنے کیوجہ سے چھ ہزار حرامی بچون کی کھوپریان اوسمین سے نکلین۔ جو اونھون نے بغرض اخفائی زنا اوس تالاب مین ڈالدین تھین۔ اور معلوم نہین کہ زیر زمین کتنے ایسے بے گناہ دفن کئے گئے ہونگے۔ پس عدم تعداد ازواج باعث ظلم وانظلام ہے اور بنا برہدایت قرآن مجید بعد حضرت ابراہیم جو انبیا گذرے وہ ملت ابراہیمی پر تھے اور منشاء ملت ابراہیمؑ کیا تعداد ازواج ہے۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ کے چھوٹے بیٹے اسحاقؑ کی اولاد مین سے حضرت موسیٰؑ نے جو ایک مدت کے بعد اوسی ملت کو ترویج فرمایا اور رسمون کی بیخ کنی کرکے صاف وستھرا کردیا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کو ننہالی نسب سے جو کہ اسحاقی تھے یہ ضرورت پڑی کہ اپنے وقت کی مصلحتون کے بموجب اوس طریقہ کی ترمیم کرین اور رواجون سے اوسے صاف وستھرا کرین اور یہودیون کے غلط اجتہادونسے تو اسیطرح سے جناب رسالتمآب اور حضرت امیر علیہ السلام اور آئمہ معصومین کہ جو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے تھے۔ کہ جو بڑے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے تھے زمان فترت مین پھر اوسی پرانی ملت کی ترمیم حسب مصلحت وقت وحکم الٰہی کرکے اوسکے غلط رواجون اور اجتہادون سے یہود ونصارا کے پاک کرکے ٹھیک ٹھیک مرکز پر بٹھا دیا موافق اصلی تعلیم خلیل جلیل کے اور بموجب کلیات حکمت ناموسی وحکمت اخلاق کے پس درحقیقت

شریعت موسوی و شریعت عیسوی - و شریعت محمدی صلعم ایک ہے ملت ابراہیمیؑ مین فرق اتنا ہے کہ
تعلیم اسلام نظام عدل پر ہے مثل شریعت حضرت موسیٰؑ کے بخلاف شریعت حضرت عیسیٰؑ کے
کہ وہ نظام حب پر تھے جیسا کہ اونکے حکمونسے معلوم ہوتا ہے - کہ جو ایک گال پر طمانچہ مارے
تو اوسکے آگے دوسرا گال بھی جھکا دو کہ ادھر بھی مار لو اور جو بیگاری پکڑکے کوس بھر لیجاوے تو دو کوس
اوسکے ساتھ چلے جاؤ - اور تمھین گالیان دے تو اوسے دعائین دو - اسی نظام حب کی بنا پر
عورت کا خیال کر کے تعدد ازواج کو اگر اچھا نہ سمجھا ہو تو عجب نہین حالانکہ ممانعت صریحی انجیل مین
بھی نہین ہے -

بہرکیف حصر عقلی ہے انھین دو نظامون پر ساری خدائی کے انتظامونکا پس تعلیم حکمت یا مذہب کی
ان دو طریقون سے خارج ہو وہ ٹکسال باہر ہے اور عاقلونکی پابندی کے قابل نہین اب رہا
اختلاف اسمین ہے کہ ان دونون نظامون مین ترجیح کسے ہے اخلاقی حکیمون مین مشہور یہ ہے
کہ بہتر نظام حب ہے اور یہ افتخار سچے عیسوی مذہب کے واسطے کافی ہے - اور تحقیق اسلام یہ ہے
کہ حب حیوانی جائز نہین اور حب انسانی مستلزم عدل ہے پس شریعت محمدی کے نظام عدل پر
ہونے کیوجہ سے نظام حب پر بھی ہوے اور اسلام نے طریقہ جمع کا ان دونون نظامون مین
یہ اختیار کیا کہ آدمی کو اپنے ذاتی معاملہ مین غیر سے واجب بھر تو عدل کا برتاؤ ہے اور بہتر
طرح دینا اور معاف کرنا حب کے نظام پر اور دو غیر ونمین فیصلہ کرنا منحصر ہے عدل کے نظام پر
مگر یہ کہ وہ دونون خود نظام حب پر آپسمین ملاپ کرلین - اور یہ طریقہ جمع کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے اور انکے مشہور افادات مین پس کثرت ازواج کا مدار نظام عدل پر ہے
جو طریقہ موسویؑ و ملت ابراہیمی سے مطابق ہے اور اسی نظام عدل کی بنا پر احکام قصاص و
میراث وغیرہ جاری ہوتے ہین - اور اسنے نظام عدل کی بنا پر شریعت نے ہمکو یہ بتایا ہے
کہ کن عورتونسے ہمکو نکاح نہ چاہیے اور کس سے نکاح درست ہے -

اب ہم اس امر کو بیان کرتے ہین کہ رسم تعدد ازواج اسلام مین نظام عدل پر ہے -

تعدد ازواج ازروی نظام عدل

اسلام نے محض اس رسم تعدد ازواج کو جو پہلے سے چلے آتے تھے قبول کرنے پر اکتفا نہین کی
بلکہ اسنے مشرقی عورتون کی حالت پر نسبت کچھ مفید اثر ڈالا - عورتون کی حالت پر سلام کے

اثر کو دریافت کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم معلوم کرین کہ قبل از اسلام اونکی کیا حالت تھی جو برتاؤ عورتون کے ساتھ قبل از اسلام ہوتا تھا اوسکا پتہ ہمین قرآن کے بعض احکام نواہی سے ملتا ہے

"اے مسلمانون تمھاری مائین۔ اور بیٹیان اور بہنین۔ اور پھوپھیان۔ اور خالائین۔ اور بھتیجیان۔ اور بھانجیان۔ اور دائیان جنھون نے تمکو دودھ پلایا ہے۔ اور دودھ شریک بہنین۔ اور تمھاری ساسین۔ (یہ سب) تمپر حرام ہین۔ اور جن بی بیون کے ساتھ تم صحبت داری کر چکے ہو اونکی لڑکیان۔ (یعنے مادر جلو) جو (غالبًا) تمھاری گودون مین پرورش پاتی ہین (تمپر حرام ہین) لیکن اگر ان بی بیون کے ساتھ تمنے صحبت داری نہ کی ہو تو (مادر جلو لڑکیون سے نکاح کر لینے سے) تمپر کچھ گناہ نہین اور (تمھاری بہوین یعنے) تمھاری (صلبی) بیٹونکی بیبیان (بھی تمپر حرام ہین) اور دو بہنونکا۔ ایک ساتھ نکاح مین رکھنا (بھی تمپر حرام ہے) سورہ نساء آیت ۲۳۔

ان احکام نواہی سے معلوم ہوگا کہ جن اقوام کے لیے ان احکام کی ضرورت ہوے اون کا اخلاق کیا تھا۔ لیکن البتہ جب یہ امر ہمارے مد نظر رہے کہ زمانہ قدیم مین کل اقوام سمیٹیا [1] کے اطوار ایسے ہی تھے تو ہم اعراب جاہلیت کو زیادہ سخت نظرون سے نہین دیکھ سکتے وہ احکام نواہی۔ جو توریت کی کتاب احبار۔ کے اٹھاروین باب کی چھٹی آیت سے اٹھاروین آیت تک درج ہین بجنسہ ان احکام کے مماثل ہین اور اونسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اونسے قبل کی حالت اخلاقی نہایت ہی ابتر ہے۔

خدا نے بیشک تعدد ازواج کی اجازت دی مگر ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ۔

"اگر تمکو اسبات کا خوف ہو۔ کہ کئی بی بیون مین برابری نہ کرسکو نگا تو اسصورت مین ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔ یا جو لونڈی تمھارے قبضہ مین ہو اوسپر قناعت کرو۔ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے۔ یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ چونکہ پورا پورا عدل مساوات کلی محبت ودلی الفت اور مباشرت وغیرہ مین محالات سے ہے۔ بعض حالتونمین عورت کو کئی معذوریان ہوتی ہین اور بعض وقت مرد کو کئی مجبوریان اور عدل حقیقی ناممکنات مین سے ہے۔ اسلیے

[1] محققین علم الانسان نے مختلف توجیہات کی بناپر جنمین زیادہ تر زبان کا لحاظ رکھا گیا ہے کل اون اقوام کو جنھون نے وقتًا فوقتًا ملک عربستان اور ایشائے کوچک مین بود و باش کی ہے یعنے عرب۔ یہود فنیقے۔ عبرانی۔ شامی۔ بابلی۔ اسیری کو ایک خاندان مین شامل کر دیا ہے اور اسکا نام خاندان سمیا طیقی رکھا ہے۔

ضرور تھا کہ خدا اوس عدل کی تفصیل کرتا جسمین انسان عقبی مین ماخوذ نہ ہوسکے تو وہ عدل یہ ہے کہ وہ گو دلی الفت اور مباشرت مین مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ اوسکے اختیار اور فطرت سے باہر اور از قبل تکلیف مالایطاق ہے۔ لیکن مواجب وحقوق اور شب باشی مین سب کے سات مساوات ملحوظ رکھے اور ایک طرف زیادہ مایل اور دوسری طرف سے بے پرواہی نہو جاوے چنانچہ سورہ نسا کی (۱۲۹) آیت مین خدا فرماتا ہے ''ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ'' یعنے تم کتنی ہی سعی کرو۔ دلی محبت دلی الفت مباشرت اور ہر ایک امر مین برابری اور عدل حقیقی محال ہے لیکن وہ عدل جو انسان کی وسعت اور مقدور کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور کرنا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ ''فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ'' یعنے انسان ایک ہی بیوی کی طرف نہ جھک پڑے کہ دوسری معلقہ رہ جاوے۔ یعنے نہ بیاہی ہو نہ مطلقہ۔ بلکہ دونون کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ مواجب اور حقوق اور حسن معاشرت اور شب باشی وغیرہ مین جو اسکے حد اختیار کے اندر ہے۔ سب کو برابر سمجھے اور انسانی حد کے اندر تک ہر ایک سے سلوک کرنا یہی تقوی کی راہ ہے جیسا کہ خدا تقوی کی نسبت بھی فرماتا ہے ''واتقوا اللہ حق تقاتہ'' خدا سے اتنا ڈرو جتنا اسکا حق ہے اور پھر تفصیل کردی کہ ''فاتقوا اللہ ما استطعتم۔'' جہانتک تمہاری طاقت و وسعت ہے وہانتک ڈرو کہ یہی ڈرنے کا حق ہے۔ بہر حال شب باشی خرچ اخراجات و مواجب وحقوق مین سبکو مساوات چاہیے جو انسان کی استطاعت کے اندر ہے۔ شرط عدل ہے۔ لیکن دلی الفت ومحبت یکسان ہونا۔ یہ انسانی فطرت سے باہر ہے اور اسلیے یہ شرط کہ جواز قسم تکلیف مالایطاق ہے۔ مقرر ہو نہین سکتی۔ اور اگر رو پیہ ہو تو اسقدر عدل ہے انسان کسے سخت مشکل ہے اور بغیر اشد ضرورت کے اسقدر تعلقات کا بوجھ اوٹھا نہین سکتا۔ اور اسلیے ان شرایط پر بھی کسیکو دوسری شادی کرنے کی مشکل جرات ہو سکتی ہے جب ایک عورت کی پوری خبرگیری کرنے مین قصور ہونے لگے تو پھر خدا نے صاف سورہ نسا کی اسی (۱۲۹) و (۱۳۰) آیت مین اون عورتون کو یا تو بھلے طور پر رکھنے یا ایک تخت چھوڑ دینے کا حکم فرمادیا ہے جسمے ناانصافی یا عورت کو تکلیف دینے کا واہمہ بھی دلمین نہ ہونا چاہیے چنانچہ خود خدا فرماتا ہے ''وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما'' اور اگر تم آپس مین موافقت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرو نہ

بچے رہو تو خداوند کریم غفور الرحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت مین جو زیادتی ہوگی معاف کردیجاویگی اور اگر میان بی بی مین اصلاح کی صورت کوئی نہ بنے۔ اور ایک دوسرے سے جدا ہوجاوین تو خدا اپنے خزانہ غیب سے دونون کو بے نیاز کردے گا۔ خدا کے یہان بڑی گنجایش ہے اور اوسکی تدبیر بڑی محکم ہے۔ اب نظر انصاف کرو کہ تعدد ازواج کا حکم بنا بر نظام عدل کے کیا اچھا ہوا مقرر ہوا ہے۔

متعہ

جبکہ تعدد ازواج جائز ہے تو اب متعہ کی حقیقت پر بحث لازم ہے۔ متعہ نکاح کی ایک قسم ہے جسمین ایجاب و قبول، مہر، عدہ لازم ہے۔ متعہ نکاح میعادی ہے۔ جس طرح سے اولاد منکوحہ وارث ہے اپنے مان باپ کی اوسی طرح سے اولاد متوعہ کی بھی وارث ہوتی ہے۔ لیکن زوجہ متوعہ البتہ وراثت نہ پاوے گی۔ یہ سب باتین حرام سے بچنے کے واسطے کی گئی ہین۔ اور اس طریقہ ازدواج مین یہ حسن ہے کہ مثلاً کوئی مسافر ہے یا فوجی ہے جسکا قیام ایکوقت خاص تک اوس مقام پر ہے تو وہ زوجہ دائمی کیونکر کرسکتا ہے۔ یا وہ عورت واسطے دوام کے راضی نہ ہو۔ یا مرد کو حضر یا سفر مین ہمیشہ کے واسطے قدرت تکفل دائمی نہ ہو۔ اور نہ کرنے مین اندیشہ حدوث امراض خطرناک کا ہو۔ یا حرام کاری کا اندیشہ ہو ان سب ضرورتون سے تحفظ حرام کاری سے کرایا گیا اور اجازت ازدواج واسطے ایک مدت خاص کے بھی دی اور اسیکو متعہ کہتے ہین بہت سے مسلمان ایسے ہین کہ اونھون نے تا دم مرگ نکاح نہین کیا بلکہ ایک ہی عورت سے چند بار متعہ مین اتنی مدت معین کی لی جو عمر بھر کے واسطے کافی رہے۔ بعضے ایسے ہین کہ جنھون نے ایک ہی نکاح کرلیا اب اونکو ضرورت دو یا تین زوجاؤن کی ہے اونھون نے اس خیال سے کہ نکاح مین زحمت بہت ہے عدالت بھی برابر مشکل سے ہوگی[1] لہذا اپنی ضرورت کو اونھون نے متعہ کرکے رفع کیا۔ بہرحال مسلمان جو کچھ کرتے ہین پابندی شریعت کے ساتھ اور حرام کاری سے ضرور بچتے ہین۔ بھلا کسی اور قوم کو بھی ذریعہ آسان سے حرام کاری سے بچنا نصیب ہوا ہے۔

[1] یہ شبہ نہو کہ متوعہ بھی انسان ہے اسکے ساتھ عدالت کے برتاؤ نہ کرنیمین سراسر ظلم ہے۔ ظلم اوسوقت ہوتا جبکہ عورت کی ناراضی ہوتی اور جب عورت سے کہدیا کہ وہ برتاؤ تجھسے نہ کیا جاویگا جو زوجہ منکوحہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اوسپر وہ راضی بھی ہو تو پھر ظلم نہوگا۔ دوسرے یہ کہ مراد عدالت سے یہ ہے کہ چند حقوق جنکا لحاظ منکوحہ دائمی کے ساتھ لازم ہے وہ متوعہ سے لازم نہین جیسے شب باشی مین مساوات یا میراث کا ملنا یا نفقہ کا ملنا وغیرہ یہ سب امور رضامندی سے ہین ۱۲ منہ

اگر کوئی بچا ہے تو امراض خطرناک یا مصائب و تکلیفات مین مبتلا ہو کر۔ اس زمانہ مین یورپ کی جدید روشنی سے ایک فوجی فرقہ (ریکروٹ) ایسا پیدا ہوا ہے کہ ہمیشہ دور دور از ملکون مین پھرتے ہیں ونیز تا زمانہ معین جبتک وہ فوجی تعلیم سے فارغ نہون اپنی عورتون کو بے وارث چھوڑنا اونکی عزت اسکو گوارہ نہین کرتی پس وہ نکاح سے باز رہتے ہین۔ پھر یا تو اونمین مادہ رجولیت نہین ہے۔ اور ہے تو حرام کاری کرتے ہونگے اگر حرام کاری سے بچتے ہونگے تو کیسی نفس کشی کی مصیبت جھیلنا پڑتی ہوگی۔ پھر کیا اگر وہ اس مبارک رسم سے فیضیاب ہوتے تو ان مصائب مین مبتلا ہوتے ہر گز نہین ۹۔ شریعت اسلام نے حرام کاری و حفاظت خود اختیاری کو جملہ امور پر مقدم رکھا ہے اور اس رسم کو جاری فرما کر اسکے واسطے بھی احکام و قیود مقرر کر دیے ہین۔ اور چونکہ خواہش ہم بستری کی ایک فطری شے ہے پس اوسکے واسطے جائز طریقہ مقرر نہ کئے جاتے تو کیونکر وہ ناجائز طریقون سے بچ سکتا عورت ہر ماہ مین اٹھ نو روز بیکار نا قابل مباشرت ہوجاتی ہے اس زمانہ نا قابلیت مین اگر دوسری عورت نہ ہو تو مرد کی خواہش کیونکر رفع ہوسکتی ہے ایام حمل سے تا ولادت و تا ایام رضاعت دو سال چھ ماہ کامل نا قابل مباشرت رہتی ہے جو بہت دراز زمانہ ہے اور یہ امر عقلاً و حکمتاً و از روے تجربہ اظہر من الشمس ہے کہ ایام حیض و ایام حمل مین خلقت کامل نہ ہوجانے سے اور ایام رضاعت مین مباشرت جنین و عورت دونون کے لیے سخت مضر ہے بلکہ زہر ہے۔ جیسا کہ مفصلاً سابقاً بیان کیا۔ اب ان ایام نا قابلیت مین بیچارہ مرد کیونکر خواہش نفسانی پوری کرے پس اس چندروزہ نا قابلیت زن کے واسطے دائمی تعلق کسی سے پیدا کرنا اور نکاح کرنا ایک بار عظیم کا سر پر لینا ہے بعض ایسے مفلس و نادار ہین کہ دائمی تکفل پر قادر نہین پس وہ بیچارے کیا کرین لہٰذا یہ چندروزہ کسی عورت سے تعلق جائز کر کے اپنی خواہش کو دفع کرنا اور حرام کاری سے بچنا عین عدل[له] و انصاف ہے"

والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم

جاریہ

شریعت اسلام نے تیسری قسم کی عورت جو مرد کیواسطے جائز کی ہے وہ لونڈی ہے۔ جو عیسائی اعتراض

[له] متعہ کی بحث سے حضرات اہلسنت سے مناظرہ مقصود نہین ہے۔ اسی بحث کو حضرات اہل سنت صدر اسلام مین (جب اونکے نزدیک بھی متعہ جائز تھا) منطبق کرین اور حضرات شیعہ اب بھی جواز کے قایل ہین اونکے واسطے جواز کے مصالح و فواید اس زمانہ مین بھی یہی ہون گے ۱۲ منہ

کرتے ہین کہ مذہب اسلام نے اجازت دی ہے کہ لونڈیون کے نام سے جتنی عورتین کوئی چاہے گھر مین ڈال لے۔ اسمین اور رنڈی بازی مین کچھ فرق نہین ہے۔

اس اعتراض مین لائق تنقیح دو امر ہین۔

(۱) یہودیون مین جو لونڈی رکھنے کا رواج تھا مذہب عیسائی نے اوسکی نسبت کیا کارروائی کی اسلام مین لونڈیون کے احکام کے متعلق حملہ کرنے سے معترض اپنے مذہب کو لازماً اس سے خالی قرار دیتا ہے اگر کوئی شخص اناجیل کے لفظ لفظ پڑھے تو وہ ضرور یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ جس صورتین یہودی شریعت مین یہ رواج بہت ترقی پر تھا اور انجیلونمین اسکی ممانعت کا اشارہ تک نہین (اور بالفرض ہو بھی تو احکام توریت کی تنسیخ کا انجیل کو اختیار ہی کیا ہے) اس بنا پر ضرور در انجیل نے اسکو تسلیم رکھا ہے پھر اسلام پر اعتراض کیون ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ یہود کی شریعت مین لونڈی کو بطور بیوی کے رکھنا تعدد ازدواج کی ایک صورت تھی اور ان دونون صورتونمین مذہب عیسائی ہرگز مانع نہین ہوا غلامی کو حضرت مسیح نے کبھی نہین روکا اور اس امر کی کھلی کھلی شہادت ملتی ہے کہ لونڈیون کو بطور بیوی کے گھر مین ڈال لینا عیسائیونمین رائج رہا ہے۔ ملاحظہ ہو انسکلوپیڈیا برٹینکا مین لونڈیون پر مضمون لکھتے ہوے لکھا ہے کہ "پوپون کے خطوط کے بعض فقرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعلقات کی اونھون نے اجازت بھی دی تھی" اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف عیسائی مین اس امر کا رواج رہا بلکہ اونکے مقدس پوپون نے بھی اسکو جائز قرار دیا ہے اور اجازت دی ہے۔ پھر وہی مضمون لکھتے ہین کہ "ٹولیڈو کی کونسل اول کا جلسہ جو سنہ ۴۰۰ء مین ہوا تھا قاعدہ ہفدہم یہ ہے کہ جو شخص ایک پاکدامن بیوی کی موجودگی مین لونڈی کو گھر مین ڈال لیتا ہے اوسکو خارج کیا جاوے گا۔ لیکن اگر وہ لونڈی بیوی کیطرح اوسکی خدمت کرے اور ایک ہی عورت جسکو لونڈی کہا جاتا ہے اسکے پاس ہو تو پھر اوسکو خارج نہین کیا جاوے گا۔ یہ طریقہ صرف عوام الناس کے لئے ہی جائز نہ تھا بلکہ پادری جنکو نکاح کرنے کی اجازت تھی اونکو بھی اسیطرح لونڈی گھر مین ڈال لینے کی اجازت تھی۔ اسکے بعد جو کونسلین ہوئین اونھون نے لونڈی کا نام بدکار عورتون پر بھی بولا ہے جو گھر مین ڈال رکھی جاتی ہین"

(۲) جس طریق سے اسلام نے لونڈیون کے ساتھ وطی جائز رکھی ہے اوس مین اور رنڈی بازی مین کچھ فرق ہے یا نہین۔ بیشک لونڈیون کو گھر مین ڈالنا یہ نکاح کی ایک خاص صورت تھی

بمطابق ... سوسائٹی مین بلحاظ غلامی کے رواج کے بعض اوقات ضروری ہوتا تھا۔ عیسائیون نے اس رواج کو کسبیون کے پیشہ کے برابر ٹھہرایا ہے جسمین وہ ایک بہت بڑی غلطی مین گرفتار ہوے ہین۔ کسبیان وہ عورتین ہین جنکا پیشہ یہ ہے کہ جو شخص انھین کچھ معاوضہ دیدے اوس سے ارتکاب زنا کرین۔ لونڈی کو گھر مین ڈال لینے سے یہ منشا ہوتا ہے کہ آقا اوسکو بطور بی بی کے رکھے بلحاظ تعلقات زن و شوہر۔ لونڈی اپنے آقا کی بیوی اور آقا لونڈی کا خاوند ہوتا ہے۔

کسبی بازار مین بیٹھتی ہے ایک پر منحصر نہین بلکہ دس بیس سو پچاس سے بھی معاوضہ لینے پر بند نہین ہے لونڈی کیا بازار مین بیٹھتی ہے۔ یا سواے اپنے آقا کے جو اوسکا خاوند ہوتا ہے کسی اور سے ہمبستری کرتی ہے یا کسی سے کچھ معاوضہ لیتی ہے۔ کسبی سے اولاد جو آقا سے پیدا ہوتی ہے وہ صحیح اور جائز اولاد سمجھی جاتی ہے اور مثل اولاد منکوحہ اوسکی جائز وارث نہین ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ لونڈی اور بیوی مین کوئی فرق نہین ہے اور اگر ہے بھی تو صرف حیثیت کا کہ وہ آزاد بیوی کے برابر حیثیت نہین رکھتی پس ایسے تعلقات پر اگر کوئی اعتراض ہے تو یہی کہ وہ نکاح کی ایک ادنی صورت ہے جسمین عورت کو برابری کے حقوق نہین دیئے گئے اور رسم نکاح اس طریق سے ادا نہین ہوئے جس طرز پر آزاد عورتون کی رسم نکاح ادا ہوتی ہے لونڈی کے گھر مین ڈالنے کو نکاح کی ایک رواجی صورت کہ سکتے ہین جسمین باوجود بعض تفاوتون کے نکاح کے اغراض حاصل ہین۔ اس قسم کے رواج ابتک بعض عیسائی ممالک مین پائے جاتے ہین خصوصاً جرمنی مین یہ رواج ابتک ہے بفرق صرف اسقدر کہ وہان اگر منکوحہ بیوی کی اولاد موجود ہو تو لونڈی کی اولاد وارث نہین ہوتی اور اگر منکوحہ بیوی سے اولاد نہ ہو تو اوسوقت لونڈی کی اولاد کو باپ کی جائداد کا ایک تہائی حصہ ملتا ہے۔ اور اسلام مین بہرحال لونڈی کی اولاد وارث ہے برابر سے۔

نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم
واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ وبشر المومنین

بعض متعصبین کا اعتراض اسلام پر یہ ہے کہ مسلمانو نمین اس آیہ وحرث لکم ... عورتون کے ساتھ وطی فی الدبر کا حکم ہوا ہے۔

یہ محض اونکا جہل وتعصب ہے ہرگز ہرگز قرآن اسکی اجازت نہین دیتا بلکہ قرآن کی ہدایت اسکے خلاف ہے۔ اسی آیہ کے ذریعہ سے ہر ناجائز طریق کو منع کیا ہے۔ دیکھو ترجمہ لفظی اسکا

"تمھاری عورتین (قدرتی تعلق کی جہت سے) تمھاری کھیتیان ہین (یعنے نسل انسانی کے تولد کا محل) تم اپنی کھیتی مین جب یا جسطرح چاہے آؤ (آگے سے یا پیچھے سے جو آسن ہو نہ یہ کہ مبرزمین دخول کرو) مساس کرو بوس وکنار کرو محبت آمیز باتین کرو۔ مگر شہوت رانی کی غرض سے نہین بلکہ) قدموا لانفسکم،، یہ تمام فعل ایسے طریق سے کرو کہ آیندہ کیواسطے ہر قسم کی خیر وبرکت کا موجب ہو۔ اور ایسے وقت مباشرت کرو جس سے صالح اور تندرست اولاد کے پیدا ہونے کا یقین ہو اور اولاد کی جسمی اور روحی حالت عمدہ سے عمدہ ہو۔

"واتقوا اللہ،، اور مباشرت مین افراط وتفریط کرنے اور اس بارہ مین حد اعتدال سے بڑھنے مین اور خلاف وضع فطری امور کے ارتکاب سے جسمین اولاد کے پیدا ہونے کی کوئی صورت نہین۔ محض حیوانون کیطرح شہوت رانی ہے تم ان باتون مین خدا سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تمھین اللہ تعالے سے ملنا ہے۔ اور ساری بداعتدالیون اور خلاف وضع فطری کامون سے باز پرس ہونیوالی ہے اور اے نبی جو لوگ خدا کے کلام پر یقین رکھتے ہین اور اسکے ہدایتون کے موافق کام کرتے ہین انکو بشارت دیدے کہ خدا انکو اولاد صالح عطا فرمائیگا جو دنیا و دین مین انکے کام آئے گی اور حسن عاقبت کا موجب ہوگی،،

اب نہین معلوم آیت پر اعتراض کیا ہے اور اغلام کا حکم کسمقام سے نکلتا ہے۔ عقلی فائدہ بھی جماع کا اسمین متصور نہین بلکہ ضرر کا خیال ہے اسلیے کہ ہر سوراخ کا ایک ہی پر قیاس کرنا صحیح نہین عضو ہر دو فرج عورت مین ایک خاص طرحکی قدرتی نرمی وگرمی ہوتی ہے کہ وہ صدہا بیماریون کی طرفین کی دوا ہوتی ہے اور وہ مخصوص عضو ویسے عورت ومرد کے ہے یہی وجہ ہے کہ کثرت لواطہ یا جلق سے مخصوص عضو ایسے گناہ گارون کے ایسے مضمحل ہوجاتے ہین اور رگین ملجاتی ہین کہ وہ بیکار ہوجاتے ہین اور کبھی رطوبت آجاتی ہے اور طبیعت متوجہ دفع نہین رہتی اور یہ باعث نامردیکا ہوتا ہے اور اسوجہ سے ابتدا مین اگر لواطی ومجلوق وغیرہ بہ تکلیف ایک آدمی بار بھی عورت سے تعلق کرکے دیر تک تامل کرین تو بہاپ سے عضو مخصوص زن سے مرد کے عضو مخصوص کو ایک سینک پہونچتی ہے کہ وہی علاج ایسے نامردیکا ابتدا مین ہوجاتا ہے اور ایسی ہی مصلحتون سے خدا نے لواطہ کو حرام کیا ہے اور جلق کو بھی بلکہ بعض اخبار احاد مین یہانتک تاکید ہے کہ گویا اوسنے اپنی مادر سے زنا کیا۔

اور شاید یہ کنایہ ہے اس سے کہ نطفہ ایک جسمانی جزو ہے مان باپ کا اوسکی اولاد مین

اور وہ جز اسکے ہاتھ وغیرہ مین بھی شریک ہے تو جب اوسنے اپنے ہاتھ وغیرہ سے ایسی حرکت کی تو گویا ماں باپ سے بے ادبی کی پس یہ آیت سراسر حقانی فلاسفی سے بھری ہوئی ہے اور اسکے لفظ لفظ مین ہدایت اور فطرت پر چلنے کا ارشاد ہے اس آیت نے اپنے مفہوم مین سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے اور طبعی اقتضا کے موقع پر اور ایک اعتدال کے ساتھ جبکہ اولاد پیدا ہونیکا خیال ہو باقی تمام خلاف وضع فطرے امور اور افراط و تفریط کثرت جماع اور ایک قسم کی شہوت پرستی و بدکاری و بدافعالی سے منع کر دیا ہے اور ”حرث“ کا لفظ استعمال کرکے تمام بداعتدالیوں بدافعالیوں کو قانون قدرت و آئین فطرت کے خلاف ثابت کرکے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات کا راستہ بتا دیا ہے کیونکہ ”حرث“ کا لفظ جسکے معنے کھیتی کے ہین صرف زمین کے اوسے مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جسکو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک و صاف کرکے محض زراعت کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور اوسکی تخم ریزی کرکے غلہ کی پیدائش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطع زمین پر جسمین یہ صفات نہوں ہندی زبان مین بھی کھیتی کا لفظ استعمال نہین کیا جاتا چنانچہ تفاسیر مین معنے ”حرث“ کے لکھے ہین وہ الحرث الارض المیتئة للزرع ” حرث کے معنے وہ قطعہ زمین ہے جو زراعت کے لیے تیار کی گئی ہو اور۔ نساءکم حرث لکم امے محل ذرع عکم للولد“ یعنے اولاد کے پیدا ہونے کا محل ہین۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب خدا نے اس آیہ شریف مین عورت کو کھیتی سے تمثیل دی ہے اور کھیتی وہی ہے جہان کہ پیداوار اگ سکے دوسری زمین شور اور بنجر وغیرہ جہان کسی قسم کی پیداوار نہین ہو سکتی کھیتی نہین کہلاوے گی۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ خدا نے اس آیۃ کے ذریعہ سے بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے دوسرے ہر ایک قسم کے ناجائز حرکت سے بنی نوع انسان کو روک دیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر عورات سے اغلام، مجامعت فی الحیض وغیرہ دیگر جسقدر اسطرح کے افعال بخلاف وضع فطرتی ہین وہ ”حرث“ کے مفہوم مین نہین آسکتے بلکہ اس لفظ ”حرث“ کے اختیار کرنے سے رنڈیبازی وغیرہ کی بھی ممانعت سمجھنا چاہیے کیونکہ اونکے رحم بھی منبع نسل انسانی نہین رہتے بلکہ زمین شور کے حکم مین ہین اور اسجگہ لفظ ”ارض“ بجائے ”حرث“ کے استعمال نہین کی۔ یعنے یہ نہین کہا کہ عورتین تمھاری زمین ہین۔ بلکہ فرمایا کہ وہ تمھاری کھیتی ہین۔ تاکہ کسی شخص کو خلاف وضع

فطری اموز کا گمان بھی نہ ہو سکے اور اگرچہ ایک لحاظ سے ”حرث“ (کھیتی) یہی زمین ہی ہے اور جسقدر اقسام کے قطعات زمین ”پہاڑی، ٹیلے، ملایم، سخت، و شور ہوتے ہیں وہ سب حقیقت کے لحاظ سے زمین ہی ہیں مگر ”حرث“ صرف اوسے قطع کو کہتے ہیں - جو زراعت کے قابل اور زراعت کے لیے مخصوص ہو پس دیکھو کہ ایک لفظ ”حرث“ کے اختیار کرنے مین خدا نے کسقدر فلاسفی بھری ہے - کہ جس سے سب امور خلاف وضع فطری بالکل کافور ہو گئی ”حرث“ کا لفظ فقط اوس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو صرف پیداوار کے لئے مخصوص کیا جاوے اور خدا نے استعارہ کے طور پر یہ لفظ استعمال کر کے عورتون کے ساتھ حقیقی اور نیچرل تعلق کو ظاہر کر دیا جس سے تمام خلاف وضع فطری امور بالکل اوڑ گئے تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم ”حرث“ کے کچھ اور مطلب سمجھ لینا اول درجہ کی بدذاتی یا بیوقوفی ہے - اس سہ حرفی لفظ نے ہر ایک قسم کی بدکاری - خلاف فطرت، لواطت، مشت زنی، رنڈی بازی وغیرہ کی راہ بند کر دی - اور انسان کو ہر قسم کی ٹھوکرون سے بچالیا - نہ کہ اولٹا احمقانہ اعتراض کرتے ہو -

اس آیہ مین خدا نے انسان کو جلق، اور زنا سے بھی منع کر دیا ہے اسلیئے کہ اس قسم کی عادات سے انسان کا منی جیسا بیش بہا تخم ہمیشہ کے لیے بے جان و بیکار ہو جاتا ہے - چنانچہ اس قسم کی عادت والے لوگ اکثر اولاد سے مایوس ہی گذر جاتے ہیں اور قدرت نے انہیں خوب سزا دی ہے اگر کسی شخص کی اولاد ہو بھی تو کمزور، دایم المرض، جو دنیا سے جلد گذر جاتے ہین، اور اگر رہے بھی تو مان باپ اور دیگر عزیزون کے لیے ہمیشہ مصیبت کا موجب بنی رہتی ہے - جلق اور زنا آیندہ نسلون کی جڑ اوکھیڑنے والی ہین - یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے حدیث مین فرمایا ہے (الزنا یخرج البناء) زنا جڑ کو اوکھیڑ دیتا ہے - جلق اور زنا کی عادت انسان کا بیج (نطفہ) اس قابل چھوڑتی ہی نہین - جو حرث کے نتیجہ کا مورث ہو سکے - پس خدا نے ضمناً ان عادات بد سے بھی بچنے کے لیے ارشاد فرما دیا - اس ”حرث“ کی لفظ مین کل باتین موجود ہین - اسلیئے کہ ”حرث“ ہے مین بیج بونا، حرث کی حفاظت، احتیاط، نگہداشت، پیدا ہونے تک اور پھر اوسکی عمدگی اور صلاحیت کا خیال رکھنا حارث پر فرض ہوتا ہے - اور جس بیج سے ایسے اچھے بڑے لوگون اور نیک آدمیون کے اجسام پیدا ہوتے ہین ایسے بیج کو برے کھیت مین بونا -

یا خراب بیج اچھے کھیت مین ڈلوانا گناہ عظیم ہے جیسطرح عمدہ کھیتی کا پیدا کرنا بہت کچھ کسان کی خاص تدابیر و احتیاط پر منحصر ہوتا ہے۔ اسیطرح نالایق اولاد پیدا کرنیکی تدبیر خاص مان باپ کے اختیار مین ہے اور وہ اوسوقت ہوسکتی ہے جب والدین ہمیشہ افعال اوس قسم کے رکھین جس قسم کی اولاد پیدا کرنیکی وہ خواہش رکھتے ہین اور اونکی خواہش کا اثر بہت کچھ اوسوقت تک کہ بچہ شکم مادر سے برآمد نہین ہوتا بچہ پر پڑتا ہے۔ عورت جس قسم کا دھیان کرتی ہے اوسی قسم کی اولاد پیدا ہوتی ہے اسیواسطے نیک اولاد پیدا کرنے کے لیئے عورت کی حفاظت کرنی چاہیے مان باپ کی یہ تمام احتیاطین اور تدبیرین جو اچھے اولاد پیدا کرنیکے لیے کام مین لائی جاتی ہین اوسوقت کارآمد ہوسکتی ہین جب اسبات کا خیال رکھین کہ عورت کا رحم ایک کھیتی ہے۔ اور قانون قدرت کے موافق ایک کھیتی کی حفاظت و احتیاط نہایت ضروری ہے اسکے موافق ہے ہمیشہ اوسے کھاد دینی چاہیے اوسکی کیمیائی اجزا کے حسب حال غذائین پہونچانی چاہیے۔ شراب منشی اور ثقیل اشیاء سے پرہیز کرانا چاہیے۔ یہ سب احتیاطین اور تدابیر لفظ "حرث" کے مفہوم مین داخل ہین اور کوئی بات قانون قدرت و حکمت یا طب یا ویدک کی رو سے ایسی بیان نہین کی جاسکتی۔ جو لفظ "حرث" کے ضمن مین داخل نہ ہوسکتی ہو۔ پس خدا کے کلام کی یہ کسقدر خوبی ہے کہ جو اوس نے ایک ہی لفظ مین تمام قوانین حکمت و طب بھر دی اور ایسا موجز و مدلل طور پر زناشوئی کے تعلق کو بیان فرما دیا کہ اس سے عمدہ اور بہتر تمام دنیا کے حکما و فلاسفرون کی مجال نہین جو بیان کرسکین۔

خدا نے جو لفظ "حرث" کا سیان ستعمال فرمایا ہے تو اسمین انسان کو کثرت جماع سے بھی ایکطرح پر منع کیا ہے۔ اور ایسے وقتونمین اور ایسے ڈھنگون سے باز رکھا ہے جبکہ کھیتی اوگنے کا گمان ہو۔ اور اس قسم کے کام سے منع کر دیا ہے جبکہ اولاد تندرست و صالح نہ پیدا ہوسکے۔ کثرت جماع سے انسان کی منی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہین رہتی اور نہ "حرث" مین آنے سے کچھ فائدہ کی امید ہوسکتی ہے۔ پس اس لفظ کے استعمال سے خدا نے کثرت جماع کی بھی ممانعت کر دی ہے جسمین ذراعت ہی کی پیدا ہونی کی بہت کمی کی امید ہوتی ہے۔ اور اگر ہو بھی تو صحیح و سالم قوی الاعضا اور خواہش کے موافق نہین ہوتی ہے۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے "وقدموا لانفسکم واتقوا اللہ" جماع ایسی حالتونمین کرو جو خیر و برکت کا موجب اور اچھے پھل سے مثمر ہون۔ "واعلموا انکم ملاقوہ" اور جان لو کہ تم کو خدا سے ملنا ہے اگر قوانین قدرت و آئین

فطرت توڑو گے تو خدا انکو بے قصور نہ ٹھہرا دے گا اور ضرور اسکی سزا بھگتو گے۔ خدا نے کثرت جماع سے منع کر کے صرف انہیں حالتوں میں اعتدال کے ساتھ جماع کا حکم دیا جو ”حرث“ کا نتیجہ پورا کرسکیں۔ بے رغبتی سے اور دیگر اوقات میں اور فضول طور پر جبکہ بیج اکارت جاوے ضائع ہو جاوے منع کر دیا ہے۔

واضح ہو کہ قول اطبا کے موافق حصول القاح کامل کے لیئے موافق ایام حیض آنے کے دو دن پہلے میں اور انقطاع حیض سے ایک دو دن تک بعد میں۔ اگر جماع حیض آنے سے دو تین دن پہلے کیا گیا ہو تو اسصورت میں جو مرد کی منی کے کیڑے نفیر وںمیں داخل ہو کر وہان بیضہ کے ورود کا انتظام کرتے ہین اور اپنی قوت کے مطابق (۲) (۳) (۴) دن تک وہان زندہ رہ سکتے ہین اور بیضہ کو وہان گذرتے وقت القاح کرتے ہین اور اس قسم کا القاح زیادہ محقق اور طبعی گنا جاتا ہے۔ ایسا ہی انقطاع حیض کے بعد ایک دو دن کے عرصہ مین مقاربت کرنے سے عموماً القاح واقع ہوتا ہے پس ایسی حالت مین جماع کرنا اولاد صالح کے پیدا ہونے کا موجب ہے اور ایسے مین جماع کرنا لفظ ”حرث“ کے مفہوم کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔۔

لفظ ”حرث“ کے مفہوم کی تکمیل کے لیے قوانین مباشرت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے جماع کے لیے بہترین وقت اور حالت وہ ہے کہ جب مرد و عورت دونوں پوری پوری صحت کی حالت مین ہون۔ تمام جسمانی و دماغی قوا صحیح و سالم اور ہر قسم کے فسادات اور ضعف سے پاک ہون۔ کھانے کے بعد اسقدر عرصہ گذر چکا ہو کہ معدہ کا عمل ہاضمہ قریب الختم ہو یعنے کھا چکنے کے بعد قریباً تین گھنٹے گذر چکے ہون۔ نہ معدہ بالکل خالی ہو۔ غم و الم کسی قسم کا نہ ہو۔ شہوت خود بخود بلا کسی خیال کے تیزی اور جولانی پر ہو۔

حیض کیحالت مین جماع کرنا خطرناک اور باعث حدوث امراض سوزاک وغیرہ کا ہے جب خون بند ہو کر سفیدی کا آنا بھی موقوف ہو جاوے اوسوقت جماع کرنا مفید ہے اسی وجہ سے حیض مین جماع قطعی حرام ہے خدا فرماتا ہے ”ویسئلونک عن المحیض قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطھرن“ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ اصل منشاء جماع کا بقائے نسل ہے اور خاص قدرت کا منشاء جماع سے یہی ہے جبکہ منشاء جماع کا یہی ہے تو اب یہ دیکھنا لازم ہے کہ استقرار حمل کیونکر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کسوقت جماع کا نتیجہ حمل ہو سکتا ہے اگرچہ اسکا بیان بہت طولانی ہے مگر بطور اختصار یہ ہے کہ موافق تحقیقات جدیدہ جو امر کہ بعد مشاہدہ

اور ثبوت کامل تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد اختتام حیض تقریبًا دس روز تک بیضہ بشری خارج ہوتا ہے پس بعد حیض جماع کیا جاتا ہے اور حیوانات منی مرد کے بیضہ سے ملتی ہین تو نتیجہ اسکا حمل ہوتا ہے بغیر اسصورت کے حمل قرار نہین پاسکتا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت ہر وقت قابل جماع نہین ہے کیونکہ جب ہر وقت منشار جماع حاصل ہونا ناممکن ہے تو مقتضائے انصاف یہ ہے کہ اوسوقت جماع نہ کیا جاوے اور وہ اوقات حمل و حالت حیض ہے بخلاف مرد کے کہ اوسمین ہر وقت اس امر کی صلاحیت ہے کہ عورت کو حاملہ کرے بہر حال ایسے حالات مین جماع نہ کیا جاوے۔

اب ہم ناظرین کے سامنے ایک نظیر پیش کرتے ہین۔

جب حیوانات عالم کے افراد پر نظر کرتے ہین تو انسان کو اوس فرد حیوانی مین پاتے ہین کہ جو جانور پستان سے دودھ پلاتے ہین اونکی حالت بھی ایسی ہی ہے کہ یہ جانور سوائے وقت معینہ کے نر کو اپنے پاس نہین آنے دیتی اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جسوقت بیضہ تیار ہو کر قابل القاح ہوتا ہے تو اوسوقت اونکو حسب منشار قدرت خواہش جماع ہوتی ہے جس خواہش کے ذریعہ سے وہ بعد جفت ہونے کے بارآور ہوتی ہین لیکن بعد القاح پھر اگر نر اوس سے جفت ہونا چاہے تو وہ ہرگز اوسکو اپنے پاس نہین آنے دیتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماع کے لیے ایکوقت خاص معین ہے اوسکے خلاف جائز نہین اسیطرح عورت کو بھی اوسیوقت خواہش ہوتی ہے جبکہ بیضہ بشری خارج ہوتا ہے اور بعد گذرنے ان ایام کے پھر اگر جماع کیا جاوے تو موافق اقوال بعض محققین زمانہ حال اگر رحم حالت اصلی پر ہے تو استقرار حمل ناممکن ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے غالبًا ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ جماع کا منشار کیا ہے اور وقت استقرار حمل کونسا ہے۔ اب اس امر کا ثابت کرنا ضرور نہین کہ حالت حمل مین جماع نہ کیا جاوے اسلیے کہ منشار جماع جب پورا ہو گیا تو پھر جماع ایک فعل عبث ثابت ہوگا علاوہ اسکے حالت حمل مین جماع سے اسقاط جنین و دیگر امراض کا جانبین کے لیئے اندیشہ ہے یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ عورت کو حظ جماع اور انزال مثل مرد کے نہین ہوتا نہ مادہ منی عورت کے خصیتین مین سے جو خارج ہوتا ہو یہ امر اپنے مقام پر بخوبی ثابت ہے۔ بحظ و لذت کیوجہ یہ ہے کہ جب جماع واقع ہوتا ہے اور عرصہ تک قایم رہتا ہے تو جسطرح کہ مرد کو بوقت انزال تشنجات شہوانیہ ہوتے ہین اسیطرح سے عورت کو بھی تشنجات شہوانیہ ہوتے ہین اور جسطرح مرد کو ان تشنجات شہوانیہ سے

حظ مفرط حاصل ہوتا ہے اسیطرح عورت کو بھی۔ اور جسطرح سے مرد ان تشنجات کے بعد جماع سے متنفر ہو جاتا ہے اسی طرح عورت بھی۔ اور جسطرح سے مرد کو بعد ان تشنجات کے ضعف و اضمحلال ہو جاتا ہے اوسیطرح سے عورت کو بھی اسلیئے کہ جماع سے نظام عصبی مین سخت تحریک ہوتی ہے جس سے نظام عصبی کو صدمہ پہونچکر ضعف لاحق ہوتا ہے یہی حال عورت کا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ مرد کی منی بھی خارج ہوتی ہے اور عورت کے صرف تشنجات شہوانیہ ہوکر رہ جاتے ہین جس سے حظ مفرط حاصل ہوتا ہے۔ گاہے ایک رطوبت ہبل سے خارج بھی ہوتی ہے لیکن اس رطوبت مین بعد امتحان علم کیمیاوی وجود مین ثابت ہوا کہ اجزا منی نہین ہین پس ممکن ہے کہ حالت حمل مین جب جماع واقع ہو تو تشنجات شہوانیہ عورت مین پیدا کر کے حمل گرا دے جس سے صد ہا خطرات متصور ہین علاوہ اسکے حاملہ بسبب حمل کے خود ہی ضعیف ہوتی ہے کیونکہ بہت بڑا حصہ خون اور دیگر رطوبات اصلیہ کا پرورش جنین مین صرف ہوتا ہے پس ایسی حالت مین جماع کرنا اور بھی حاملہ کو کمزور کرتا ہے کیونکہ اطبا جماع کو محلل روح کہتے ہین اور ظاہر ہے کہ ضعف موجب اسقاط جنین ہے علاوہ اسکے یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ حاملہ کو حالت حمل مین بالکل خواہش جماع نہین ہوتی اس حالت مین مفعولہ مرد سے بہ رغبت پیش نہ آویگی اور یہ امر موجب نقصان شہوت ہوگا چنانچہ اطبا نے منجملہ اسباب ضعف باہ کے اسکو بھی لکھا ہے کہ بوقت جماع عورت مرد سے برغبت پیش نہ آوے اور اسوجہ سے اطبا نے نا بالغہ اور حائضہ اور حاملہ سے جماع کرنے کو منع کیا ہے خصوصاً ابتداے مہینونمین اور آخری تین مہینونمین جماع کرنا زیادہ تر باعث اسقاط جنین ہے اور اسی حکمت سے حائضہ اور نا بالغہ سے شریعت مین بھی جماع کرنے کی ممانعت لکھی ہے۔

حائضہ عورت سے جماع کرنے مین علاوہ اکثر امراض کے جنکو ہم آیندہ بیان کرتے ہین یہی امر کافی ہے کہ اس حالت مین جماع کرنے سے عورت کو بجز تکلیف کے کسی قسم کا حظ حاصل نہین ہوتا اور اکثر بسبب عدم توجہی مفعولہ اکثر نامردی لاحق ہوتی ہے چنانچہ اکثر ایسے مریض دیکھے گئے ہین۔ علاوہ اسکے رطوبت حیض سے سوزش و ورم احلیل پیدا ہوتا ہے۔ گاہے دیکھا گیا ہے کہ ورم احلیل انثیین تک پہونچکر باعث فتق و ورم بیضتین ہو جاتا ہے جسکا نتیجہ کبھی کبھی یہ ہوا ہے کہ ورم بیضتین خود خواہ بذریعہ علاج رفع ہوا تو بیضہ اسقدر چھوٹے ہو گئے کہ جنکی مقدار قریب قریب مٹر کے پہونچ گئی جس سے نامردی لاعلاج پیدا ہوکر ہمیشہ کے لیے

دنیا سے کھو دیا ہر چند علاج ہوتا ہے اور بجلی بھی لگائی جاتی ہے لیکن کچھ فائدہ نہین ہوتا۔ علاوہ اسکے اور بھی امراض لاحق ہوسکتے ہین جنکے بیان سے طول ہوگا عورتون کے واسطے بھی اکثر اوقات خطرناک نتائج پیدا ہوسکتے ہین۔ یہ امر ظاہر ہے کہ حالت حیض مین امتلائی دم ہوتا ہے پس جماع سے ایسا ممکن ہے کہ صدمہ پہونچکر خون بکثرت جاری ہو جسکا نتیجہ موت تک ممکن ہے اور کم سے کم اتنا ممکن ہے کہ ورم فرمین یا ساخت رحم پر صدمہ پہونچنا جسے عورت کا عقیمہ ہونا بھی ممکن ہے۔ اور بسا اوقات اتنا ضرور ہوتا ہے کہ عورت ایسے امراض مین مبتلا ہوجاتی ہے کہ جس سے ہمیشہ بوقت جماع بلکہ بدون جماع تکلیف و درد مین مبتلا رہے۔ اور بھی امراض ممکن ہین مثلاً حیض کا معمولی وقت پر نہ آنا حیض کا کمی کے ساتھ آنا حیض کا زیادتی کے ساتھ آنا حیض کا درد کے ساتھ آنا۔ وغیرہ وغیرہ امور مذکورہ بالا پر نظر کر کے انسان کے خیال مین پورے طور سے آسکتا ہے کہ حالت حیض مین جماع سے کیا کیا مضرتین پیش آسکتی ہین جنمین بعض قابل علاج اور بعض نا قابل علاج ہوتے ہین اکثر زخم پڑجاتے ہین اور اوس سے یہانتک نوبت پہونچ جاسکتی ہے کہ اعضائے اندرونی سڑ گل جاوین مگران بیانات کے لیے ایک کتاب طولانی درکار ہے۔ ماہرین فن طب پر مخفی نہین ہے اسیوجہ سے شریعت نے حکم امتناعی دیا اور بعد اس حکم امتناعی کے بھی اگر کوئی شخص مرتکب جماع ایسی حالت مین ہو تو اوس پر ایک قسم کا جرمانہ مقرر ہوا جو کفارہ کے نام سے ہے (اعتراض)۔ اس آیہ مین عورت کو کھیتی کہا ہے کھیتی کسانون اور زمینداروں کی ملکیت ہوتی ہے عورتون کو ملکیت کہا گیا ہے۔

(جواب) کھیتی سے ملکیت کا اچھا ثبوت پیدا کیا گیا کھیتی کہنے سے یہ مطلب ہے کہ جو کام کھیتی سے لیا جاتا ہے وہی کام اونسے یعنے پیداوار اور اوس طریقہ سے تخم ریزی کرو کہ جیسی تم چاہو یعنے جو طریقہ کہ پیداوار کے لیے مفید ہو۔ یہ بھی بتا دیا ہے کہ اوس کھیت مین تم خود کاشت کرو کسی ملازم یا پٹہ دار سے کاشت نہ کراؤ یہ نہو کہ مالک گھر بیٹھا رہے اوسکے پٹہ دار شکمی اور ملازم چمار وغیرہ اوسکی کھیتی مین خوب ہل چلائین اپنی قوت سے اوسے سینچین اور سیراب کرین اپنا ہی بیج بوئین اور جب پیداوار تیار ہو تو کھیت والے کے نذر کرین انیوگ ہے اور ”قدموا لانفسکم“ مین یہی فرمایا ہے

(حقوق النسوان)

ہمنے یہ بھی اعتراض سُنا ہے کہ مسلمان عورتون کو مردون سے کمتر درجہ مین خیال کرتے ہین

اور یہ تعلیم کرتے ہین کہ عورتون مین روح نہین اور وہ بہشت مین نہین داخل ہوسکتین - یہ ایسے لغو بہتان واقترے ہین جو بالکل جاہل لکھنے والونکے قلم سے نکلے ہین محمدی طریق تمدن مین عورتونکا درجہ یورپ اور امریکہ کی عورتونسے بدرجہا زیادہ ہے - اور اہل ازمنہ متوسط[1] کے سردار اگرچہ عیسائی - تھے عورتونکا مطلق پاس نہین کرتے تھے - فی الحقیقت عربون نے عیسائیونکو عورتون کا لحاظ سکھایا ہمارے زمانہ قدیم کے امرا اور جنگجو اونسے بہت ہی بری طرحسے پیش آتے تھے مثلاً گاران کی لہرین کی تاریخ ما سے معلوم ہوتا ہے کہ (شارلمین[2]) کے عہد مین عورتون کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا تھا - اور خود ”شارلمین“ اونکے ساتھ کیا برتاؤ کرتا تھا - شارلمین نے ایکدن بہن کے ساتھ مباحثہ مین اوسپر حملہ کیا اسکے بال پکڑکے اوسے خوب مارا - اور اپنے لوہے کے دستانہ سے اُسکے تین دانت توڑ ڈالے البتہ اس ہاتھا پائی مین خود اسکے بھی دو چار گھونسے لگے - ہمارے اس زمانہ کا کوئی گاڑیبان - بھی کسی عورت کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے گا -

اور قبل اسکے زمانہ جاہلیت مین عورتین انسان وحیوان کے درمیان مین ایک قسم کی مخلوق سمجھی جاتی تھین جسکا مصرف محض ترقی نسل اور مردونکی خدمت تھا - لڑکیونکا پیدا ہونا ایک بدنصیبی خیال کیجاتی تھی اور اونکو زندہ دفن کردینے کا حق اوسیطرح حاصل تھا - جیسے کتیا کے جھول کو پانی مین ڈبو دینے کا - یہ ہولناک رسم قبیلہ قریش اور قبیلہ کندہ مین جاری تھا - اور اسکے ساتھ یہ رسم قبیح بھی تھا کہ عرب مثل قدیم اور اقوام کے بچون کی قربانیان اپنے معبودونپر چڑھاتے تھے ”موسیو کوسان دی پرسوان“ نے آنحضرت صلعم اور قیس شیخ بنی تمیم کے مکالمہ کو نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربونکا خیال لڑکیونکے بارے مین کیا تھا - آنحضرت اوسوقت ایک لڑکی کو زانون پر بٹھائے کھلا رہے تھے -

قیس نے پوچھا ”یہ کس جانور کا بچہ ہے جسے آپ کھلا رہے ہین“

---

[1] ازمنہ متوسط یا ازمنہ مظلمہ یورپ کی تاریخ مین وہ زمانہ ہے جس مین مذہبی تعصبات اور حکومتی مظالم کیوجہ سے تمام خلقت ایک ابتر حالت مین تھی اور ہر قسم کی ترقی رکی ہوئے تھی یہ زمانہ ۳۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک محسوب ہے اور اسکے بعد بھی یورپ موجود ترقی کی جسے نشئۃ الثانیہ کہتے ہین ابتدا ہوئی ہے ۱۲

[2] شارلمین (یعنے چارلس بزرگ) فرانس کا مشہور بادشاہ اور مغرب کا شاہنشاہ تھا اسکا ملک نہایت وسیع تھا اور اسنے اطالیہ تک فتح کیا تھا - علاوہ ملک گیری کے شارلمین نے علوم و مذہب کی ترقی مین بڑی کوشش کی اور معاشرتی اور مذہبی قوانین کے مجموعہ شایع کئے سال ولادت ۷۴۲ء - سال وفات ۸۱۴ء - ۱۲

آنحضرت نے جواب دیا "یہ میرا بچہ ہے"۔

قیس نے کہا "باللہ العظیم میری بہت ایسی لڑکیاں ہوئین لیکن مینے اون سب کو زندہ دفن کر دیا کسیکو بھی نہ کھلایا" آنحضرت نے فرمایا "اے بدبخت معلوم ہوتا ہے خدا نے تیرے دلمین کسی قسم کی محبت انسانی نہین پیدا کی۔ تو ایک نعمت عظیم سے جو انسان کو دی گئی ہے محروم ہو"۔

عرب مین بھی اور اون یہود مین بھی جو جزیرہ ہاے عرب مین سکونت پزیر تھے عورتونکی حالت افسوس ناک تھی۔ عبرانی زن باکرہ اپنے باپ کے گھر مین کنیزی کی حالت مین رہتی تھی اسلاخطر تو ریت گنتی اور اگر وہ نابالغ ہوتی تھی تو اوسکے باپ کو اوسکے بیچ ڈالنے کا اختیار تھا اوسکا باپ اور باپ کی وفات کے بعد اوسکا بھائی جو چاہتا تھا اوسکے ساتھ سلوک کرتا تھا۔ بجز کسی خاص صورت کے بیٹی بالکل محجوب الارث تھی۔

عورت مشرکین عرب مین صرف ایک جائیداد منقولہ سمجھی جاتی تھی اور اپنے باپ یا شوہر کی ملکیت کا ایک جزو اعظم تصور کیجاتی تھی۔ اور ہر شخص کی بیبیان مثل اور متروکے کے اوسکی بیٹی یا بیٹونکو بطور ترکہ پدری ملتی تہین۔ اسوجہ سے سوتیلی ماؤن کی شادی اکثر سوتیلے بیٹونکے ساتھ ہو جاتی تھی اور جب یہ رسم قبیح اسلام مین حرام کردیا گیا تو اسکا نام توہینتاً نکاح المقت رکھا گیا یعنے بیحیائیکا نکاح۔

اسیطرح قانون انگلستانمین نکاح کے بعد بہت سے احکام مین عورت کی ذات سے قایم نہین رہتی وہ گویا اپنے شوہر مین مستہلک ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہین کرسکتی اور اوسکی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی وہ بھی شوہر کی ملک مین ہوجاتی ہے اور اوسے اختیار ہوتا ہے کہ جیسے چاہے اوسے صرف کردے۔ عورت کو اتنا بھی حق نہین ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنے ذات خاص سے ضروریات خریدلے۔ یا منگوابھیجے گو مرد پر نان نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستانمین اوسکے تعمیل کرانیکا کوئی صاف ذریعہ نہین ہے اور نہ عورت کو نالش کرسکنے کا حکم ہے مگر کچھ ضمنی صورتین نکالی گئی ہین مرد یہ راہ ڈھونڈھتا رہتا ہے کہ کسیطرح میری عورت زنا مین پھنسے اور طلاق کا بہانہ ملے۔ اور ہر عورت مرد کی ہلاکت کی خواہان ہوتی ہے۔ اپنی حاجت نفسانی بجز زنا کے پوری بھی نہین کرسکتی۔ اور ہر مرد اپنی کلام زوجہ الٰہی بجز زنا کے نہین کرسکتا۔ وید کے نزدیک بھی لڑکیان گویا اولاد نہین۔ نہ کسی وقعت کے قابل۔

(۱) "منوجی مہاراج" فرماتے ہین کہ اگر کوئی عورت صرف لڑکیان پیدا کرتی ہو تو گیارہوین سال مرد دوسری عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلیوین۔
اگر لڑکیان اولاد اور وارث سمجھی جاتی اور کسی قابل ہوتین تو نرینہ اولاد کے لیے نیوگ کا کیون حکم ہوتا۔
(۲) بروید مین لکھاہے کہ اگر عورت بدزبان ہو تو اوسکی اصلاح وغیرہ نہ کرے۔ نہ درگذر کرے بلکہ فوراً بیوفا ہوکر کسی دوسری عورت سے تعلق کرلے۔ اسکے حقوق پر کچھ بھی خیال نکرے اور پھر یہ کہ نیوگ اور بواہ صرف اولاد کے لیے ہی ہے اور کچھ حقوق وتعلقات نہین ہین۔
(۳) اور منو کے دھرم شاستر مین لکھاہے کہ بدفعلی عورتون کی جبلی عادت ہے۔ اسواسطے کہ دیکھنے والایون کہکر خاموش ہو رہے کہ اس عورت کے پیٹ مین اگر نطفہ قرار پاگیا تو اسکا خصم اسکو پاک کرے اور اگر نطفہ نے قرار نہین پکڑا تو حیض کا خون آتے ہی وہ آپ ہی پاک ہوجاوے گی۔ گویا عورتون کی عفت وعصمت کچھ خیال ہی نہین کی گئی۔
(۴) رات دن عورتون کو شوہر وغیرہ کے وسیلے سے بے اختیار کرنا مناسب ہے جو عورت بشیون مین لگی ہے اوسکو اختیار مین رکھنا چاہیے (منو ۹/۲)
(۵) لڑکپن مین باپ اور جوانی مین شوہر اور بڑھاپے مین بیٹا عورتونکی حفاظت کرے کیونکہ عورتین خودمختار ہونے کے قابل نہین ہین (منو ۹/۳)
(۶) تھوڑی صحبت سے بھی عورتونکی حفاظت کرنے چاہیے عورتین غیر محفوظ رہنے سے دونون کل (خاندان شوہر وخاندان والد) کو رنج پہونچاتی ہین (منو ۹/۵)
(۷) جس قسم کے مرد کا استعمال عورت کرتی ہے ویسا ہی بیٹا پیدا کرتی ہے اس لیے اولاد پاک ہونیکے لیے حتی المقدور عورت کی حفاظت کرنی چاہیے (منو ۹/۹)
بخلاف اسکے ہمارے مذہب مین عورتونکے حقوق کو مثل مردون کے قرار دیا ہے اسلام نے حقوق نسوان کیسے منصفانہ حکیمانہ اور فطرت نسوان کے موافق قائم کئی ہین جسکے برابر دنیا کی کسی کتاب مین نہین۔
قرآن مجید مین خدا نے صاف فرمادیا ہے کہ "من عمل صالحا من ذکر او انثی

وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم ما کان یعملون ،، جو شخص نیک کرگیا مرد ہو یا عورت در انحالیکہ خدا کو مانتا ہو۔ ہم اوسے ایک نئی پاک زندگی عطا فرما دینگے اور اونکے اعلےٰ درجہ کے کامونکی اونکو جزا دینگے۔

پس جبکہ خدا نے صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ کوئی عورت ہو یا مرد جو نیک کام کریگا ہمارے نزدیک برابر ہے اور ہم اوسے ضرور ایک پاک زندگی عطا فرما وینگے تو اب یہ کیسا جھوٹ ہے کہ مسلمان عورتونمین روح کے قایل نہون۔

اور پھر خدا نے سورہ احزاب مین مردون کو عورتون کے ساتھ مساوی طور پر بیان فرمایا ہے ؎ ان المسلمون والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والقائمین والقائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللّٰہ کثیرا والذاکرات اعد اللّٰہ مغفرۃ واجرا عظیما ؎ اور اسیطرح کی بیشمار آیتین قران شریف مین مرد وعورت کے حقوق کے مساوات اور دونون کو مرنے کے بعد یکسان اجر ملنے کی بابت مذکور ہین اب رہے مرد کے حقوق عورت پر اور عورت کے مرد پر اسکی نسبت خدا کا یہ پاک ارشاد ہے ؎ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ،، مردون پر بھی عورتونکے ایسے ہی حقوق ہین جیسے کہ عورتونکے مردون پر۔ اور پھر یہانتک کہ اگر تمھین اپنی عورت کی کوئی بات ناپسند آتی ہو تو بھی اوس سے خوش سلوکی کرو۔ اور یون فرمایا ؎ وعاشروا ھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللّٰہ فیہ خیرا کثیرا ،، اور تم عورتون سے نہایت خوش سلوکی سے گذران کرو اور اونکی کجیون اور بدخلقیون سے بھی درگذر کرو اگر تمکو عورت کی ایک بات پسند آتی ہے تو اوسپر کوئی بات بہتر بھی ہوگی اور ممکن ہے کہ اسمین خدا بھلائی رکھدے یعنے اوسے صاحب اولاد کردے یا اوسمین کوئی اور خوبی ظاھر ہو۔

اور پھر فرمایا ہے کہ ؎ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ،، عورتین تمھارے لیے لباس کے مانند ہین اور تم اونکے لیے بجائے لباس کے ہو۔ اب اس سے بڑھ کر مرد و عورت کے باہم تعلق اور ارتباط و اختلاط اور عزت و حرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے کا

اور کیا طریقہ ہے۔ آپ جانتے ہین لباس کیا چیز ہے انسان کے لیے باعث زیب وزینت عزت وجلال کا موجب۔ انسان کی زیب وزینت سب لباس سے ہے۔ اس استعارہ مین جسمین خدا نے مرد وعورت کو ایک دوسرے کا لباس فرمایا ہے۔ ایک دوسرے کی عزت وحرمت زیب وزینت حقوق وغیرہ سب آگئے۔ کیونکہ ساری دنیا لباس کو اپنے لیے زینت عزت وحرمت اور اظہار جاہ وجلال کا باعث خیال کرتی ہے۔ اور کوئی شخص بغیر لباس کے ننگا پھرنا نہین چاہتا بغیر لباس کے کچھ اوسکی عزت نہین ہوتی اور لباس سے جسطرح سے جسمانی راحت وآسایش ہے اوسیطرح سے عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے راحت وآرام ہونا چاہیے۔ اور ان سب سے بڑھکر یہ ہے کہ خدا نے سورہ روم مین عورت ومرد کے اخلاص کو اپنی رحمت وقدرت کا نشان بیان فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے ؎ ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل منکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون ،، اور خدا کی قدرت کے نشانون مین یہ ہے کہ اوسنے تمھین سے تمھارے لیے بیویان بنائین تاکہ تم اونسے چین حاصل کرو۔ اور اوس نے تمھارے درمیان اخلاص محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس بات مین اون لوگونکے لیئے جو خدا کی آیات مین فکر کرتے ہین ایک بڑا نشان قدرت ہے کہ کس طرح بیگانے مرد اور بیگانی عورتین سچا اخلاص پیدا کردیتا ہے۔

اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی رو سے عورت اپنے مال کی جدا مالک قرار پائی ہے۔ اور مرد جدا۔ قرض داری مین مرد کے عورت کا مال قرق نہین ہوسکتا ہے اور نہ عورت کے قرضہ مین مرد کا ہر ایک علحدہ علحدہ اپنی جائیداد کا مالک ہے عورت جدا تجارت کرسکتی ہے۔ زراعت کرسکتی۔ اپنے مال کو جسطرح سے چاہے بڑھا سکتی ہے جیساکہ خدا فرماتا ہے ؎ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن ،، مردونکے لیے اونکی کمائی کا حصہ ہے اور عورتون کے لیے اونکی کمائی کا یعنے مرد اپنی کمائی کا مالک ہے اور عورت اپنی کمائی کی۔ اور پھر عورت ہر جگہ برابر میراث مین ترکہ کی وارث قرار دی گئی ہے اولاد کے ساتھ اوسکو بھی حصہ ملتا ہے۔ ہان بوجہ گھر کے مالک حاکم اور اہل سیاست ہونے کے مردون کو عورتون پر ایک قسم کی ترجیح ہے۔ اور یہ ہے کہ حکم ہے کہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ جو ہر ایک مذہب مین ضروری

اور فطرت کے موافق ہے کیونکہ دو شخص گھر کے حاکم اور مالک نہین ہو سکتے۔ مرد اگر گھر کا بادشاہ ہے تو عورت اوسکی وزیر۔ لیکن حقوق معاشرت مین دونون مساوی ہین۔ البتہ مرد کا معاشرتی کیقدر عورت سے زیادہ درجہ ہے جیساکہ خدا فرماتا ہے " وللرجال علیھن درجة " مردونکو عورتون پر ایک قسم کا درجہ ضرور ہے انجیل مین بھی ایسا ہی عورتون کو مردون کی تابعداری کرنے کا حکم ہے اور مرد کو عورت کی تابعداری کرنے کا حکم نہین ہے بلکہ صرف محبت کرنیکا حکم ہے دیکھو (متی ۲۲) اسطرح مردون کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتون کو حکم نہیں (اولِ متی ۲۴-۲۳) -
(امطاؤس ۱۲-۱۱) علاوہ اسکے آجکل عورتون کو مردونکے برابر رکھنے کا بہت زور لگایا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی قدرتی تفاوت دور نہین ہوسکتا۔ مرد عورت کو بیاہ کر جہان چاہے لیجاوے۔ عورت مرد کو جہان چاہے نہین لیجاسکتی۔ مرد عورت کو نفقہ دینے کیوجہ سے اوسپر حاکم ہے اور حق برتری رکھتا ہے۔ عورت کے لیے ایسا نہین ہے۔
پھر خدا فرماتا ہے " ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف فالصالحات قانتات حافظات للغیب " پس نیک بخت بیبیان خاوندونکا حکم مانتی ہین اور مردون کے پیٹھ پیچھے گھر کی رکھوالی اور انتظام کرتی ہین۔ اور اپنی عصمت کو تھامتی ہین عورت کے حقوق کی نگہداشت کی اسلام مین یہانتک تاکید ہے کہ وفات کے وقت تک بھی اس بارہ مین آنحضرتؐ برابر تاکید فرماتے رہے عورت کے حقوق و امتیاز و اختصاص کی اس سے بڑھکر دلیل کیا ہوگی کہ جناب رسولخدا کی نسل عورت یعنے جناب فاطمہؑ سے ہوئی ہے۔
یہ بھی خدا کی ایک حکمت تھی۔ عرب مین اسلام سے پیشتر عورات کی بڑی خرابی تھی۔ اوسکے حقوق وغیرہ کچھ بھی نہ تھے۔ اسلام نے پہلے مرد و عورت کے یکسان حقوق معین کیے اور اونکی تعمیل فرض کی اور عملی طور پر عورتونکی عزت و حرمت کا یہ نمونہ دکھلایا کہ جناب رسولخدا کی نسل بھی ایک عورت کے بطن سے قایم کی۔ تاکہ تمام دنیا کو معلوم ہوجاوے کہ مسلمانون مین عورتونکے حقوق و عزت مرد سے کسی صورت مین کم نہین سمجھے جاتے۔ یہانتک کہ حضرت سرور کائناتؐ کی نسل سادات ہے ایک عورت سے یعنے حضرت فاطمہ زہراؑ سے ہوئی ہے۔
خدا نے قرآن مجید مین عمران کی بیوی کی نذر مین عورت ہی کو قبول کیا۔ اور حضرت مریم کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے بجائے لڑکے کے قبول فرماکر دنیا کی

عورتون پر اونھین چن لیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ”فتقبلھا ربھا بقبول حسن“ خدا نے اوسے اچھی قبولیت کے ساتھ چن لیا ”وان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء العالمین“ خدا نے حضرت مریم کو برگزیدہ اور مقدس ٹھہرایا اور جہان کی عورتون مین چن لیا۔

اور پھر یہ کہ سورت تحریم مین مسلمان مردون کے لیے حضرت آسیہ اور حضرت مریم کو مثالاً بیان کیا ہے۔ اور ایک نمونہ ٹھہرا کر اونکی تقلید کا حکم دیا۔ اس سے بڑھ کر اثر فضیلت افضلیت عورات کی اور کیا ہوگی۔

اور آنحضرت کا یہ قول ”مین نہین چھوڑا مینے اپنے بعد کوئی فتنہ جو زیادہ ضرر پہونچانے والا ہو مردون کو عورتون سے“ اس سے عورت کی حقارت مقصود نہین بلکہ مردون کو اونکی بیجا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بیدینی کی حد تک پہونچا کر انسان کے لیے موجب فتنہ ہو جاوے۔ ڈرایا گیا ہے۔ اور تمثیلاً اونکے فریفتہ کرنیکے اثر کی نسبت ایسا کہا گیا ہے۔ یعنے اونکی فریفتگی کا اثر ایک فتنہ ہے جس سے کئی مصیبتین برپا ہوتی ہین یہ ایک تمثیل ہے نہ حقارت۔ صرف اسکے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے امثال و حکمت مین کسی شئے کو اوسکے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ وغیرہ کہدینا یہ کوئی اعتراض کا موجب نہین ہے حضرت مسیح نے خود تمثیلاً بعض لوگون کو سور۔ کتا۔ بندر بنایا ہے۔ لیکن کوئی نہین کہ سکتا کہ فی الواقع انسان سور یا بندر یا کتا ہے صرف اونکے طبایع کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہدیا گیا ہے۔ اسیطرح سے حضرت رسول کریم نے عورت کو ”حبائل الشیطان“ شیطان کے پھندے۔ فرمایا ہے تو اس سے بھی اونکی فریفتگی کے اثر کو ان الفاظ سے استعارہ کیا ہے۔ کہ جسطرح انسان کو مکر وحیلہ کے پھندے مین پھنساتا ہے اسیطرح سے عورتون کا حسن ایک قسم کا جادو ہے جسمین انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا۔ پس انسان کو عورتون پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اور عورت اور گھر اور گھوڑے مین نحوست کا ہونا آنحضرت نے فرمایا ہے اوسکے معنی بھی یہی ہین کہ اگر گھوڑا شریر سرکش۔ بد لگام ملجاوے۔ یا عورت نافرمان سخت مزاج شکل آوے۔ یا گھر کی ہوا صحت کے خلاف ہو یا اور کوئی بدی ہو۔ پس یہ حکیمانہ قول ہے اس سے عورت کا بالعموم منحوس ہونا کہان پایا گیا۔

اور عورتون کا زیادہ گنہگار یا دوزخی ہونا۔ یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ اکثر خاوند کی نافرمانی اور ناشکری کرتی ہین۔ پس ایک امر واقع کے بیان کرنے سے کسی فرقہ کی توہین مقصود نہین ہوتی ہے بلکہ اونکو متنبہ کرنا ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ انسان بڑا سرکش ہے بشر بڑا خطا کار ہے تو اس سے اوس کی توہین مقصود نہین ہوتی بلکہ ایک امر واقعی کا اظہار اور سرکشی وگناہ سے انذار ہے ہان بیبل مین عورت کو گنہگار ضرور کہا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ آدم نے آپ نہین کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ مین پھنسے (تمطاوس ۲/۱۴) اور پھر عورت کی تحقیر مین یہانتک مبالغہ کیا گیا ہے کہ اوسکے پیٹ سے نکلنے والے انسان کو بھی ناپاک اور ناراست باز کہا گیا ہے جیسا کہ (ایوب ۱۵/۱۴) مین لکھا ہے کہ کہ انسان کون ہے جو پاک ہو سکے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیا ہے کہ صادق ٹھہرے ؟ اور عورت کی نجاست اور ناپاکی مین یہانتک غلو کیا گیا ہے کہ ارشاد ہوا کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔

شرع محمدی مین عورت کی حیثیت انگلستان کی عورتونکی حالت سے بہتر و برتر ہے جبتک وہ ناکتخدا رہتی ہے اپنے مان باپ کے گھر مین رہتی ہے اور جب تک نابالغ رہتی ہے کسیقدر اپنے باپ کے یا اوسکے قایم مقام کے اختیار مین رہتی ہے جو ہین وہ بالغ ہو جاتی ہے تمام حقوق شرعی اوسکو حاصل ہو جاتے ہین جو بالغ و رشید انسان کو ملنے چاہیین وہ اپنے بھائیونکے ساتھ مان باپ کے ترکہ مین حصہ پاتی ہے اور اگرچہ بیٹے اور بیٹی کے حصہ مین فرق ہے مگر یہ فرق بھائی اور بہن کے حالات کا منصفانہ لحاظ کرکے رکھا گیا ہے۔ شادی کے بعد بھی اوسکی تشخیص مین کچھ فرق نہین آتا اور وہ ایک جداگانہ ممبر یعنے شریک سوسائٹی کی باقی رہتی ہے اور اوسکا وجود اوسکے شوہر کے وجود کے ساتھ آمیختہ نہین ہو جاتا اوسکا مال اوسکے شوہر کا مال نہین ہو جاتا بلکہ اوسکا مال اوسی کا رہتا ہے اور وہ ایک ذاتی حق اپنی ملکیت مین رکھتی ہے۔ وہ اپنے قرضدار و نیز علانیہ عدالت مین نالش کرسکتی ہے اور کسی ولی کو شریک کرنے یا اپنے شوہر کے نام سے نالش کرنے کی ضرورت نہین رکھتی جب وہ اپنے باپ کے گھر سے اپنے شوہر کے مکان مین جاچکتی ہے تب بھی اوسکو سب حقوق شرعی وہی حاصل رہتے ہین جو مردون کو حاصل ہین۔ تمام منوانجملہ وحقوق جو ایک عورت اور زوجہ کو حاصل ہونے چاہیین اوسکو صرف منافع و ثمرہ و حقوق کے

روسے نہین حاصل ہین جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ نص قرآن کے بموجب حاصل ہین۔ وہ اپنی جائداد کو بلا اجازت شوہر منتقل کرسکتی ہے اور وصیت کرسکتی ہے۔ وہ اور ونکی جائداد کی منتظمہ اور وصیہ مقرر ہوسکتی ہے اور اوقاف کی متولیہ بھی مقرر ہوسکتی ہے۔

معاہدہ نکاح سے مرد کو عورت کی ذات پر اوس سے زیادہ اختیار نہین حاصل ہوجاتا جتنا شرع مین لکھا ہے اور اوسکے مال واسباب پر تو مطلق اختیار حاصل نہین ہوتا زوجہ مسلمہ اپنے شوہر کے گھر مین اون سب حقوق پر قابض رہتی ہے جو شارع ؑ نے اوسکو بطور ایک ذی اختیار ممبر یعنے شریک سوسائٹی کے عطا فرمائے ہین۔ اوسپر جداگانہ اور بلا شرکت غیر نالش ہوسکتی ہے۔ وہ بلا واسطے امین یا ولی جائداد لے سکتی ہے اور ایک خاص حق اپنے شوہر کی جائداد مین رکھتی ہے جو قبل وقوع نکاح طے ہوجاتا ہے اوسکے حقوق مادری کا تسلیم ہونا خاص خاص ججون یا قاضیون کے نازک مزاجی پر موقوف نہین ہے وہ اپنی شوہر سے معاہدہ کرکے درصورت خلاف ورزی معاہدہ اوسپر نالش کرسکتی ہے جو کچھ وہ اپنی محنت ومشقت سے کماتی ہے اوسکو اوسکا فضول خرچ شوہر اوڑا نہین سکتا اور نہ کوئی بیرحم وسنگدل شوہر بلا خوف سزا اپنی زوجہ کو زدوکوب کرسکتا ہے ایک مورخ کا قول ہے ‟ البتہ ممکن ہے کہ ایشیا مین بھی امریکہ کی طرح پوشیدہ ظلم ہوتا ہو مگر مسلمان شوہر کو اپنی زوجہ پر زیادتی کرنے کا حکم شرع محمدی مین کہین نہین لکھا ہے اگر وہ گناہ کرتا ہے تو اوسکو گناہ سمجھکر کرتا ہے اور اپنے دلمین عذاب آخرت سے ڈرتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے حرم پر کوئی ظلم کرتا ہے گو وہ ظلم کیسا ہی خفیف ہو تو وہ خوب جانتا ہے کہ مظلوم کا انتقام لینے کے لیے قاضی صاحب موجود ہین ،، (ہیپورتھ ڈکسن صاحب کی تاریخ امریکا ملاحظہ ہو) یہی مورخ پھر لکھتے ہین ‟ ہمارے عام قانون کے بموجب زوجہ شوہر کے اختیار مین بالکل آجاتی ہے یہانتک کہ جو عورت شادی کے وقت گرجا مین نوجوان اور حسین اور متمول آئی تھی وہ عورت اپنے شوہر کی جور وجفا سے جسکے مکافات قانونا کچھ نہین ہوسکتے چند سال کے بعد گرجا سے ذلیل وخوار نحیف و نزار اور مفلس ہوکر نکلتی ہے ،، تمام تاریخ اسلام قیامت تک اون لوگونکی تکذیب کو موجود ہے جو کہتے ہین کہ شرع محمدی مین عورتون پر نہایت سختی ہے قرآن مجید نے عورتونکی حالت مین انقلاب عظیم پیدا کردیا ہے۔ اور مشرقی قانون سازی کی

تاریخ مین مرد و عورت مین مساوات کا اصول اول مرتبہ تسلیم کر لیا گیا ہے اور عمل مین
لایا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہے وے عورتون کو اپنے شوہرون سے ویسا ہی سلوک
کرنا چاہیے جیسا اونکے شوہرون کو اونکے ساتھ کرنا چاہیے (سورہ بقر آیہ ۲۲۸) اس
آیہ کریمہ کی تائید خود رسولخدا نے اوس خطبہ بلیغ مین فرمائی ہے جو حجۃ الوداع کے بعد
آپنے جبل عرفات مین فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہین ایہا الناس تمھارے حقوق تمھاری
بی بیون پر ہین اور تمھاری بی بیون کے حقوق تم پر ہین ۱؎ اس ارشاد کے مطابق شوہر
و زوجہ مین مساوات تمام تعلقات و انتظامات خانگی کا اصل اصول قرار دیا گیا ہے
اور طرفین کو تاکید کی گئی ہے کہ تعلق زوجیت مین ایک دوسرے سے وفاداری کرے
اور بیوفائی کے نتائج شوہر و زوجہ دونون کے حق مین ایک ہی رکھے گئے ہین مرد
اور عورت دونون کو عفت اور پاک دامنی کا حکم ہے شوہر پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ
کو نفقہ دے زوجہ کے نفقہ مین ہر چیز داخل ہے جو اوسکے گذارہ اور راحت سے
متعلق ہے کھانا کپڑا مکان وغیرہ اور یہ سب زوجہ کے خاندانی مرتبہ کے موافق
مہیا کرنا چاہیے۔ ہان البتہ جب زوجہ اپنے شوہر کے گھر کو بغیر کسی سبب معقول کے
چھوڑ دے تو وہ نفقہ کی مستحق نرہے گی اور اگر شوہر کی زاید بدسلوکی سے گھر کو
چھوڑا ہو تب بھی وہ نفقہ کی مستحق رہے گی یا حج واجب کے واسطے شوہر کے
گھر سے چلی گئی ہو تب بھی نفقہ کی مستحق ہے شوہر کی ذمہ داری نفقہ دینے کی کل مدت
عدہ مین بھی باقی رہتی ہے شوہر و زوجہ کی سکونت کے بارے مین بھی شریعت
اسلام زمانہ میون کے قوانین پر گوئی سبقت لیگئے ہے۔ یہود کی شریعت مین
جو عورت اپنے خاوند کے ہمراہ جانے سے انکار کرتی تھی جہان کہین وہ اوسکو لیجانا
چاہتا تھا تو اوس عورت کا مہر ساقط ہو جاتا تھا اور جو چیز وہ اپنے مان باپ کے گھر سے
لائی تھی وہ ضبط ہو جاتا تھا اور اوسکے تمام حقوق شرعی زائل ہو جاتے تھے رومیہ کے
قانون کے بموجب زوجہ شوہر کے ہمراہ بے عذر چلی جاتی تھی اور ذرا بھی مجال انکار
نہ رکھتی تھی یہی اصول اس زمانہ کے قانون انگلستان مین نقل ہو آیا ہے۔
مجموعہ قوانین نپولین (آرٹیکل ۲۱۴) مین لکھا ہے کہ عورت پر فرض ہے کہ اپنے
شوہر کے ساتھ رہا کرے اور جہان وہ رہنا چاہے اوسکے ہمراہ چلی جاوے اس سے

یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاہے وہ مقام کیسا ہی مخدوش ہو عورت مجال انکار نہین رکھتی ہے
مگر شرح محمدی مین اکثر اصولون مین عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اوسکے خاوند نے جو مقام
سکونت پسند کیا ہو اوسپر اعتراض نکرے غرضکہ اسلام مین جسقدر حقوق نسوان کا لحاظ ہے
کسی شریعت و ملت مین نہین ہے ہان البتہ وہ مساوات جسکے لیے آپ حضرات نیچری
جان پر کھیلے ہوے ہین اور جس مساوات کی حمایت مین سرگرم ہین وہ آپ ہی کو مبارک
ہو اسلام ہرگز اوس مساوات کو جائز نہین رکھتا اور بالکل بے حیائی اور بدتہذیبی
اور بے غیرتی سمجھا ہے یعنے پردہ کی آزادی مثل مردون کے۔ یہ آپ ہی کو مبارک ہو
خداوند کریم مسلمانون کو ہمیشہ اس سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

(پردہ)

پردہ کے دستور کی برائیان بہت کچھ سنی جاتی ہین جسکے سبب سے عورتین مردونکی
مجالست سے خارج ہوگئین۔ اور بہت کچھ خیالی گھوڑدوڑ اسلامی عورتون کی اس
غم انگیز حال پر کی گئی ہے۔ اور بہت سے اعتراض ہوتے ہین جنکو ہم بیان کرتے
ہین (پہلا اعتراض) عورت و مرد دونون افراد انسانی ہین۔ اور انسانی آزادی مین
دونون مساوی ہین۔ پھر کیا وجہ خلاف انصاف مرد کو پردہ سے آزاد کیا جاوے
اور عورت قید کیجاوے۔

(جواب) ہرگز مرد پردہ سے آزاد نہین بلکہ جسطرح سے عورتونکو مردونسے پردہ کا حکم ہے
اوسی طرح سے مردون کو عورتون سے۔ ضرور زن و مرد پردہ مین مساوی ہین عورت
و مرد دونون کی آزادی عقل صحیح روکتی ہے پس اب نہ خلاف انصاف ہوگا نہ خلاف
عدل۔ عام اس سے کہ پردہ مین حسن ہو یا قبح ہو زن و مرد دونون اس حکم مین
مساوی ہین۔ مگر مرد کو کسب معیشت و پرورش اہل و عیال کیوجہ سے خانہ نشینی
ناممکن ہے اس بنا پر اُسکو آزاد کیا گیا ہے اور عورت کو خانہ نشین بنایا ہان جو عورات
لاوارث ہین اور کوئی شخص اونکا ہمدرد نہین ہے کہ کاروبار وا ونکا امانت و دیانت
سے کرے اوسوقت ان عورتون کو عقل و شریعت اجازت دیتی ہے کہ مثل مردون کے
باہر نکلین لیکن پردہ ضرور مد نظر رہے یہ شریعت کا حکم ہے جسمین مرد و زن برابر ہین
اب اگر تمکو عورت کی روٹی کھانا پسند ہو اور گھر مین بیٹھ سکو اور تمام دنیا کے مرد

پردہ نشین بنجاوین تو اوسوقت عورت کو اجازت ہے کہ وہ خود بازارون مین پھرے اور جوامور اسوقت مردون سے متعلق ہین اونکو انجام دے ۔ عورتونکا بازارون مین پھرنا ممنوع نہین ہے بلکہ یہ ہے کہ عورت و مرد مین پردہ ہو اور یہ نہین ممکن ہے پورے طور پر مگر جبھی کہ ایک ان دونو مین سے خانہ نشین بنایا جاوے ۔

اور چونکہ مردونکا خانہ نشین ہونا ناممکن ہے اور عورتونکا کسب معیشت کرکے مرد کو واجب النفقہ بنانا صریح ظلم اور خلاف عقل ہے اسوجہ سے شریعت نے اور نیز عقل نے مرد کو آزاد بنایا اور عورت کو پردہ نشین ۔ ثبوت ہمارے دعوے کا بچند وجوہ ہے ۔

(۱) انسانی فطرت مقتضی اسی کی ہے کہ وہ دوڑا دوڑا پھرے قیام و سکون اوسکی جبلت مین نہین ہے ۔ بعد طوفان حضرت نوحؑ کے انسان کی حالت کو نظر کرو کہ خواہ نخواہ کس طرح سے دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور ایکدم ایک مقام پر کسیکو قیام نہ تھا ۔ اس سے بھی قطع نظر کرو مطلق حیوان پر نظر کرو جسکی ایک نوع انسان ہے ۔ جملہ حیوانات کو کہین قرار نہین ہوتا ۔ پس مقتضائے طبیعت بشری یہی ہے کہ وہ کہین تسلی سے نہ بیٹھے ۔ بشریت مین اگرچہ زن و مرد مساوی ہین لیکن مرد مین بہ نسبت عورت کے یہ مادہ زیادہ ہے فطرتاً وہ اسواسطے کہ مرد مین تولید خون زیادہ ہوتی ہے ۔ اور عورت مین اگرچہ تولید خون مثل مرد کے ہونا تسلیم بھی کرلین لیکن عورت کا خون حیض و نفاس کے ذریعہ سے خارج ہوتا رہتا ہے بچہ کی ساخت مین صرف ہوتا ہے شیر بنکر پستان سے خارج ہوتا ہے ۔ بخلاف مرد کے ۔ اسکے جسم مین جسقدر تولید ہوتی ہے اوسکے اخراج کا کوئی ذریعہ نہین ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مرد سخت و درشت متحمل و پر طاقت بہ نسبت عورت کے ہوتا ہے ۔ بہرحال افراط خون ازدیاد حرارت کا موجب ہے اور ترقی حرارت سے تلون طبع کا ہونا بھی خلاف عقل نہین اور یہ تلون طبع تسلی کے ساتھ انسان کو ایک جگہ مقیم رہنے کا مانع ہے ۔ پس جب مرد کی فطرت مقتضی پھرنے پھرانے کی ہوئی تو اوسکو خانہ نشین بنانا اسپر نہایت ظلم ہے اور ہرگز یہ متحمل خانہ نشینی کا نہین بخلاف عورت کے ۔ اسوجہ سے خدا نے اس تلون طبعی سے مرد سے وہ اچھے اچھے کام لیے جو باہر نکل بیٹھ اور چل پھر سے متعلق ہین ۔

(۲) عورت کا حاملہ ہونا لڑکا جننا دودھ پلانا اولاد کا پالنا خانگی انتظام کرنا اور کسب معیشت کی بھی تکلیف ڈالنا سراسر ظلم ہے اور ہرگز عورت ان صورتون مین مبتلا ہوکر صحیح و سالم

نہین رہ سکتے ضرور اوسکی ہلاکت کا خطرہ ہے اور قطع نظر اسکے ایک وقت یہ امور جمع بھی نہین ہوسکتے زچائیت کی حالت مین خواہ نخواہ مرد کو گھر سے نکلنا پڑے گا۔ پھر پہلے ہی سے مرد کیون نہ باہر نکالا جاوے۔

(۳) خدا ارشاد فرماتا ہے "الرجال قوامون علے النساء" مردون کو فطرت نے عورتون پر صاحب اختیار پیدا کیا ہے۔ مرد کو اپنی قوت و توانائی سے اختیار ہے کہ جسقدر چاہے کما کر لاوے اور بال بچون عورتون پر تقسیم کرنے اور جسقدر چاہے اپنے واسطے اندوختہ کرے۔ عورت اگر کمانے دھمانے کے واسطے ہوتی تو وہ ہرگز یہ نہ کر سکتے بلکہ مرد اوس سے ہاتھ مروڑ تروڑ کر چھین لیا کرتا اور عورت پھر بیکار محض مفلس و نادار رہ جاتی یا یہ نہ بیزار ہو کر کمانا چھوڑ دیتی پھر مرد کو نکلنا پڑتا۔ اور یہ امور اسوجہ سے ہوے کہ مرد بہ نسبت عورت کے توانا ہے۔ اور جو شخص صاحب قوت و اختیار ہوگا وہی حکومت کے واسطے سزاوار ہے۔ قوی کبھی ضعیف کی حکومت نہ سہنے گا پس مرد عورت کا محکوم ہرگز نہین رہ سکتا [illegible] اسکا نتیجہ یہ ہوگا جبکہ عورت ہی کی کمائیکی عادت ہوگی کہ جسطرح کسے انسان [illegible] گاو و خر سے زبردستی کام لیتا ہے اوسی طرح صبح ہوتے ہی عورتونکی ہنکائی ہوتی اور کسب معیشت و کاروبار کے واسطے مثل بیلونکے جوتی جاتین جو موجب اونکی ہلاکت کا ہوتا۔ کیا انصاف و عدل ہے خدائے پاک کا کہ اوسنے عورت ضعیف البنیان کے لیے مرد کو مسخر فرما کر کسب معیشت کے واسطے مقرر کیا یہ مصلحت خداوند کریم کی لائق صد آفرین ہے اللھم صل علے محمد و آل محمد۔

(۴) مرد کے خانہ نشین ہونے اور عورت کے نکلنے سے انتظام عالم مین برہمی ہو جاتی اسلیے کہ بہت سے امور ہین کہ جو مرد ہی کے شایان اور عورت کے اختیار سے باہر ہین مثل جنگ و پیکار تعمیر عمارات حمالی وغیرہ اور اکثر ایسے امور ہین جنمین عقل کامل اور قوت دماغی پوری خرچ کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ عورت مین اصول علم "فیسو لوجی" اور "فرینالوجی" کے روسے بہ نسبت مردون کے بہت کم ہے لہذا حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہوئی کہ مرد چونکہ درشت اور طاقتور اور بنظر اعضاے جسمانی و قواے نفسانی کامل تر ہے۔ لہذا اسکو سخت کام سپرد کیا جاوے اور خانگی امور کا بندوبست عورات کرین اور جو کام گھر کے بیٹھنے سے انجام پاتے ہین وہ عورت سے

متعلق ہون مثل پرورش اطفال اونکی نگرانی تا زمانہ صغر سنی یہ اصول کیا عدالت سے نعیر ہو رہے ہیں
(۵) فطرت عورت کی مقتضی نہین کہ وہ اون کامونکو انجام دے سکے جو مرد کے ہاتھ سے ہوتے
ہین۔ اس زمانہ کو جانے دو خلقت انسان کے وقت سے نظر کرو۔ عورت بھی مثل مرد کے
انسان ہے مگر ہمیشہ سے یہ نا قابل اون امور کے ہے جو مرد کی قابلیت سے ظہور مین آئی ہین
اگر عورت مین بھی مثل آپکے مادہ ترقی و قابلیت فطری ہوتی تو کیا آپ اوسکو روک بھی سکتے
تھے ابتدائے آفرینش انسان سے اسوقت تک بہت زمانہ ترقی کا گذرا ہے۔ جس طرح سے
خود بخود آپکی طبیعت مین کار و کسب معاش کی امنگ پیدا ہو گئی اسیطرح سے عورت کی فطرت
بھی اگر اسکی مقتضی ہوتی تو پہلے ہی سے مثل مرد کے وہ بھی کماؤ اور کارکن ہوتی۔ اوسوقت
آپ کہہ سکتے ہین کہ شریعت اسلام نے عورت کو پردہ بٹھلایا۔ ہم پوچھتے ہین کہ جب کوئی شریعت
لونکو روکنے والی نہ تھی اوسوقت بتائے کہ عورت عادتاً مرد کو کما کر کھلاتی پلاتی تھی۔ یا مرد عورت
کو۔ ہمیشہ سے مرد قوام اور سرپرست عورت کا سمجھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ فطری
اقتضا ہے جسکو ہماری شریعت نے بحکم دیگر ظاہر فرما دیا۔ مرد پر عورت کا نان و نفقہ واجب کرکے
اسکو عورت کا کارندہ قرار دیا۔ دیکھیے ہمیشہ سے مادہ ترقی اور قابلیت ذاتی جسقدر مرد مین ہے
اوسکا عشر عشیر بھی عورت مین نہین ہے جس کام کو دنیا مین آپ پیش کرین اوسمین ہم مرد کی
قابلیت کو بیان کرکے دکھانے کو موجود ہین ایک اسی امر کو دیکھیے ہر ملت و مذہب مین
ہادیان قوم و ریفارمر و مصلحان و واعظان مرد ہے گذرے ہین عورت اس امر مین
بھی نا قابل رہی ہے۔ پس جسکی فطرت نا قابل ہو کیونکر آپ اوسکو مرد سے زیادہ قابل
بنا سکتے ہین۔ ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔
اب اگر آپ پردہ کی ضرورت پوچھتے ہین تو اوسکو ہم آیندہ بیان کرین گے۔
(دوسرا اعتراض) پردہ پر یہ ہے کہ حفظان صحت کے قاعدہ سے عورت ہوا خوری کی زیادہ
محتاج ہے اسلیے کہ یہ نسبت مرد کے زیادہ نازک ہے۔
(جواب) یہ ہے کہ محتاج ہوا خوری وہ ہے کہ دن بھر کسب معیشت مین تعب اوٹھاوے
محنتہاے شاقہ سے گھبرا کر کثرت کاروبار سے دل تنگ اگر مکان مین بیٹھی۔ اب چونکہ
خالی ہے اور کوئی کام اوسکو نہین رہا ہے تو سیر و سپاٹا تفریح اسکے لیے ضروری ہے
عورت کو ہرگز اسقدر کاروبار نہین جن سے وہ مشقت و تعب مین مبتلا ہو اور اوسے ضرورت

ہواخوری کی ہو۔ کیا ہماری ہندوستانی عورت سے کچھ زیادہ آپکی یورپین سیاح عورتین صحیح وتندرست ہوتی ہین ہرگز نہین باوجود اس گوشہ نشینی کے کوئی صحت مین خرابی نہین ہوتی ہے کیونکہ وہ عادی گوشہ نشینی کی ہین۔ باوجودیکہ میم صاحبہ صبح وشام ٹمٹم پر خواہ فقط ولایتی کاٹھی پر اور کبھی بائی سیکل پر سیر وسپاٹا کرتی ہین غذا مین اون گوشتون کا استعمال ہے جوسب گوشتون مین قوی تر ہوتا ہے شراب کا بھی استعمال رہتا ہے۔ باوجود ان سب حفظان صحت کے طرق برتنے کی پھر بھی کسیطرح سے یورپین سے یورپین زیادہ صحیح وتوانا نہین ہوتی ہین ابھی نئے تہذیب یافتہ لوگون نے ہندوستانی عورت کو گاؤ گجراتی کا لقب عطا کیا ہے۔ آپ ہی انصاف کرین کہ بکری[1] مین کہین قوت وتوانائی مین گاؤ گجراتی کا مقابلہ کرسکتی ہین ہرگز نہین یہ آپکا محض دھوکا دینا ہے ہرگز عورت کو حفظان صحت مین سیر وسپاٹے کی ضرورت نہین ہے اور کسی مرض کے علاج مین انحصار اسی سیر وسپاٹے پر ہو تو واجبی پردہ کے ساتھ بوقت ضرورت اونکے واسطے بھی منع نہین ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ عادت جسکو حکیم طبیعت ثانیہ کہتے ہین۔ جبکہ عورت کو ابتداے عمر سے خانہ نشینی کی عادت ڈالی جاوے اور گھر مین پردہ سے رہنے کی وہ عادی اور خوگر ہو جاوے جب سے وہ ہوش سنبھالین گھر مین رہنا اور پردہ کرنا دل ودماغ عقل اور خیال اعضاے بدنی سب اسکے مشاق ہو جاوین اپنے کو بھی ہمیشہ خانہ نشین دیکھین۔ ماں بہن خالہ پھوپھی اور تمام کنبہ کو بھی پابند اسی رسم کا پاوین تو اگرچہ براہ فطرت خانہ نشینی انکو ناگوار بھی ہو مگر عادت نے دوسری طبیعت پیدا کردینے سے انکو پردہ نشینی ہرگز ناگوار نہ ہوگی بلکہ اُسکے خلاف بے پردگی کمال ناگوار ہوگی اور ترک عادت سے بنظر قواعد حفظان صحت جو خرابیان پیدا ہوتی ہین وہ بے پردگی اور ہواخوری مین پیدا ہونگی ہے "العادۃ طبیعۃ ثانیۃ" عادت کے خلاف ہر امر مین نقصان ومضرت ہی دیکھو بعض فلاسفر تو اسی کے قائل ہین کہ جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے سب عادت ہی سے ہوتا ہے۔ دراصل نہ کھٹا ہے نہ میٹھا ہے۔ نہ مزہ دار نہ بدمزہ۔ نہ بو نہ خوشبو کچھ نہین سب کا مدار عادت پر ہے۔ اگرچہ یہ قول بالکل خلاف عقل ہے تاہم عادت سے ضرور آثار بدل جاتے ہین پس جبکہ ہماری عورتونکو پردہ داری کی کمال عادت ہے تو ضرور انکو

[1] نوٹ ۔ میں محاورہ ہند مین بکری کو بھی کہتے ہین ۱۲۔

خانہ نشینی سے کوئی مضرت نہین ہو سکتی بلکہ ہوا خوری موجب نقصان ہوگی اور خلاف قاعدہ حفظان صحت۔

(تیسرا اعتراض) تدبیر خانہ داری اور حکمت منزل محتاج تجربہ پر ہے اور تجربہ بدون سیر و سیاحت کے ناممکن ہے پس پردہ نشینی سے کاروبار خانگی مین ابتری ہوتی ہے۔

(جواب) یہ ہے کہ عورتون سے گھر کا وہ کام متعلق نہین ہوتا ہے جسمین زیادہ تجربہ کی ضرورت مثل مردون کے ہو۔ کھانا۔ پکانا۔ سینا۔ پرونا۔ مرد کے مال کی حفاظت۔ بچون کا پالنا یہی کام اسلامی عورتون سے متعلق ہین۔ ان کامون مین ہرگز زیادہ تجربہ کاری کی ضرورت نہین ہے۔ ہم امور خانگی مین پردہ نشین عورت کو ایسا واقف وما ہر دیکھتے ہین اور اونکو اپنی ہمجنس عورت کی صحبت سے ایسی اگاہی اپنے امور مین ہوتی ہے کہ کوئی ضرورت سیاحت کی باقی نہین رہتی اور کسی امر مین خلاف تجربہ کوئی امر عورت سے ظہور مین آتا ہے تو ایک تجربہ کار استاد یعنے گھر کا مالک (مرد) ہر وقت اوسکو تعلیم دے سکتا ہے اور اپنی دور و دراز کے تجربون پر گھر بیٹھے عورت کو مطلع کر سکتا ہے پس ہرگز عورت کو بغرض تجربہ سیر و سیاحت کی ضرورت نہین ہے۔

(چوتھا اعتراض) پردہ نشینی پاکدامنی کو عورت کے روکتی ہے اسلیے کہ انسان جس بات سے روکا جاتا ہے اوسکے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے۔

(جواب) یہ عجب بات ہے اگر یہ کلیہ ہے تو فطرت کو ہرگز یہ لازم نہین کہ کوئی قانون جرائم سے روکنے کے واسطے مقرر کرے۔ نہ ریفارمرون مصلحان قوم کو وعظ و لیکچر سے عام خلایق کو کسی بری بات سے روکنا چاہیے۔ تمام قوانین ملکی و اخلاقی و طبی لغو و بیکار ہو جاوین۔ ایسا ہرگز نہین ہے بلکہ اصلاح کا قانون اسواسطے ہے کہ وہ خواہش حیوانی اور حرص بیجا کو روکے۔ بلکہ یہ بھی خیال کرنا لازم ہے کہ جسطرح سے آدمی از راہ جہالت جس امر سے منع کیا جاوے اوسپر حریص ہوتا ہے اوسی طرح سے فطرتی امر انسان کا یہ ہے کہ اپنی بہبودی اور عزت کی جو بات ہو اوسکا بھی حریص ہو۔ اور چونکہ عورت کے واسطے حفظ آبرو اور نگہداشت عزت خاندانی کی ایک بہبودی اور عزت کی بات ہر جو پردہ مین بخوبی بنے مین ضرور ہے کہ عورت اسکا خیال کرکے حریص عزت کی ہو اور وہ پاک دامنی کا سبب ہو جاوے۔

علاوہ اسکے پردہ مین رہنا محض تحفظ عصمت و عظمت ہے کے واسطے نہین ہے بلکہ دیگر امور بھی شامل ہین مثل اعزاز خاندانی اور انتظام امور خانگی و پرورش اطفال وغیرہ کے۔

(پانچوان اعتراض) سزا دہی بعد صدور جرم ہوتی ہے پس عورتون کو حبس دوام کی سزا قبل ارتکاب جرم کیون دیجاتی ہے۔

(جواب) اسکا یہ ہے کہ خانہ نشینی سے اونکی بیحرمتی یا کسی قسم کی اذیت پہونچانا۔ یا یہ کہ اونکی جانب بیجا بدگمانی کرکے اس پابندی کا التزام کرانا اگر مقصود ہوتا او سوقت یہ اعتراض صحیح ہوتا۔ اور پردہ نشینی سزا جرایم کی قرار پاتا۔ ایسا ہرگز نہین ہے بلکہ پردہ کے جو فواید ہین انکے لحاظ سے یہ رسم جاری کیا گیا ہے نہ اسمین کوئی اذیت ہے عورت کے واسطے بلکہ موجب خوشنودی اور کمال راحت ہے جیساکہ وہ عورات جنکی تعلیم و تربیت اسی طور کی ہوتی ہے وہ خود پردہ داری کو کمال عزیز رکھتے ہین اور اگر اتفاقاً کسیوجہ سے خادم و خادمہ کی سہل کاری سے سقہ یا حلال خور یا کسی اجنبی مرد کا سامنا ہوجاتا ہے تو وہ باعفت و عصمت عورتین خود کمال برہم و خفا ہوتی ہین اور اس بے پردگی کو اپنی بے غیرتی کا باعث قرار دیتے ہین پس اسکو قید اور جیل خانہ سے تشبیہ دینے بجز فریب دہی کے اور کیا سمجھا جاوے دین ہمیر صاحب مورخ جرمنی کا قول ہے کہ مسلمانون مین حرم سرا زوجہ شوہر کے راحت کا گھر ہے غیر دن کو حرم مین جانے کی ممانعت اسوجہ سے نہین ہے کہ عورتون کا اعتبار نہین ہے بلکہ اس سبب سے ہے کہ قدیم سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ ایشیا کی اعلیٰ قومون (مسلمانون) مین اور یورپ مین جو اعزاز و احترام عورتون کا کیا جاتا ہے اوسکا ثبوت بآسانی ل سکتا ہے زوجہ و شوہر کی باہمی معاشرت اور بے تکلفی قایم رکھنے کے لئیے پردہ کا رسم نکالا گیا ہے جسکو شوہر بیجا نہین اوٹھا سکتا۔ لفظ حرم کے معنی عربی مین عورتون کا کمرہ یا مکان ہے جسکو اہل یورپ غلطی سے عورتونکا قید خانہ سمجھتے ہین۔ زنانہ (جسکو ایرانئین اندرون کہتے ہین) کے مقدس حدود کے اندر ربۃالخانہ کی حکومت ہوتی ہے اوس دائرہ کے اندر شوہر کی کچھ نہین چلتی بلکہ بغیر اجازت زوجہ کے وہ گھر کے اندر جانے بھی نہین پاتا"

(چھٹا اعتراض) قرآن مین کہین پردہ کا حکم نہین ہے۔

(جواب) دیکھو رسول خدا کی بیبیان مسلمانون کی مان جنکی شان مین خدا نے فرمایا ہے وازواجہ امھتھم پھران ماؤنکو بھی عام طرح سے نکلنے کا حکم نہین بلکہ گھر میٹھے رہنے کا

حکم کیا گیا کہ ‹‹ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی ››
تو عام طرح سے عوام عورتین کسطرح سے بے پردہ باہر نکل سکتی ہین۔ اور خود حضور صلے اللہ علیہ وآلہ کو
ارشاد ہوا کہ اپنی بیبیون اور بیٹیون اور عام مسلمانون کی بیبیون کو کہدیجئے کہ اپنے منھ پر چادر کا
کونا ڈال لیا کرین ‹‹ یا ایها النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین
علیهن من جلابیبهن الایه ›› یہ پردہ نہین تو کیا ہے۔ اور حکم ہوا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ
وآلہ کے ازواج طاہرات سے جو کچھ مانگنا ہو وہ پردہ کے باہر سے مانگو ‹‹ واسئلوهن
من وراء حجاب ›› یہ پردہ نہین تو کیا ہے۔ ایسی روشن آیات قرآنیہ سے چشم پوشی
کرنا اور بیہودہ حرکت بول اٹھنا کہ پردہ قرآن مین نہین ذرا غور فرمائیے کہ کسقدر بیباکی ہے۔
جس زمانہ مین خاندان نبوت پر سخت مصیبت آئی تھی اور ظالمان بے دین نے
اہلبیت اطہار کو پیاسا شہید کیا اور ان کی عورتون کو بے پردہ اونٹون پر بٹھا کر کربلا
سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق تک پھرایا جیسا ابن ابی الحدید اور دعبل خزاعی نے
پردہ داریان لکھے ہین اور خود اون مخدرات عظمت نے اس بے پردگی پر نوحہ
و بین کئے ہین دعبل کا ایک شعر یہ ہے ‹‹ وابی زیاد فی القصور مصونۃ ٭ وآل رسول اللہ
فے الفلوات ›› مسلمانون اگر پردہ کوئی شے نہین تو خاص کر اس بے پردگی پر کیون عام
مسلمانون نے ماتم کیا۔ پس اول پردہ دری جو اسلام مین ہوئی وہ یزید کے لوگون نے
کی۔ اب جنکا جی چاہے اون لوگونکا ساتھ دے۔

اب ہم فواید پردہ کے بیان کرتے ہین۔ نظر انصاف سے ملاحظہ کیجیے۔

(۱) صحبت ہمجنس و ناجنس کا اثر اچھا ہو یا برا ضرور ہوتا ہے اور یہ فطرت کا اقتضا ہے
کہ ناجنس کے مغایر اخلاق ہوتے ہین اور صحبت ناجنس سے اسکے اخلاق بھی ویسے
ہی ہو جاتے ہین چنانچہ جو لڑکے ابتدائے سن سے عورتون کی صحبت مین رہتے ہین
وہ زنانہ مزاج ہو جاتے ہین اور جو اخلاق عورتونکے مثل جبن و بخل وغیرہ کے ہین وہ
لڑکون مین پیدا ہو کر اونکی خلقت جس غرض سے ہوتی ہی وہ مفقود ہو جاتی ہے۔ کیا
جو لوگ زنانہ مزاج ہوتے ہین۔ اونسے آپکو اون امور عظام کی انجام دہی کی امید ہے
جو مردون سے انجام پاتے ہین۔ ہرگز نہین۔ اسیطرح سے لڑکیون کو اگر مردون کی صحبت مین
پالا جاوے۔ اگرچہ وہ محارم بھی ہون تو ضرور وہ لڑکیان مردانہ اخلاق سیکھ کر اوس

طبیعت پر باقی رہین گی جو عورتو نکے واسطے ضروری ہے اور بے باک و طرار ہوجاوینگی اور امور خانہ داری کے انتظام مین دشواری ہوگی ۔ لہذا مرد عورت سے اور عورت کو مرد سے جدا رکھنا لازم ہوا ۔

(۲) عورت و مرد مین جو نسبت فعل و انفعال کے فطرتی ہے اوس سے ہر شخص آگاہ ہے پس اگر مرد و عورت دونون مہذب ہین تو ایک دوسرے کی صحبت سے متاذی ہوگا اور خواہ نخواہ نفس کشی ہر لحظہ کرنا پڑے گی ۔ پس اس ایذاے بیجا کو کون عقلمند پسند کریگا ۔ اور اگر ایک غیر مہذب ہے تو دوسرا مہذب اوسکی بدتہذیبی سے متاذی ہوگا اور کیا عجب ہے کہ آخر غیر مہذب غالب آجاوے اور اثر مہذب مغلوب ہوجاوے اور اگر دونون غیر مہذب ہین تو پھر فرمایے اسصورت مین ارتکاب فجور کا کون روکنے والا ہے ۔ لہذا باہم صحبت ہونا اون دونون کا غیر مناسب ہوا اور سہل و آسان طریقہ رفع تکلیف و ایذا کا یہی قرار پایا کہ دونون علیحدہ رہین ۔

(۳) عورت مین فطرتاً مرد سے حیا ہے ۔ اور شدت حیا مقتضی ہے علیحدگی کا مرد سے اور حیا حسن ہے ۔ پس عورت کو علیحدگی مرد سے یہ بھی حسن ہوگی ۔

(۴) اگر ہم پردہ کے نتائج پر جیسا کہ ممالک مشرقی مین ظاہر کیا گیا ہے غور کرین تو یہ خیال ہمکو ذہن نشین کرلینا پڑے گا کہ حتی الامکان یہان زناکاری و شوہری بے اعتباری کا تدارک کیا جاتا ہے ۔ لیکن ان تمام برائیونسے مقابلہ کرنے مین گرجا کے قوانین تمام تر بے اثر ہین ۔ یہ برائیان اسلامی ممالک مین کلیتہً ناپدید ہین بجز اون مقامات کے جہان کے یورپ کی رسوم و خیالات نے اپنی بنا قایم کرلی ہے ۔ یہ واقعہ اون لوگونکے واسطے مسلمہ ہے جنھون نے مشرق مین آنکھ کھولکر قیام کیا ہے اور جن مقامات پر یورپ کے اثر نے نفوذ کرلیا ہے وہان جملہ قبائح کے امواج نے اصلی عفت و پارسائی کو معدوم کردیا ہے ۔

ہندوستان مین مسلمان کسبی کا دستیاب کرنا اگر یہ نہ کہا جاوے کہ ایک مایوسانہ کام تھا ۔ تو نہایت درجہ مشکل ضرور تھا ۔ لیکن برٹش گورنمنٹ نے ایک نیا اضافہ تعداد اپنی سالانہ بجٹ مین منضبط کی تاکہ دیسی عورتین انگریزی سپاہیون کے واسطے بہم پہونچائی جاوین ۔

امریکہ اور یورپ کے کسی شہر مین جاؤ اور اون برائیون اور بدکاریون کے بلا تعرض سیلاب کی شہادت تمکو ملاحظہ کرو جو تمدنی عمارت کے ذریعہ سے بلا تحاشا دوڑ رہے ہین اور جوش زن ہین۔ کسی جلسہ رقص و دربار۔ یا مجلس دعوت مین چلو اور اون امیرزادیون کی حیثیت کو جو خدا کی ایک اعلی ترین صنعت مین سے ہین دیکھو کہ اس صدیکی تہذیب کے رسم و رواج نے اونھین کہانپر جگہ دی ہے۔ ذی عزت۔ دولت مند۔ تعلیم یافتہ عیسائیون کے ازواج اور عصمت مآب بیٹیون کو دیکھو کہ وہ کسطرح اون اشخاص کی مد نظر ہین جنکے خون مین بخارات شراب شعلہ زن ہو رہے ہین۔ اخبارون کو ہاتھ مین لیکر طلاق کی فہرست تمدنی اتہامات۔ اور شوہری الزام کو دیکھو جنسے ہم شرمندہ و متنفر ہو رہے ہین۔ اب کہو کہ جو مسیحی قوانین اور مسیحی دستور لکھے جاتے ہین اچھے ہین۔ اور ان سب ارتکابات کا کیا علاج ہے۔

محمدی قوانین و ضوابط و اسلامی اصول مین مسیحی قوانین و ضوابط کی چند صدی تک آزمایش کی گئی لیکن یہ تمام ترناقص ثابت ہوئے۔ نامحرم لوگون کو۔ جوان عورتونکا بوسہ لینا جائز ہی نہین۔ بلکہ یورپ کی نئی تہذیب مین ایک امر مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ کوئی دعوی سے نہین کہ سکتا کہ انگلستان مین کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جسکا عین جوانی کے دنون مین کسی نامحرم نے بوسہ نہ لیا ہو دنیا پرستی اسقدر ہے کہ (آراپ الگزنیڈر صاحب) ایک چٹھی مین لکھتے ہین کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک مین پائے جاتے ہین انمین سے ایک شخص میری نظر مین ایسا نہین جسکی نگاہ آخرت کیطرف لگی ہوئی ہو۔ بلکہ سب دنیا مین ڈوبے ہوئے ہین۔ یہ سب اسی بے پردگی اور شرب خمر کا نتیجہ ہے جس کی وبا عیسائیونمین ایک سرے سے پھیلی ہوی نظر آتی ہے۔ اسکا علاج اگر ہے تو یہی پردہ۔ پردہ سے مراد صرف اجنبی مردون سے خلاملا۔ اور میل جول رکھنے سے احتیاط کرنا ہے اور غیر مردون کے ساتھ عورتون کی خلوت کرنے مین جسقدر خرابیان ہین اوس کے اظہار کی کوئی ضرورت نہین۔ شرعی پردہ کے وجود اور عورت مرد کی خلوت مین اکٹھا ہونے کی روک ہے جو زنا کی سد راہ ہو سکتی ہے ورنہ جن اقوام مین پردہ کا پاک دستور نہین اونمین زنا کی وہ کثرت ہے کہ الامان۔ زنا سے زیادہ بچے ہوئے اگر کوئی قوم ہے تو وہی ہے جنمین پردہ کا پاک دستور ہے۔ جو شخص شرعی پردہ کے

خلاف ہے اوسکو یہ ضرور غور کرنا چاہیے کہ پردہ کے ہونے سے اونکی سوسائٹی کہانتک زنا سے بچی ہوئی ہے اوسوقت اونکو پردہ کی خوبیان ٹھیک معلوم ہوجاوین گی۔ پردہ سے مراد اسلام مین صرف (غض بصر) ہے یعنے غیر مرد کو آنکھ اوٹھا کر نہ دیکھنا اور ایسا ہی غیر عورت کا کسی اجنبی مرد کو آنکھ اوٹھا کر نہ دیکھنا جیسا کہ قرآن مجید مین فرماتا ہے ؎ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ؎ اے نبی تم مومن مردون سے کہدو کہ اپنی آنکھین اجنبی عورتونکی طرف دیکھنے سے نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کو تھامین۔ اور ایسا ہی مومن عورتون سے کہدو کہ اپنی آنکھین غیر مردونکے دیکھنے سے نیچی رکھین۔ اور اپنی عصمت کو تھامی رکھین۔ اور نہ دکھائین اپنا سنگار مگر جو اسمین سے (بہ مجبوری) کھلا رہے اور چاہیے کہ اپنے گریبانون پر اوڑھنیان اوڑھین۔

پس یہی اسلامی پردہ ہے (یعنے غض بصر) جسکی خوبیان تمام جہان جانتا ہے اہل ہنود کی شریف قوم بھی اس دستور پاک کی پابند ہو رہی ہے جسکو آریہ لوگ اوٹھا کر یورپین اقوام کے مساوی بننا چاہتے ہین اور غیر مرد عورت کا خلا ملا جائز رکھنا چاہتے ہین۔ لیکن یورپین کے اس قبیح دستور مین تقلید جس کی وہ خوشامد کی ہین آریون کو مبارک رہے۔ مسلمان کی عورات کو چار دیواری مین قید ہونے کا حکم ہرگز نہین ہے البتہ غیر مردون سے خلا ملا کی سخت ممانعت ہے جو زنا کا سرچشمہ اور فساد کا سرمایہ ہے۔ عورت فقط چادر ریچے سے شرعی پردہ کر سکتی ہے لیکن ہندوستانکا رسم کہ مکانون سے جب نکلین تو سواری مین اور چادر ریچے کی بھی اجازت نہین۔ یہ محض ہندوستانی رسم ہے۔ اور بمصالح ایسا قرار دیا گیا ہے۔

(۱) اسواسطے کہ سب عورتین نہ تو اسقدر شریعت کی پابند ہین جنکو عموماً اپنے مذہب کا پاس ہو نہ سب ایسی ہی غیرت دار ہو سکتی ہین۔ اور پھر ملک ہندوستان خود ہی سرچشمۂ فسق و فجور کا ہو رہا ہے اکثر قومین۔ اور بہت سے مذہب والے جنمین قید مذہبی بالکل نہین ہے اونمین اپنی عورتونکو چھوڑ دینا از حد حماقت و بے وقوفی ہے اپنی عورتون سے تو مسلمانونکو ضرور اطمینان ہے لیکن ملکی اوباشون اور بدمعاشون کے

خوف سے پردہ مین زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔
(۲) ہمارے ملک مین یہ رسم شریف اور رذیل مین امتیاز اور تفرقہ کی نظر سے ہے اور جو رسم امتیاز قومی خواہ اعزاز خاندانی کے سبب سے جاری ہوا اور کوئی مضرت عقلی بھی اوسمین نہ ہو بلکہ ترجیح عقلی اوس مین ہو جیساکہ سابقاً مذکور ہوا تو ضرور وہ لائق تعمیل ہے۔
تاریخ ہند کو ملاحظہ کیجئے راجپوت کی قوم جو ہندوستان کی رئیس (راما اوتار) کے زمانہ سے ہے اونکی عورتونمین اعزازی پردہ آج تک ہے راجپوتانہ کے ملکون مین جودہ پور۔ اودے پور۔ بھرتپور۔ دھولپور۔ اور پٹیالہ۔ نابھہ۔ وغیرہ کی رانیان اب بھی نہ سر بازار پھرتی ہین نہ ہوا خوری کو نکلتی ہین بھی نالکی پالکی۔ محافہ وغیرہ بند سواریان اونھین کے واسطے بنائی گئی ہین۔ بلکہ جاٹ و گوجر وغیرہ جو بدقومی ہین اونکو بھی جب ریاست ہوجاتی ہے تو یہ بھی اعزازی پردہ جاری کرتی ہین۔ اہل اسلام ہندوستان مین فاتح بنکر آئے رئیس کہلائے اور پردہ کا حکم انکے مذہب مین بھی پہلے سے موجود تھا پس انکو ضرور ہوا کہ یہانکے رئیس اور حکم انکے اوضاع اطوار کو اختیار کرین چونکہ اونکی عورات اعزازی پردہ کی پابند تھین اور اہل اسلام کی شریعت اور عقل سلیم سے یہ پردہ منافی بھی نہ تھا لہذا انھون نے بھی اپنی عورتونمین اسکو جاری کر دیا اور یہی اعزازی پردہ عرب مین جاری تھا معزز عورتین عماریون اور کجاؤونمین جو پردہ دار ہوتی تھین نکلا کرتی تھین دیکھو تاریخ عرب کو۔
سوائے پردہ کے باقی سب احکام مین عورتین مساوی ہین علم کا سیکھنا دونون کے واسطے یکسان ہے جیساکہ جناب رسولخداؐ نے ارشاد فرمایا ہے «طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ»، علم کی تلاش ہر مرد مسلمان و عورت مسلمہ پر فرض ہے۔ پھر عورت کو جمعہ جماعات۔ مین مناسب پردہ سے اور احتیاط کے ساتھ جانے مین کوئی گناہ نہین۔ عالمان دین کے وعظ سننے کی کوئی ممانعت نہین مسایل دریافت کرنے کی کوئی روک نہین۔ ذرا یہان سے نکل کر عراق و ایران و حجاز کی سیر و کرو تو پھر عورتون کے اصلی پردے کے ساتھ طرز معاشرت کو دیکھ لو۔
ہندوستان مین بھی مسلمانون کی عورتین اگر چار دیواری مین ہین۔ تاہم گھر کی

بادشاہ ہوتے ہین سارا گھر انھین کے اختیار مین ہوتا ہے مرد جو کچھ کماتا ہے اونھین کے
ہاتھ مین رکھتا ہے وہی گھر کا سب انتظام کرنے والی اور بچونکی خبرگیری کرنے والی ہین
غرضکہ اونکو ہرطرح اختیار حاصل ہوتا ہے اور وہ گھر کی ایک ملکہ ہوتی ہین۔ جس کے
آگے مرد بھی ایک اجنبی سا معلوم ہوتا ہے مسلمانونکی تواریخ کو دیکھو۔ ہزارون عورتین
بڑی بڑی فاضل اور علوم و فنون مین ماہر و کامل گذر چکی ہین۔ حضرت خدیجہ۔ حضرت
فاطمہؓ۔ اسما۔ حضرت حفصہ جنھون نے بیس برس کامل ہر بات کا جواب قرآن مجید سے
دیا ہے۔ حضرت ام سلمہ۔ حضرت زینب بنت امیر المومنینؑ۔ حضرت ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ
وغیرہ کے نام سے دنیاے اسلام فخر کرتی ہے۔
نورجہان۔ زیب النسا وغیرہ وغیرہ سیکڑون عورتین آپ مردون کے برابر
نامی پاوینگے۔
زمانہ قدیم مین بھی پردہ نشینی کا رسم بہت سی قومون مین تھا یہانتک کہ اہل اتھنس
بھی اس دستور کے سخت پابند تھے توریت مین بھی پردہ کا ذکر ہے "اور اوس
نوکر نے کہا تھا کہ یہ میرا خاوند ہے۔ اسلیے اوسنے نقاب لیا اور اپنے تئین چھپایا۔"
(پیدائش باب ۲۴) تب اوسنے اپنی رنڈوگی کے کپڑون کو اوتار پھینکا اور برقع
اوڑھا اور اپنے کو لپیٹا" (پیدائش ۳۸) اگر انصاف سے دیکھو تو انجیل مین بھی
پردہ کا حکم موجود ہے۔
(خط پولوس بنام قرنیتان ۱۱/۵) اور ہر عورت جو سر بن ڈھانپے دعا یا نبوت
کرتی ہے اپنے سر کو بیحرمت کرتی ہے کیونکہ سر منڈے ہوے کے برابر ہے۔
(۶) سو اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو اوسکی چوٹی بھی کٹ جاوے۔ اور جو عورت
چوٹی کٹنے یا سر منڈنے سے بیحرمت ہوتی ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔
اگرچہ ظاہر ان آیات کا یہی ہے کہ دعا کے وقت اوڑھنی اوڑھنے کا عورتونکو حکم ہے
لیکن ان آیات سے اسکی ممانعت کہانسے ثابت ہوئی کہ جسوقت دعا نہ مانگو
اوسوقت برہنہ سر پھرو نہ کسی اور آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے بلکہ اسمقام سے
یہ معلوم ہوا کہ سر ڈھانپنا چونکہ اچھا ہے اسیوجہ سے دعا کے وقت بھی حکم ہوا اگر
برا ہوتا تو دعا کے وقت سر ڈھانپنے کا کیون حکم ہوتا بلکہ اگرچہ لفظ دعا اوپر کی آیت

مین مذکور ہے لیکن اسمقام سے عام طور پر سر ڈھانپنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ہم اس سر ڈھانپنے کی بابت پہلے اس خط کے چلے جانے کے الفاظ نقل کرتے ہین۔
(۳) عورت کا سر مرد ہے (۵) ہر عورت جو سر ننگے ڈھانپے دعا یا نبوت کرتی ہے اپنے سر کو بیحرمت کرتی ہے (۷) پر عورت مرد کا جلال ہے (۸) کیونکہ مرد عورت سے نہین بلکہ عورت مرد سے ہے (۹) اور نہ مرد عورت کے لئے بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے (۱۰) اسلیئے عورت کو چاہیئے کہ فرشتونکے سبب اوسکے سر پر (مرد کا) اختیار ظاہر ہو (۱۳) تم آپ ہی انصاف کرو کیا مناسب ہے کہ عورت سر ننگے دھانپے خدا سے دعا مانگے (۱۴) یا کیا طبیعت آپ تمکو نہین سکھلاتی ہے کہ اگر مرد چوٹی رکھے تو یہ اوسکی بیحرمتی ہے (۱۵) پر اگر عورت کے لنبے بال ہون تو یہ اوسکی زینت ہے کیونکہ بال اوسے پردے کے عوض دے گیے (۱۶) لیکن اگر کوئی تکراری معلوم ہو تو (جان لے کہ) نہ ہمارا نہ خدا کی کلیساؤنکا یہ دستور ہے۔ ۱۱

ان آیات کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جو عورت سر نہین ڈھانپتی اپنے شوہر کو بیحرمت کرتی ہے کیونکہ مرد ہی عورت کا سر ہے اور عورت مرد کی عزت وجلال ہے اگر سر نہ دھانپے گی تو مرد کی بے عزتی ہوگی پس عورت مرد کے اختیار مین ہے اور اپنے شوہر ہی کیوا سطے پیدا ہوئی ہے۔ غیر مردونکو کیون اپنے تئین دکھاوے بلکہ فرشتون تک کی نظر اوسپر دعا کرنے مین نہ پڑے۔ اور فرشتون کو یہ معلوم ہو جاوے کہ مرد کا اسپر اختیار ہے جبھی تو اوسنے اُسکا سر ڈھانپا ہے۔ اور جسطرح سے مرد کو چوٹی رکھنے اور بال بڑھانے مین بیحرمتی ہے اوسیطرح سے عورت کو سر برہنہ رہنے مین بیحرمتی ہے۔ عورت کے لنبے بالونمین بھی قانون فطرت یہی ہے کہ وہ بجائے مقنع اور پردہ کے ہین جس سے اپنے چہرہ کو ضرورت کے وقت چھپاوے یعنے جسوقت کوئی کپڑا اوسکو سر ڈھانپنے کے واسطے میسر نہ ہو تو اپنے بالونسے سر کو چھپاوے اور خلاف اسکے جو شخص جھگڑالو ہو نا انصافی و تکرار و نزاع کرے وہ نہ پولوسی مذہب کا ہے نہ خدا کے کلیسا کے دستور کے موافق کرتا ہے۔

بھلا انصاف تو یہ ہے کہ جس رسم مین ایسا حسن ہو کہ دعا کے وقت اوسکی پابندی کا حکم کیا جاوے۔ اور جس پردہ کا یہانتک حکم ہو کہ فرشتون تک سے پردہ کیا جاوے اور بال بڑھانے کا جب یہی فطرتی منشا ہے کہ اوس سے سر چھپایا جاوے۔

توکیا اب یہ پسندیدہ رسم اور وقتون مین (جب دعا نہ مانگتی ہون) متروک کرنا اچھا ہوگا
ہرگز نہین فرشتون کے سامنا کرنیکی تو ممانعت ہو جو ہر طرح سے خواہشہاے نفسانی سے مبرا ہین
اور مردونکو دکھانا جائز ہو ہرگز عقل اسکو باور نہین کرتی - اور اس سے بھی قطع نظر مرد کو چوٹی
رکھنے مین بیحرمتی قرار دی گئی ہے اگر یہ محض دعاہی کے وقت ہے - تو اس سے یہ معلوم
ہوا کہ جسوقت مرد دعا نہ کرتا ہو اوسوقت اگر سر پر چوٹی رکھے تو کوئی بیحرمتی نہین ہے -
حالانکہ مردونکے واسطے ہر وقت مین چوٹی رکھنا برا ہے خواہ دعا کرتا ہو یا نکرتا ہو -
اوسیطرح سے عورتون کو بھی ہر وقت چوٹی رکھنی چاہیے - اور عورتون کی چوٹی اوسیوقت
تک رہ سکتی ہے جب تک وہ سر ڈھانپے رہین کیونکہ لکھا ہے (جو اپنے سر کو بیحرمت
کرتی ہے وہ سر منڈی ہوئی کے برابر ہے اور جو عورت اوڑھنی نہ اوڑھے وہ سر منڈی
ہوئی کے برابر ہے) تو جسطرح سے مرد کو اس حکم سے کسیوقت چوٹی رکھنے کا حکم نہین -
اوسیطرح سے عورت کو کسی وقت سر برہنہ ہونے کا حکم نہ چاہیے کیونکہ ایک ہی مقام پر دونون
حکم دیے گئے ہین - علاوہ اسکے جبکہ چوٹی کا فطرتی منشا یہ ہے کہ بال پردے کے
عوض مین ہین تو جب تک سر پر بال رہین عام اس سے کہ عورت دعا مین مشغول ہو
یا نہ ہو ہر وقت وہ پردہ ہی کے عوض مین سمجھے جاوینگے - پس جسطرح سے دعا مین پردہ
کا حکم ہے اوسی طرح سے علاوہ دعا کے بھی پردہ کا حکم ہے اور اسیکو پولوس نے کلیسیا کا
دستور اور اپنا آئین قرار دیا ہے -
ہان اگر یہ کہو کہ ان آیات سے محض سر کے بال چھپانا ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ چہرے کا
ڈھانپنا ضروری ہو - تو جواب اسکا یہ ہے - کہ حاجب و محجوب ساتر و مستور مین
فرق ہے پردہ اور شے ہے جو پردہ مین ڈھانپی جاوے وہ اور شے ہے -
بال جبکہ پردہ کے عوض مین دیے گئے اور بجاے پردہ کے ہین تو اس سے ہمکو
سر ڈھانپنا چاہیے اور ان بالون کو اوڑھنی اور چادر سے چھپانا چاہیے (کیونکہ جو عورت
چوٹی کٹنے یا سر منڈنے سے بیحرمت ہوتی ہے تو وہ اوڑھنی اوڑھے) پس اوڑھنی
کی تخصیص سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے کل جسم کو پوشیدہ کرے اور چوٹی جو کہ اکثر
کولونسے نیچی ہوتی ہے پوری ڈھانپے -
اگر فقط سر ہی پوشیدہ کرنے کا حکم ہوتا تو مثل مردون کے ٹوپی یا دستار - و پگڑی

کافی تھی۔ اوڑھنی کی تخصیص کیون ہوئی اس تخصیص سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سارا جسم پوشیدہ کیا جاوے۔

علاوہ اسکے فقط سر ڈھانپنے کی فلاسفی کو دیکھو کیا ہے۔ اگر سر نہ ڈھانپے تو عقلاً کون سا ضرر ہے۔ اور محض سر ڈھانپنے مین کونسا نفع ہے۔

اگر کوئی نفع ہے تو اسمین کہ سارا جسم پوشیدہ کیا جاوے تاکہ نظر نامحرم سے بچے۔ فقط بالون کے چھپانے مین کیا نفع جو کہ اکثر کنگھی چوٹی کرنے سے ٹوٹ کر گلیون مین اوڑتے پھرتے ہین اور ہر کس و ناکس اوسکو دیکھتا ہے۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان

حُسن طلاق

طلاق زمانہ سابق سے جائز ہے حضرت عیسیٰ نے بھی طلاق کو حالت زنا مین۔ جائز رکھا ہے۔ پس اگر ایک مخصوص حالت مین (یعنے زنا) کے وقت یہ تعلق ٹوٹ سکتا ہے تو کمال نشوز و اعراض و باہمی نا اتفاقی کیوجہ سے۔ جبکہ مرد و زن مین نباہ کی کوئی صورت نہین رہتی اور ایک دوسرکي ہلاکت کے خواہان ہوتے ہین۔ یہ تعلق کیون نہین ٹوٹ سکتا۔ کیا ایسی ضیق او تنگی کی حالتمین طلاق مستحسن نہین ہے یا یہ کہ عورت کہین اور مرد کہین ہو طلاق کیون نہین ہوسکتی اب مرد و عورت کو سوائے زنا کے طرف جھکنے کے اور کوئی چارہ نہین کیونکہ تقاضائے طبعی کو تو کوئی روک نہین سکتا سوائے بدکاری اور زنا کے فطرت کا تقاضا اور کسطرح سے پورا ہوسکتا ہے۔ پس عیسائیونکے خدا کے بیٹے کا یہ حکم کسقدر ناقص اور ناعاقبت اندیشی کے ساتھ ہے کہ اونھون نے زنا کی حالت مین تو طلاق کا حکم دیا۔ جو شامت نفس سے اتفاقیہ عورت سے وقوع مین آجاوے اور دائمی نا اتفاقی کہ جو اکثر وقوع مین آتی رہتی ہے اوسکا کوئی علاج نہ بتایا۔

پس کیا یہ تعلیم ناقص نہین ہے مین حیران ہون کہ جب مسیح کا کفارہ موجود ہے اور مرد و زن کے سارے گناہ معاف کرچکا ہے۔ اور عیسائی لوگ محض اعمال سے (نہ اعمال حسنہ سے) راست باز ٹھہر چکے ہین۔ اور سبکے سب نجات پاچکے ہین تو کیا زانیہ عورت کا یہ گناہ معافی کے مد مین نہین آسکتا (کیونکہ نجات صرف ایمان سے

بے نہ اعمال ہوسے بہشن ابعاث کی کیلئے لیل بہشکہ عیسائی آپ تو زنا کرین اور انکو کوئی
نہ پوچھے - مگر جب عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو تو اوسے طلاق دیا کرین - اب تو جس مرد کو
عورت ناپسند ہو یا چھوڑنا ہو - مرد عورت کو خود زنا کا موقع دیگا تا کہ کسی طرح یہ بلا گلے سے
اوترے پر سب سے بڑھکر حسرت اس بات کی ہے کہ انجیل نے مرد کے لئے تو یہ رعایت
رکھی کہ اگر اوسکی عورت زانیہ ہو تو مرد طلاق دیدے لیکن عورت کے لئے اسباب کا
کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اسکا مرد زانی ہو تو وہ بھی مرد سے تعلق قطع کر سکے اور طلاق
لیلے کیا یہ صریح بے انصافی اور ظلم نہین ہے -
اور پھر یہ تو بتلایئے کہ مرد اپنی جورو کا زنا کسطرح ثابت کرے جسنے اپنی عورت کو ایک
مرد کے ساتھ ناگفتنی فعل کرتے ہوئے پکڑا - اور دوسرا اوسوقت کوئی گواہ و شاہد
نہین - اب بتلایئے کہ ایسی حالت مین وہ اوس عورت سے سلوک کیا کرے -
قانوناً تو اوسکو چھوڑ نہین سکتا - کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہین - یون چھوڑ دے
تو عورت پہلے زنا کا قانونی ثبوت مانگی گی تو اب فرمایئے کہ ایسی حالت مین وہ زانیہ
عورت ہی کے ساتھ صحبت کرتا رہیگا ؟ یا نہین - پس یسوع کا یہ ناقص حکم
یہان بھی کسی کام کا نہین رہا -
اگر یہ کہو کہ وہ عورت کو بلا ثبوت و شہادت چھوڑ دے - تو پھر تمام عیسائیون کے
لیئے بڑی گنجایش ہوجاوے گی جس عورت کو چھوڑنا چاہا جھٹ زنا کا الزام و اتہام
لگا دیا اور چھوڑ دیا اس بات سے روکنے والا اونکے لیئے کون آدمی ہو سکتا ہے
اگر یہ جواب ہو کہ کوئی شخص مسیح کا سچا پیرو کہلا کر اپنی عورت کی نسبت جھوٹا الزام
نہین لگا سکتا تو یہ محض حیلہ و تسلی ہے - جب کہ ہر ایک عیسائی کا یہ خیال ہے کہ
نجات کے لیئے تقوی و طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہین - اور
اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سارے گناہ معاف ہو چکے ہین - اب کوئی
گناہ نہین ضرر کر سکتا - پاکون کے لیئے سب کچھ پاک ہے - پر ناپاکونکو (یعنی
غیر عیسائیونکے لیئے) کوئی شے پاک نہین - تو ہر عیاش طبع عیسائی کیون نہ جھوٹے
الزام عورتون کو لگا کر نکالنا چاہے گا اور نئی عورت سے مزے اڑاتا
جاوے گا -

پر مین کہتا ہون کہ جو طلاق کو زنا ہی کے وقوع پر منحصر رکھتا ہے۔ اگر کمال نشوز اعراض کی حالت مین بھی طلاق کی اجازت ہوتی تو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوتی ہے یا اور کوئی وجہ سے۔ اور عورت کا اسمین پردہ ڈھکا رہتا اب عورت کی طلاق صرف زنا پر منحصر رہے۔

مطلقہ عورت کی نسبت زنا کا اعتراف اور اوسے زانیہ کرکے پکارنا سب مقدم ہے وہ ستار العیوب خدا ہو تو ایسا ہو۔ اور احکام ہون تو ایسے ہون۔

چنانچہ ڈاکٹر ہملٹن صاحب ،، نے زنا کی حالت مین طلاق کے جائز ہونے اور باہمی نا اتفاقی کی حالت مین ناجائز ہونے کی نسبت جو ریمارک کرتے ہین وہ اس بارہ مین بالکل اسلامی مسئلہ کیطرف جھکے ہین۔ چنانچہ فرماتے ہین۔

اگر کوئی عورت اذیت ومصیبت کا باعث ہو۔ تو ہرگز خیال نکرنا چاہیے کہ خدا ہم سے ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا۔ مین دلکی سختی کو اس شخص سے منسوب کرتا ہون جو ایسی عورت کو اپنے پاس رہنے دے نہ اوس شخص سے جو اوسکو ایسی صورتمین اپنے گھر سے نکال دے۔

ناموافقت سے عورت کو رکھنا ایسی سختی ہے جسمین طلاق سے زیادہ بیرحمی ہے طلاق ایک مصیبت ہے جو ایک بدتر مصیبت کے عوض اختیار کیجاتی ہے۔ تمام معاہدے بدعہدی سے ٹوٹ جاتے ہین۔ پھر اسپر کونسی معقول دلیل ہے کہ نکاح کا معاہدہ نہین ٹوٹ سکتا اور کیا وجہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدونسے مختلف ہے عیسئے نے زنا کے وقت مین طلاق کی اجازت دی ہے۔ نکاح ملاپ کے لیئے ہے اسلیئے نہین کہ ہم دائمی تردد اور نزاع کے باعث سے پریشان رہین۔

عیسائی مذہب مین زنا کی حالت مین تو طلاق ہے جسمین ذرا بھی حکیمانہ عقل نہین برتی گئی مگر کمال نا اتفاقی کی حالت مین طلاق بالکل نہین۔ جسکا نتیجہ تمام عیسائیون کو معلوم ہے کہ بیسیون مرد وزن بوجہ بے اتفاقی کے سخت ضیق اور مصیبت کی حالت مین ہین مرد کہین عورت کہین عورت کہین نیا نکاح نہین کر سکتی باہمی نباہ نہین ہو سکتا۔ سوائے اسکے کہ بدکاری کیطرف جھکین اور کوئی سبیل نہین مل سکتی ہندوسوسائٹی مین بھی طلاق کا وجود ہے۔

(۱) نفرین کے لائق اور آفت آمیز اور مکار اور سخت عورت کو شاستر کے طریق سے دواہ کرکے ترک کرنا چاہیے (منو ۹/[illegible])

(۲) اننت اور اپنے ورن کے دھرم کو نہ کرنے والا محنت و کسی بیماری کی وجہ سے نطفہ نہ رکھنے والا اور پاپ روگی ایسے شوہر سے فساد کرنے والی عورت کو ترک کرنا نہ اوسکی دولت نہ لینا (منو ۹/[illegible])

(۳) مرد ایک سال تک لڑائی جھگڑا فساد کرنے والی عورت کا انتظار کرے اوسکے بعد بھی اگر لڑائی جھگڑا فساد کرتی رہے تو زیور وغیرہ جو دیا ہے اوسکو واپس لیکر اوسکے ساتھ جماع ترک کرے مگر کھانا کپڑا اوسے جاوے (منو ۹/[illegible])

(۴) جس عورت کا اوپر دوسرا دواہ شوہر کے کیا ہوا ہو اور وہ عورت غصہ ہو کر گھر سے نکلی جاتی ہو تو اوسکو روک کر گھر مین رکھنا خواہ خاندان کے روبرو ترک کرنا چاہیے (منو ۹/[illegible])

قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بارے مین وہ حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے جس سے بڑھکر کسی انسان کے خیال مین نہین - قرآن مجید کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کلام ربانی کا بڑا رجحان اسطرف ہے کہ طلاق نہ دیجاوے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جاوے - چنانچہ ہمارے رسول کریم نے بھی بہت سے احادیث مین طلاق کو بلا ضرورت ناپسند فرمایا ہے اور خدا کو غصہ دلانے والی چیز ارشاد کیا ہے - غرضکہ شریعت اسلامی مین طلاق بلا ضرورت نہایت ناپسندیدہ بات ہے - لیکن مرد کو مطلقاً اسکا اختیار نہ دیا جاتا تو بعض صورتوں مین بڑے بڑے فسادات کا احتمال تھا جیساکہ دوسری قومون مین دیکھا جاتا ہے کہ اونکے مذہب مین طلاق نہین مگر مجبوری اونکو اسلامی قاعدہ کیطرف رجوع کرنا پڑتی ہے - اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر بڑے مضائقہ اور احتیاط کے ساتھ تاکہ حتے الامکان طلاق کی نوبت نہ آوے - اور آوے تو زن و شوہر مین کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو -

احکام طلاق اور اوسکے اقسام

زمانہ سلف مین طلاق کا حق سب قومون مین نتیجہ ضروری و لابدی حق نکاح کا سمجھا جاتا تھا طلاق کا اختیار دراصل شوہر کو دیا گیا تھا اور زوجہ کسی حال مین طلاق مانگنے کی مستحق نہ تھی -

تہذیب وشایستگی کی ترقی اور خیالات کا عروج ہوا تو انکی اصلاح حال کا باعث ہوا اور اونکو بھی ایک مقید حق طلاق حاصل ہوگیا اور اس حق کو عمل مین لانے مین اونہون نے کبھی دریغ نہین کیا یہانتک کہ قیاصرہ روم کے عہد مین جس آسانی سے نکاح وطلاق ہونے لگا وہ تواریخ مین ضرب المثل ہے۔

یہود کی شریعت مین شوہر کو اختیار تھا کہ جب کسی سبب سے زوجہ سے ناراض ہو فوراً اُسکو طلاق دیدے اور اختیار طلاق کو خود روا یا نہ اور بلاوجہ عمل مین لانے کا کوئی مانع ومزاحم مرد کو نہ تھا۔ اور قدیم یونانیون اور رومیون مین بھی شوہر کا اختیار طلاق ویسا ہی محدود اور غیر مقید نہین تھا جیسا کہ بنی اسرائیل مین تھا۔ آخر زمانہ مین یہود کے فرقہ شمعیہ نے اختیار طلاق کے عمل درآمد کو چند قیود کیساتھ مقید کردیا مگر فرقہ جلیل نے شریعت موسوی کے احکام طلاق کو اوسی حالت اصلی پر قایم رکھا۔ شارع اسلام کی بعثت کے زمانہ مین فرقہ جلیل کے مسائل عرب کے قبایل یہود مین جاری تھے۔ اور اونمین بھی مشرکین عرب کی طرح طلاق کا رسم بشدت اور بکثرت جاری تھا۔

مشرکین عرب اور یہود مین یہ تھا کہ چند خاص صورتونمین عالی خاندان عورتین اپنے شوہرونکو طلاق دینے کا حق اپنے لیے مخصوص رکھتی تھین اور جب وہ اس حق کو عمل مین لانا چاہتی تھین تو صرف اتنا کرتی تھین کہ اپنے خیمون کو ایک جگہ سے اوکھاڑ کر دوسری جگہ پر نصب کرتی تھین جس سے اونکے شوہرونکو معلوم ہوجاتا تھا کہ ہمکو طلاق دیدیا ہے۔

(ملاحظہ ہو پرن صاحب کی تاریخ نسوان عرب)

شارع اسلام نے جو اصلاحین فرمائین اونسے مشرقی قانون سازی کا ایک نیا عنوان پیدا ہوگیا۔ مسلمانون کا قانون طلاق ایک نتیجہ معقولی نکاح کا ہے۔ چونکہ شرع محمدی مین نکاح محض ایک دنیاوی معاملہ ہے لہذا متناکحین کو فسخ نکاح کا اختیار حالات مخصوصہ مین دیا گیا ہے ظاہرا شوہر کو زوجہ سے زیادہ اختیار طلاق دیا گیا ہے مگر ضمناً اور عملاً اس اختیار کے عمل درآمد مین بہت سے قیود لگا کر اور احادیث پیغمبر سے استدلال کرکے اوسکو معقول حدود کے اندر محدود کردیا ہے۔

قبل شیوع اسلام جو رسم طلاق عرب مین جاری تھا اوسکا جواز کسی صیغہ وغیرہ پر موقوف نہ تھا اور چونکہ شوہر کے اختیار طلاق پر کوئی قید نہ تھی لہذا اوسکا صرف کنایۃً کہدینا

کہ نکاح فسخ کیا گیا طلاق کی صحت کو کافی ہو جاتا تھا۔
شارع اسلام نے جو قانون طلاق مقرر کیا تو چند شروط شوہر کے اختیار طلاق کے عملدرآمد مین اس غرض سے لگا دی ہین کہ جہانتک ممکن ہو عورتونکی حفاظت ہو اور شوہرونکی تلون مزاجی سے وہ دربدر خاک بسر نہ ہونے پاوین اسیطرح سے بعض حالتونمین عورتون کو بھی فسخ نکاح کا حق عطا فرمایا ہے جب فسخ عقد شوہر کیجانب سے ہو تو اسکو طلاق کہتے ہین اور جب زوجہ کیجانب سے ہو تو اوسکو خلع کہتے ہین اور جب طرفین کیجانب سے ہو تو اوسکو مبارات کہتے ہین۔ ان سب صورتونمین طرفین کا فعل شرعاً کافی ہے بشرطیکہ تمام شروط ضروریہ طلاق کی تعمیل کیجاوے البتہ بعض صورتونمین حاکم شرع کو فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے۔

طلاق

طلاق کی دو قسمین ہین۔ (۱) طلاق سنت (۲) طلاق بدعت بدعت کی لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ وہ طلاق ہے جو بنی امیہ کے خلفاے جور نے دوسری صدی ہجری مین یہ سمجھکر جاری کیا تھا کہ جو قیود جناب رسالتمآب نے طلاق پر لگا دئے ہین وہ بہایت سخت ہین اور اس سختی سے بچنے کی سبیل یہ نکالی کہ فقہا کو نرم آسامی پاکر ایک نئی شکل طلاق کی اپنے مطلب کے موافق مقرر کروالی۔
طلاق بدعت مین شوہر کا تین طلاق ایک ہی مرتبہ پڑھ لینا پے درپے یا حیض و نفاس کیحالت مین طلاق دینا۔ یا طلاق زن مدخولا اس طہر مین جسمین ہمبستری ہوئی ہو طلاق سنت کی تین قسمین ہین۔ (۱) طلاق رجعی (۲) طلاق بائن (۳) طلاق عدی طلاق سنت کے واسطے کچھ شرایط ضروری ہین۔
(۱) حضوری دو عادلون کی۔ تاکہ جھگڑے اور نزاع کے وقت سہولت سے یہ بات طے ہو جاوے کہ کون اسباب مفارقت کے تھے اور کیا شرایط سے طلاق ہوا ہے بہ نسبت نکاح کے طلاق کے بعد جھگڑون اور فسادون کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے نکاح ایک معاہدہ ہے مثل دیگر معاہدات کے اوسمین گواہ کی ضرورت نہین ہے۔ اور طلاق فسخ معاہدہ ہے جسمین ضرورت گواہ کی ہے۔
(۲) حیض کے زمانہ مین طلاق نہ دینا چاہیے۔ اسلیے کہ ان دنونمین میان بی بی جار ونا چار

علنحدہ رہتے ہین۔ عجب نہین یہ علنحدگی طلاق کی محرک ہو تو جسکو طلاق دینی ہو ضرور ہے کہ عورت نہا دھو چکی ہو جس سے ظاہر ہو جاوے کہ داعیہ طلاق قوی ہے۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ شاید ان دونون کو اتنی مدت مین فرصت ملنے سے پھر صفائی ہو جاوے اور نزاع برطرف ہو۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ حمل اس شخص کا تو نہین ہے

(۳) عورت کیلئے عدہ مین نہ ہو۔

تین مہینہ یا تین طہر گذر جانے کے بعد طلاق مستحکم ہو جاتا ہے اور لائق منسوخی نہین رہتا اس مدت کو عدہ کہتے ہین جسکا بہت بڑا ایک فائدہ یہ ہے کہ نسب کی احتیاط ہے عدہ کی مدت مین متواتر تین بار عورت کو دن نجاست کے گذر لین تو اچھی طرح اطمینان ہو جاویگا کہ حمل نہین ہے۔ دوسرے یہ کہ عدہ مین مرد و عورت کو اچھا موقع ملے گا کہ پھر ملاپ کرین اور مرد اپنے طلاق کو واپس لے جسکو اصطلاح مین رجوع کہتے ہین۔ اس زمانہ مین شوہر کو اختیار ہے کہ جب چاہے پر عورت سے میل کر لے۔ بعد تین ماہ کے پھر طلاق مستحکم ہو جاتا ہے۔ طلاق رجعی وہ ہے جسمین رجوع جائز بجز بدون تجدید عقد اگرچہ رجوع نہ کرے۔ طلاق عدی وہ ہے کہ طلاق دے پر رجوع کرے قبل عدہ ہم بستری کرے پھر طلاق دے اوسکو طہر ثانی مین پھر رجوع کرے اور پھر طلاق دے تو یہ طلاق عدی آخر مین بائن ہو جاوے گی پس جو مرد اپنے سخت دلی کے باعث تین طلاق دے اور رجوع کرے تو پھر رجوع نہین کرسکتا تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح کرکے اوس سے طلاق نہ لے لے سائر صاحب اور سڈلاٹ صاحب نے کہا ہے کہ یہ قاعدہ اس غرض سے بنایا ہے کہ طلاق کثرت سے نہ وقوع مین آوے جیسا عرب مین دستور تھا کہ بات بات پر زوجہ کو طلاق دیدیتے تھے۔ سڈلاٹ صاحب نے اس شرط کو لکھا ہے کہ یہ نہایت حکیمانہ ہے ما کہ اوسکی وجہ سے مشرکین عرب اور یہود مین جو بافراط طلاق وقوع مین آتی تھی اوسمین کمی ہوی۔ سائر صاحب فرماتے ہین کہ یہ قید اسلئے لگادی گئی کہ یہ ایک حاسد اور تنگ مزاج اور نیم وحشی قوم کو عزت دامن گیر ہو اور طلاق سے باز رہے یہ اسیطرح سے مختلعہ اور مبارات اور زن بالغہ اور زن غیر مدخولہ اور کم عمر عورت کو طلاق بائن سمجھا جاویگا بشرطیکہ زمانہ عدہ مین رجوع کرے مختلعہ اور مبارات سے اور زر خلع واپس نہ ہوا ہو پھر طلاق کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ طلاق

دہندہ عاقل و صحیح العقل ہو۔ بالغ ہو۔ برضا و رغبت بلا اکراہ و اجبار طلاق دے اوسکا ارادہ صحیح طلاق دینے کا ہو طلاق بالکنایہ موثر نہین ہے۔ طلاق دہندہ مدہوش اور نشہ مین نہ ہو غیض و غضب کی حالت مین طلاق نہ ہو۔ ایسا صیغہ طلاق کا پڑھا جاوے جو متشابہ المعنی نہ ہو بلکہ قطعی الدلالۃ ہو۔

طلاق کی ابتدا شوہر کیجانب سے ہوتی ہے بعد طلاق فوراً شوہر کو زوجہ کی جائداد کا حساب کتاب دیدینا چاہیے اور اوسکی کل جائداد مع اوسکے مہر کے زوجہ کو دیدینا چاہیے۔

طلاق المریض

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر عالم احتضار مین ہوتا ہے یا ایسے مرض مین مبتلا ہوتا ہے جو آخر الامر اوسکی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور وہ اسلیئے زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے کہ اوسکے مرنے کے بعد اوسکی وارث نہ ہوسکے۔ ایسی صورتونکے لیے چند قواعد مقرر کردئے گئے ہین تاکہ اختیار طلاق کی ناانصافانہ تعمیل سے کوئی حرج یا نقصان نہونے پاوے اسلیئے کہا ہے کہ مریض کو اپنی زوجہ کو طلاق دینا مکروہ ہے لیکن وہ اگر ایسا کرے تو شرعاً جائز ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص شدت مرض مین اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دے اور قبل انقضائے عدہ مرجاوے تب بھی زوجہ شوہر کی میراث پاوے گی اور اگر طلاق بائن ہے تو ایک سال تک زوجہ شوہر کی میراث پاسکتی ہے بشرطیکہ دوسرا عقد نہ کرلیا ہو یا یہ کہ شوہر اوس مرض سے اچھا ہوکر پھر دوسرے مرض مین مبتلا ہوکر مرجاوے

خلع و مبارات

شرع اسلام جاری ہونے سے پیشتر زوجہ کو طلاق مانگنے کا حق کسی حال مین اور کسی نہج سے حاصل نہ تھا خاص خاص صورتونمین اختیار طلاق معاہدہ کے ذریعہ سے زوجہ کو حاصل ہوجاتا تھا۔ مگر عموماً یہود اور مشرکین عرب دونوکے نزدیک عورت طلاق کا حق نہ رکھتی تھی۔ قرآن مجید مین نسوان عرب کو وہ حق عطا کیا گیا جو اونکے ملک کے آئین و قوانین کے بموجب اونکو کبھی حاصل نہ تھا۔ (ملاحظہ ہو ڈی اوہسن صاحب اور سالیسی صاحب اور سائر اصاحب کی کتابین۔)

جب طلاق کی خواہش زوجہ کیجانب سے ہو اسوجہ سے کہ وہ شوہر سے نفرت رکھتی ہو یا اس سبب سے کہ شوہر کو فرائض زوجیت کو بجا لانا اوسے منظور نہو تو زوجہ اپنا مہر معین یا کوئی اور جائداد شوہر کو دیکر قطع تعلق کر سکتی ہے ایسے طلاق کو خلع کہتے ہین اور جب طلاق شوہر اور زوجہ دونو نکی طرف سے ہو اور ایک دوسرے سے بیزاری کیوجہ سے برائت کرے اوسکو مبارات کہتے ہین بعد انقضائے عدہ خلع و مبارات طلاق بائن ہوجاتی ہین مگر عدہ کے پہلے عورت اگر معاوضہ خلع واپس کرے اور رجوع چاہے تو ممکن ہے

ظہار

زمانہ سلف مین جزیرہ نمائے عرب مین مشرکین میں دستور تھا کہ اپنے ازواج کو مادر یا خواہر کے لفظ سے پکار کر طلاق دیتے تھے اور بیچاریان بے والی و وارث ہوجاتی تھین سائیر اصاحب مورخ فرانیس لکھتے ہین کہ اس قسم کا طلاق شارع اسلام کی بعثت کے زمانہ مین کثرت سے جاری تھا اور اس سے قبائل عرب کے اخلاق ایسے خراب ہوگئے تھے کہ کسی رسم قبیح سے ایسے خراب نہ ہوئے تھے سوائے نکاح المقت کے جسمین بیٹا اپنے باپ کی وفات کے بعد اوسکے ازواج کو اپنے تصرف مین لاتا تھا شارع اسلام نے زوجہ کو ایسے مضر تشبیہات دینا یا اسکو دشنام دینا حرام مطلق کر دیا اور جو شوہر اپنی زوجہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتا تھا اوسکو کفارہ دینا پڑتا تھا۔

زوجہ کو دشنام دینے کا معمولی کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا یا دو مہینہ کے روزے رکھنا تھا۔ اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کو اپنی مان یا بہن سے یا اپنی محرمات شرعیہ مین سے کسی عورت سے مشابہت دے تو کفارہ دینا اوسکو اوسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ اوسنے زوجہ کی توہین کے لئے مشابہت دی ہوئی ظہار کا رسم قبیح مشرکین عرب کے عادات و اخلاق مین داخل ہو کر بہت مضبوط و مستحکم ہوگیا تھا۔ پس اس رسم قبیح سے جو نتائج بد پیدا ہوتے تھے اونکو باطل کرنے اور بانقضائے زمانہ اونکے متروک ہوجانے کی غرض سے شارع اسلام نے چند قوانین مقرر کردیئے ہین جو فقہ کی کتابون مین لکھدیئے ہین اور یہ سب احکام شرع اب صرف واقعات تاریخی رہ گئے ہین اور انسے شارع اسلام کے زمانہ کے رسوم و عادات کی کیفیت بخوبی

مغلوب ہوتی ہے۔ اس زمانہ مین لفظ ظہار سے اہل اسلام بھی اسیطرحسے لاعلم ہین جسطرح اور لوگ ہین مگر فقہ کی کتابونمین احکام ظہار درج ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان اپنی بی بیون کو ہمیشہ گالیان دیا کرتے ہین۔

ایلا

ظہار کیطرحسے ایلا کا رسم بھی مشرکین عرب اور یہود و نصارے سکنہ عرب مین جاری تھا اور اب یہ رسم بھی بالکل متروک ہوگیا ہے پیشتر یہ رسم تھا کہ جب شوہر زوجہ سے مقاربت نہ کرنے کی قسم کھا جاتا تھا اور کچھ عرصہ تک قسم کو نباہ تا تھا تو وہ قسم طلاق بائن کا حکم رکھتی تھی اور زوجہ کو اس مقدمہ مین کچھ اختیار نہ تھا یعنے رسم و رواج کی رو سے اوسکو یہ اختیار نہ تھا کہ۔ اعتراض کرے کہ شوہر اوسکو اس طور سے طلاق دینے مین اختیار نہین رکھتا ہے۔

شارع اسلام نے اس رسم کو زوجہ کی توہین کا باعث قرار دیکر بڑی مذمت فرمائی ہے جیسے ظہار مین ہے ویسا ہی ایلا مین بھی شوہر پر کفارہ واجب ہوتا ہے اگر زوجہ سے مقاربت نہ کرنے کی قسم کھانے کے بعد اوس قسم کی میعاد کے اندر اوس سے مقاربت کر بیٹھے۔ ایلا کی میعاد چار ماہ ہے اس سے کم میعاد کی قسم شرعًا موثر نہین ہے بعد چار ماہ کے وہ عورت مطلقہ سمجھی جاتی ہے۔

لعان

شریعت اسلام مین جب شوہر زنا کی تہمت لگائے تو ثبوت زنا صرف چار گواہونکے گواہی سے ہوسکتا ہے جنہون نے اپنی آنکھ سے دخول ہوتے دیکھا ہو۔ مگر یہ جرم ایسا ہے کہ بہت کم صورتین ایسی ہوتی ہین جنمین صراحت کے ساتھ شہادت موجود ہو اور بچشم دید ہو۔ لعان کی کارروائی شرع مین اوسوقت کے لیئے مقرر کی گئی جبکہ شوہر زوجہ کے ارتکاب زنا کا یقین کلی رکھتا ہو مگر اوسکا ثبوت اون گواہون کی گواہی سے نہ دے سکے جنہون نے اوس فعل کو بچشم خود دیکھا ہو یا فقط شوہر ہی اوس فعل سے واقف ہو۔ پس لعان اس مصلحت سے مقرر کیا گیا ہے کہ صد ہا

صورتین ایسی ہین جنمین زنا ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ سوائے شوہر کے اور کسی کو خبر نہین ہونے پاتی اور اگر شوہر کی دادرسی نہ کیجاے تو بہت برے نتائج پیدا ہون مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لعان مقرر کرنے مین شارع نے فقط شوہر کے حقوق کا لحاظ نہین رکھا ہے بلکہ زوجہ کے حقوق کی بھی رعایت کی ہے۔ شریعت مین جب ایک شخص دوسرے کو بدنام کرے یا تہمت لگائے تو تہمت لگانے والا حد قذف کا مستوجب ہے مگر جب کوی شوہر اپنی زوجہ کو بدنام کرے اور اوسکو زنا کی تہمت لگاے تو اکثر صورتونمین اتہام کی حد شرعی یعنے سزا سے بچ جاتا ہے پس اس غرض سے کہ تہمت لگانے والے کو تہمت بیجا لگانے کی کچھ تعذیر دیجاے اور اس غرض سے ہے کہ زوجہ رفع العار کر سکے یعنے تہمت زنا کا انکار بالاعلان اور بہ پابندی احکام شرع کرکے اپنی صفائی کرلے اور اپنی بدنامی کو رفع کرے شارع نے یہ حکم فرمایا ہے کہ جب زنا کی تہمت کسی عورت پر لگائی جائے اور تہمت لگانے والا اور جسکو تہمت لگائی ہے وہ حاکم شرع پاس جاکر ایک دوسرے پر اوسطرحسے لعنت کرے جیسا کہ حکم شرع ہے۔ پس اون حاکم شرع کو نصیحت کرنا اور سمجھانا چاہیے جب نہ مانین تو صیغہ لعان پڑھواوے لعان کی نالش دو غرضون سے ہوتی ہے یا اس غرض سے کہ زوجہ کا زنا ثابت کردے۔ یا اس غرض سے کہ جو لڑکا اوس سے پیدا ہوا ہو اوسکی ولدیت کا انکار کرے شرائط لعان سے بلوغ و عقل ہے اور یہ کہ گونگا اور بہرا نہ ہو پس جب بطور شرعی حاکم شرع کے روبرو لعان ہوجاوے تو ایک دوسرے پر حرام ہوجاتا ہے۔

غرضکہ یہ مذکورہ صورتین زن و مرد کی نااتفاقی کی تھین مگر ان سب صورتونمین پہلے پہل اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش لازم ہے۔

جب نااتفاقی کیصورت پیدا ہو تو قران نے حکم دیا ہے کہ پہلے نااتفاقی کے رفع کرنیکی حتی الامکان سعی کیجاوے۔ عورت کو تنبیہ و تہدید کرکے اوسکی سرکشی کی اصلاح کیجاوے عورت کی سرکشی اور کجی اور بدصورتی پر بھی فرمایا ہے وہ عسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا لا شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اوسمین بہت بہتری رکھی ہو یعنے صاحب اولاد ہوجاوے یا اوسمین کچھ اور خوبی کی بات پائی جاوے پس حتی الامکان قطع تعلق نہ کرو۔ ہان جب کوئی حیلہ۔ کوی چارہ۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکے تو آخری

علاج طلاق اور قطع تعلق ہے اور یہ عین حکمت ہے۔ کیونکہ اتفاق اور محبت کی حالت مین تو کوئی طلاق دیتا ہی نہین۔ اور جب حد سے زیادہ نا اتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہوجاوے تو پھر قطع تعلق۔ اس سے بہتر ہے کہ دونون ایک جگہ رہ کر ضیق کیحالت مین بسر کرین اور دوسرے کی ہلاکت کے خواہان ہون۔ اب ہم قرآن مجید کے وہ آیات پیش کرتے ہین جس سے طلاق کی بابت جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے سب کی تصدیق ہوجاوے خدا فرماتا ہے ؎ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا ۔ یعنے جن عورتونکی سرکشی ونافرمانی سے تم ڈرتے ہو اونکو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہون مین اونسے جدا رہو۔ پھر اونکو مار کر تنبیہ کرو ۔ اگر نہایت سرکش ومتمرد ہون تو اگر تمھاری فرمانبردار ہوجاوین تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور جدائی کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نجتاؤ۔ کیونکہ بزرگ اور بلند تو خدا ہے۔ بلکہ جو زتونسے سلوک اور صفائی کرو پھر اگر تمکو میان بیوی کی سخت مخالفت عداوت کا اندیشہ ہے۔ تو ایک منصف میان کیطرف سے مقرر کرو اور ایک بیوی کیطرف سے اگر وہ منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیدے گا۔ خدا علیم وخبیر ہے پھر فرماتا ہے ؎ للذین یولون من نسائھم تربص اربعۃ فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوا ھن ... ینکحن ازواجھن واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا ۔ یعنے جو لوگ اپنی بی بیونسے جدا ہونے کے لیے قسم کھالین او طلاق دینے مین جلدی نہ کرین بلکہ چار مہینہ کا انتظار

کرین پس اگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجاوین تو خدا کو غفور الرحیم پاوینگے (وہ گذشتہ زیادتیون کو معاف کردیوے گا مرد کیطرف سے ہون یا عورت کیطرف سے بشرطیکہ آیندہ حالت کی اصلاح کرین اور حسن سلوک سے برتاؤ کرین اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کرین۔ تو سن رکھین کہ خدا سمیع وعلیم ہے اگر ناحق دیگی تو عورت کی فریاد کو سنکر مرد سے بازپرس کرے گا اور چاہیے کہ جن عورتون کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید سے لیئے تین حیض تک انتظار کرین اور تین حیضونمین جو قریبا تین مہینہ ہین دو دفعہ طلاق ہوگی یعنے ہر ایک حیض کے بعد حالت طہر مین خاوند عورت کو طلاق دے حالت حیض مین نہ دے (کہ وہ نفرت کا وقت ہے اور جدائیکا زن وشوہر کے) طہر کا انتظار کرنا چاہیئے شاید موافقت ہوجاوے۔ اور جب تیسرا مہینہ آوے تو خاوند کو آگاہ ہوجانا چاہیے کہ اب یا تو طلاق سے رک جاوے اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنے گھر مین آباد کرے یا احسان وحسن سلوک کے ساتھ ہمیشہ کے لیئے عورت کو رخصت کرے۔ اور اگر تیسری طلاق جو تیسرے حیض کے بعد آتی ہے دیدے تو اب یہ عورت اوسکی نہین رہی دائمی جدائی ہوگئی۔ تا وقتیکہ وہ دوسرا خاوند کرے اور وہ مرضی سے نہ چھوڑے اور ایسے شخص کی سزا یہی ہے جو باوجود مذکورہ بالا انتظارون کے اور موقع ملنے کے نہ سمجھے اور جب تم عورتونکو طلاق دو اور اونکی مدت مقررہ گذرجاوے (یعنی تین حیض کے بعد تین طلاقین ہوچکین عدہ بھی گذرجاوے) تو وہ عورتین تمھاری نہین رہین۔ اونکو خاوند کرنیسے نہ روکو اور خدا سے جو تمھارا رب ہے ڈرو۔ اور اونکو عدہ کے دنونمین گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلین مصالحت واتفاق کے لیئے یہ بھی ایک موقع ہے۔ مگر یہ کہ اونسے علانیہ کوئی بدکاری ظاہر ہو اور جب اونکی مدت عدہ گذرجاوے تو یا تو اونکو خوش سلوکی کے ساتھ رکھو یا احسان کے ساتھ چھوڑدو۔ اور تمکو یہ جائز نہین کہ جو مال طلاق سے پہلی عورت کو دیا تھا وہ لے لو اور جو کوئی ان معاملات مین خدا سے ڈرے گا (کیونکہ زن مرد کے معاملات پرائیویٹ ہین اور پرائیویٹ معاملات مین خدا کا خوف ہی بدمعاملیون سے روک سکتا ہے) تو خدا اوسکو مشکلونسے رہائی دیگا اور اوسکو وہانسے روزی دیگا جہانسے اوسکو معلوم تک نہین ہوگا یہ خدا کا حکم ہے جو اوس نے تمپر نازل فرمایا اور جو خدا سے ڈرے گا اور طلاق نہ دے گا خدا اوسکے گناہ معاف کردے گا اور اوسکو

بہت بڑا ثواب عطا فرماے گا۔
یہ طلاق کے متعلق احکام ہین جس سے بڑھ کر عمدہ اور احسن حکیمانہ نہین ہو سکتے اگر کسی اور مذہب مین ہون تو مقابلہ کر کے دیکھا دے۔
(اولاد سے حسن سلوک) قبل شیوع اسلام مشرکین عرب مین اولاد کو پرورش کرنا والدین پر فرض نہ تھا نہ صلہ رحم بجالانا یا ایک عزیز کو دوسرے عزیز کا تکفل واجب تھا۔ بلکہ برخلاف اسکے تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت مین جو قبل شیوع اسلام کے جزیرہ نماے عرب مین گذرا اور جسمین لوٹ مار اور خونریزی اس ملک مین شدت سے ہوتی تھی اولاد کے پیدا ہونے سے کچھ تکالیف فرایض والدین سے نہ متعلق ہوتے تھے بلکہ اولاد اناث یعنے لڑکی کا ہونا ایک بلاے عظیم سمجھا جاتا تھا اور لڑکیان زندہ دفن کردی جاتی تھین تاکہ وہ اپنے والدین کے قبیلہ پر ایک بار گران نہ ہو جاوین شارع اسلام نے اولاد کی پرورش کو مان باپ پر فرض کردیا اور ساتھی اوسکے یہ بھی ضرور دیا کہ جب مان باپ سن رسیدہ اور ضعیف ہون اور خود اپنی بسر نہ کر سکتے ہون تو اولاد اپنی خود فکر کرے۔ اولاد کو والدین کا اعزاز واحترام کرنا فرض کردیا گیا اور ہمیشہ رسولخدا یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ مطیع و فرمانبردار اولاد اپنے مانکے قدم بقدم بہشت مین داخل ہوتی ہے۔ اس حدیث کو ایم پیرن صاحب عالم فرانسیسی نے لکھا ہے کہ بہت بڑی فارق و تمیز ہے درمیان شرع محمدی اور شرایع سلف کے۔ ایسے ایسے احکام کی روسے اولاد کو پرورش کرنا اور انکو مناسب تعلیم دینا شرع مین مان باپ پر فرض ہے اور یہ فرض باپ سے بالطبع متعلق ہے باپ اگر غریب ہو اور دادا متمول ہو تو اولاد کو نفقہ دینے کی تکلیف دادا سے متعلق ہوتی ہے اولاد کو نفقہ دینا اونکے بلوغ تک فرض ہے بعد بلوغ واجب نہین ہے مگر یہ کہ اولاد کسی بیماری یا نقص جسمانی مین مبتلا ہو لڑکیکی پرورش اوسکے نکاح کے بعد جاتی رہتی ہے باپ کو اپنی اولاد کی جائداد کی حفاظت فرض ہے۔ اسی طرح سے اولاد ذی مقدور کو اپنے والدین کی پرورش فرض ہے جبکہ وہ مفلس ہون۔ نفقہ دینے کی تکلیف یا زرداری کو اون اشخاص کی مقدرت اور استطاعت کے موافق قرار دینا چاہیے مثلاً اگر بیٹی متمول اور بیٹا اوسکی نسبت غریب ہو تو بڑا جزو نفقہ کا مان باپ کے بیٹی کو دینا چاہیے یہی اصول الجیریں کے قاضیون نے بھی پسند کیا ہے۔

حق الجبر

مشرکین عرب اور یہود کا اختیار اپنی اولاد پر بلکہ تمام اہل خاندان پر ایسا ہی تھا جیسا کہ رومیون مین تھا۔ اختیار پدری کی کوئی حد و پایان نہ تھی اور خودسر رئیسان خاندان کی تنک مزاجی اور تلون طبعی کے روکنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ شریعت اسلام نے اس اختیار مطلق کو معقول حدود کے اندر محدود کر دیا۔ مسلمانون مین باپ کو بہ پابندی چند شرایط معینہ کے اختیار ہے کہ اپنی اولاد کی شادی جبراً کر دے یا ایک عمر معین تک اونکو اپنے گھر مین جبراً رکھے یا عند الضرورت اونکو تنبیہ و تاکید کرے حق الجبر اوس اختیار پدری پر مبنی ہے جو قدیم الایام سے قبایل عرب مین موجود تھا عرب مین دستور تھا کہ باپ کو بیٹون کی شادی جبراً کر دینیکا اختیار تھا جب تک وہ ہتھیار باندھنے کے قابل ہوتے تھے اور بیٹیون کی شادی جبراً کر دینے کا اختیار اوسوقت تک رہتا تھا جبتک وہ شادی ہوجانے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے اوسکے اختیار سے نکل جاتی تھین (ملاحظہ ہو پرانصا حب کی تاریخ نسوان عرب صفحہ ۱۹۱-۲۲۶) یہود مین باپ کو اختیار تھا کہ دختر نابالغ کی شادی بغیر اوسکے رضامندی کے جسکے ساتھ چاہے کر دے اور دختر نابالغ وہ تھی جسکی عمر بارہ سال سے کم ہو۔ اسلام مین یہ اختیار باپ کو بیٹونکی نسبت اوسوقت تک عمل مین آسکتا ہے جب تک وہ حد بلوغ کو نہ پہونچین اور بعد بلوغ وہ باپ کی قید اختیار سے آزاد ہو جاتے ہین جہانتک اونکے حقوق شخصی متعلق ہین اور اونکو اپنی شادی خود کرلینیکا اختیار ہے جو لوگ بالغ و رشید نہ ہون وہ شریعت اسلام مین اوسیطرح معذور و مجبور ہین جسطرح سے اور شرایع مین وہ کوئی معاہدہ یا شرعی معاملہ بلا رضامندی اپنے اولیائے شرعی کے نہین کر سکتے عدم قابلیت جو عدم بلوغ کا نتیجہ ہے اصول عقلی پر اور اس مصلحت پر مبنی ہے کہ جو لوگ معاملات روزمرہ مین عقل سلیم سے کام لینے کے قابل نہون وہ اپنے افعال کے نتایج سے محفوظ رہین لہذا اولاد نابالغ بلا رضامندی اپنے ولی شرعی کے شرعاً نکاح نہین کر سکتی شریعت مین جو اختیار باپ کو دیا گیا ہے وہ باعتبار اصول کے غیر محدود ہے لیکن اس اختیار مین اتنے شرایط اور قیود لگا دیئے ہین کہ جو ضرر اس سے پیدا ہو سکتا ہے وہ عملاً کم پیدا ہوتا ہے۔ حق الجبر کا عملدرآمد بلوغ

ختم ہوجاتا ہے بعد بلوغ مرد ہو یا عورت اونکی صریحی رضامندی پر جو خوف ہوگا عورت باکرہ ہو خواہ ثیبہ اگرچہ حق الجبر عقلا ایک حق مطلق ہے مگر علماء اوسمین بہت سی شرطین لگائی گئی ہین باپ کو شرعًا ممانعت ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح مریض و غلام و فاتر العقل سے نکرے فی الواقع لڑکے کے خاص فوائد کا لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ خوب سمجھ لیا گیا ہے کہ حق الجبر صغیر السن لڑکے کے ضرر یا نقصان کے لیے کبھی عمل مین نہ لایا جاوے اور باپ کا ہر فعل جس سے نابالغ کی حق تلفی یا نقصان کا گمان ہو ناجائز سمجھا جاوے گا جب باپ ناقص العقل ہو یا مرگیا ہو یا غائب ہو اوسوقت مین یہ حق الجبر اوسکے قایم مقامون کو حاصل ہوتا ہے مثل دادا یا وکیل کے ہماری شریعت کا قاعدہ فرانس کے قانون سے بدرجہا بہتر ہے فرانس کے قانون کے بموجب کوئی مرد اٹھارہ سال کے سن تک شادی نہین کرسکتا اور کوئی عورت پندرہ برس کی عمر تک شادی نہین کرسکتی اور اگر بیٹے کا سن پچیس برس سے کم ہو اور بیٹی کی عمر اکیس برس سے کم ہو تو نکاح والدین کے اذن سے مشروط ہے اگر والدین مین اختلاف ہو تو باپ کی اجازت کافی ہوتی ہے اگر والدین زندہ نہ ہون تو جواز نکاح دادا۔ دادی کی اجازت پر موقوف ہے اور جب وہ بھی نہ ہو تو سارے خاندانی کونسل کی رضامندی حاصل کرنا ضرور ہے۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ قانون نپولین - ۱۸۲) جب مرد کا سن ۲۵ سال کا ہو اور عورت کا ۲۱ سال کا ہو تب بھی اون دونون پر فرض ہے کہ ایک باضابطہ اشتہار کے ذریعہ سے والدین کا اذن حاصل کرین اور جب تک مرد کا سن تیس سال کا اور عورت کا پچیس سال کا ہو جاوے اوسوقت تک یہ فعل ایک ایک مہینہ کے فاصلہ سے تین مرتبہ کرنا چاہیے اور تیسری درخواست کے ایک مہینہ کے بعد طرفین کو جائز ہے کہ با اجازت یا بلا اجازت والدین شادی کرلیں۔ جب مرد کا سن بیس برس کا ہو جاوے تو پہلے دو رجسٹرارون یا ایک رجسٹرار اور دو گواہون کے ذریعہ سے والدین پر باضابطہ اطلاعنامہ جاری کرکے اوسکے مہینہ بھر کے بعد اوس مرد یا عورت کو بلا اذن والدین شادی کرلینا جائز ہے قانون انگلستان کے بموجب مرد اور عورت دونون بیس برس کے سن تک بلا رضامندی والدین شادی نہین کرسکتے۔

حضانت

مانکا حق حراست اولاد کا جب اولاد صغیر السن ہو تو اس حالت مین شریعت اوس حق کی تائید کرتی ہے جو مان کو حراست اولاد کا بالطبع حاصل ہے اور ایک مدت معین تک اوسکے حق کو باپ کے حق پر مقدم و مرجح رکھتی ہے جب اولاد کو مان کی حراست کی ضرورت نہ باقی رہے اوسوقت باپ اونکی تعلیم و تربیت اور نگرانی کا حق رکھتا ہے اور اونکی جان کی حفاظت کا مان سے زیادہ مستحق ہے مان اپنی اولاد کا حق حضانت دودھ بڑھنے کے زمانہ تک رکھتی ہے اس عرصہ مین اولاد کسی حال مین مان کی حراست سے بغیر اوسکی مرضی کے نہین نکل سکتی جب مان نہو تو یہ حق حضانت باپ پاوے گا جب وہ بھی نہو تو دادا دادی اور دیگر اجداد کو ملے گا اور جب اجداد مین سے کوئی نہو تو یہ حق اون اقربا کو ملے گا جو لڑکی کے محارم شرعیہ مین ہون اور قریب بعید کا حاجب ہو گا حق حضانت کے لیئے ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے (۱) صحیح العقل ہونا (۲) اتنی سن نہ ہو کہ حراست کما حقہ بچہ کی نہ کر سکے (۳) چال چلن اچھا ہو (۴) ایسے مقام پر رہتی ہو جہان لڑکے کو کوئی جسمانی یا اخلاقی ضرر پہونچنے کا خوف نہو جن وجوہ سے حق حضانت باطل ہوتا ہے وہ یہ ہین (۱) بد وضعی و بد اعمالی (۲) ارتداد (۳) سکونت ایسے مقام پر بدلنا جس سے باپ یا معلم لڑکے پر ضروری نگرانی نکر سکے (۴) عورت کا غیر شخص سے نکاح کر لینا۔ اسلیئے کہ جب عورت ایک نئے خاندان مین چلی گئی تو ویسی شفقت و نگرانی نہین کر سکتی جیسے پیشتر کرتی تھی البتہ فسخ نکاح کے بعد پھر یہ حق عود کرے گا خلاصہ یہ کہ لڑکے کی حفاظت کے لحاظ سے حضانت کا اصول مقرر کیا گیا ہے۔

نابالغی کی حالت

نابالغون کے موانع قانونی کچھ شرع اسلام ہی سے مخصوص نہین ہین۔ بلکہ اور قوانین مین بھی نابالغون کی ذات کی آزادی سن بلوغ کو پہونچنے پر موقوف ہے اور اوسوقت اونکو یہ بھی قابلیت حاصل ہو جاتی ہے کہ اپنی جائداد کو جو چاہین کرین۔ مگر شرع محمدی کے رو سے ذات کی آزادی سے خواہمخواہ مال یا جائداد کی آزادی لازم نہین آتی حقیقت حال یہ ہے کہ شرع مین دو مختلف زمانے بلوغ کے گویا رکھے گئے ہین۔

ایک وہ زمانہ جسمین نابالغ کی ذات اوسکی ولی کے قید سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اور ایک وہ زمانہ ہے کہ جسمین اپنی جائداد کا انتظام خود اختیار کرتا ہے ان دونون زمانون کو سن بلوغ اور سن رشد کہتے ہین۔
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلوغ ہوتا ہے اور رشد نہین ہوتا ایسی حالت مین بالغ کی ذات سے حق الجبر کو اوٹھا لیتا ہے مگر خود اوسکا فائدہ کے لیئے اوسکی جائداد کے لیئے اوسکی جائداد کا انتظام اوسکے اولیاے شرعی کے سپرد رکھا ہے۔
دین اسلام جاری ہونے سے پیشتر یہ دستور تھا کہ نابالغ کے مال واسباب کا تحفظ وانتظام ولیونسے متعلق کیا جاتا تھا جو اونکے اہل خاندان مین سے مقرر کیئے جاتے تھے مگر چونکہ کسی حاکم کے حکم سے اختیار ولایت اونپر عمل مین لایا جاتا تھا لہذا نابالغوسکے مال مین خیانت وتغلب وتصرف اس شدت سے ہوتا تھا کہ شارع اسلام کو بہت سخت احکام نابالغون کی حفاظت کے جاری کرنے پڑے قرآن مجید مین اون بدعتون اور بے ایمانیون کی مذمت جابجا ہے جو پیغمبر اسلام کے بعثت کے زمانہ مین سارے عرب مین ہوتی تھین۔
حر مسلمانون کا قانون ولایت مبنی ہے آیات ذیل پر کچھ احکام ولایت قرآنین بیان کیئے ہین جنسے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ چھٹے اور ساتوین صدی عیسوی مین اخلاق عامہ کی کیا کیفیت عرب مین تھی قرآن مجید مین ہے دو اور دو تم یتیمون کو اونکا مال اور نہ بدلو اچھی چیز کو بری چیز سے اور نہ کھاؤ اونکی جائداد کو اپنی جائداد کے ساتھ تحقیق یہ بہت بڑا گناہ ہے (سورہ لنساء آیۃ ۲) اور حفاظت کرو یتیمون کی یہانتک کہ جب وہ شادی کی عمر کو پہونچین پس اگر تم انکو ذیشعور دیکھو تو دیدو اونکو اونکی جائداد اور نہ کھاؤ اونکو فضول خرچی اور خیانت کے ساتھ اور جو شخص مالدار ہو بہر آئینہ اوس سے بالکل پرہیز کرے اور جو شخص نادار ہو بہر آئینہ مقدار واجبی اوسمین سے لے پس جب تم اونکو اونکی جائداد ین حوالہ کردو تو دو گواہون کے سامنے حوالہ کرو اور کافی ہے خدا حساب لینے والا۔ اور وہ لوگ جو کھاتے ہین مال یتیمون کا ناحق نہین کھاتے اپنے شکمون مین مگر آگ کو اور قریب ہے کہ پہونچین گے آتش دوزخ مین (سورہ لنساء آیت ۵-۶-۷-)

حسن عقیقہ

ساتوین روز ولادت سے بچہ کا سر منڈانا۔ گوسفند قربانی کر کے غریبون کو تقسیم کرنا۔ بقدر موی سر چاندی وزن کر کے مسکینون کو تصدق کرنا۔ اسکا نام عقیقہ ہے۔ جو سنت نبوی قرار پائی ہے۔ اس رسم مین کون سا قبح ہے خیرات و تصدق کرنا ہر طرحسے اچھی بات ہے کوئی شخص اسکے حسن سے انکار نہ کرے گا۔

اب رہا سر منڈانا اسمین حسن عقلی ہے کہ سر ایک نازک مقام اور عقل کا گھر ہے۔ سر مین فاسفورس زیادہ ہے پس اسمقام پر زیادہ سردی و گرمی پہونچانا مضر صحت ہے اور رطبتا بال کی گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ تالو کے اوپر سر کا بالائے سطح نہایت نازک ہے اور اسمقام کو ہوا کھلانا مناسب ہے۔ لہذا مو تراشی کرنا ضرور ہوا تاکہ ابخرات دماغی نکل جاوین ہوائے لطیف دماغ طفل کو (جو کہ عرصہ سے ہوائے سرد کا خواہان تھا اور ایک مدید کے بعد قید شکم سے چھوٹ کر دنیا کی ہوا کھانے کا طالب ہوا ہے) تفریح بخشے۔ اگر پیدا ہوتے ہی سر منڈا دیا جاتا تو بچہ دفعتہ ہوائے سرد پا کر مبتلا بامراض ہو جاتا سات روز مین رفتہ رفتہ ہوائے سرد کا عادی ہوتے ہوتے جب متحمل ہو گیا اوسوقت سر منڈانے کا حکم ہوا۔ علاوہ اسکے رطوبات لزجہ و کثافات غلیظہ شکم مادر کے اگرچہ غسل ولادت سے بہت کچھ دفع ہو جاتے ہین لیکن پھر بھی مسامات جسم مین وہ کثافات چسپیدہ ہوتے ہین۔ سر بسبب بالونکے منبع مسامات ہے اوسمین وہ رطوبات غلیظہ زیادہ تر چسپیدہ ہونگے اور بسبب بالون کے ازالہ اور دفعیہ بھی دشوار ہو گا بنا بر این اون بالون کا دور کرنا ضرور ہوا تاکہ وہ مسامات کھل جاوین اور ہوائے لطیف سے اون رطوبات کی اصلاح ہو ورنہ حدوث امراض کا خوف تھا اگر یہ اعتراض ہو کہ سر کے بال منڈانے سے دماغ جذب ہوائے بد بسہولت کرے گا اور کوئی حاجب و مانع نہ رہے گا۔ علاوہ اسکے ہوائے سرد و گرم سے بھی زیادہ تر متاثر ہو گا۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ جذب ہوائے بد او صورتمین اور زیا ہو گا جبکہ سر مین رطوبات متعفنہ شکم مادر کے چسپیدہ ہونگے اور قابلیت انفعال دماغ مین زیادہ ہوگی بلکہ وہ رطوبات کثیفہ معین ہو کر اور زیادہ نقصان پہونچا وینگے لہذا صفائی سر کی ایسی

الیسی حالت مین ضروری ہوگی اور روک اوس ہولے بدوہوائے سرد وگرم کی کلاہ وسرپیچ وغیرہ سے بھی ممکن ہے جیساکہ دستور عالم ہے کہ ایسے بچون کو خود مان اور دایہ اوڑہاے اور ڈھانپے رہتی ہے۔

ختنہ

دنیامین دو بڑی قومین ہین کہ جنمین ختنہ کرنا ضروری خیال کرتے ہین ایک مسلمان دوسرے یہودی۔

حقیقتاً اگر خیال کیا جاوے تو علاوہ مذہبی طریق کے عقلی اور طبی ضرورتین ختنہ کرنمین بکثرت ہین ختنہ نہ کرنے سے حشفہ ہر وقت غلفہ سے مستتر وپوشیدہ رہتا ہے جسکے باعث سے اول تو ایک خاص قسم کی لعاب دار تری موجود رہتی ہے دوسری کثافت کچھ نہ کچھ ہر وقت ضرور موجود رہتی ہے۔ یہ دونون باتین الیسی ہین کہ جو امراض کے سرایت کرنے مین بہت کچھ مدد دیتے ہین۔ اور اگر مرض موجود ہو تو اوسکے دفع کرنے مین حارج ومانع ہوتے ہین۔ اسلئے کہ بسبب غلفہ کے اوس مقام کی کماینبغی صفائی نہین ہوسکتی خصوصاً وہ لوگ جنکو عارضہ تقطیر البول ہو اونمین اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قطرہ بول اگر غلفہ ہے مین رہ جاتا ہے اور وہان رہ کر کثافت پیدا کرتا ہے یا یہ کہ علی العموم لوگ پیشاب کرکے پانی سے نہین دھوتے اونمین ہمیشہ کچھ نہ کچھ پیشاب یا اوسکے کثافات بسبب غلفہ کے باقی رہتے ہین۔ اور یہ بخوبی ظاہر ہے کہ اس قسم کی کثافت ہمیشہ زخم کے اندمال مین مانع ہوا کرتی ہے علاوہ اسکے جبکہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ اثر الیسی کثافتونکا باقی رہیگا تو وہ مقام اگرچہ خود اوس سے متاثر ہوکر ماؤف نہ ہو۔ تاہم اوسمین قبول امراض کی استعداد ضرور پیدا ہوجاوے گی۔ اور خفیف مرض کا بھی اثر جلد پہونچ جاوے گا اور قطع نظر اس امر کے کہ کثافت کے باعث سے استعداد امراض کی ہوجاتی ہے۔ یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ جب ہر وقت حشفہ سے پوشیدہ رہا تو اوسپر خارجی ہوا کا اور سردی اور گرمی کا اثر بہت کم پہونچتا ہے بخلاف اوسکے کہ جسکا ختنہ ہوچکا ہو اوسپر خارجی ہوا اور گرمی وسردی کا اثر اچھی طرح پہونچتا ہے اور کپڑے کی رگڑ پہونچنے سے ایک قسم کی سختی پیدا ہوجاتی ہے جس سے اوسمین مرض کے مقابلہ کرنے کی اچھی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی ہاتھ مین

چمڑے کے داشانے پہنا دیے جائیں اور عرصہ دراز تک ہر وقت پہنے رہے تو ظاہر ہے اوسکی حس زاید ہو جاوے گی اور خارجی ہوا سردی و گرمی اور امراض کا اثر اوسپر جلد ہو گا بہ نسبت اوسکے کہ جسکے ہاتھ ہر وقت کھلے ہوں چنانچہ جو لوگ ہاتھ سے زاید اور سخت کام لیتے ہیں اونکے ہاتھ کی جلد موٹی اور مضبوط ہوتی ہے۔ اور خارجی ہوا سردی اور گرمی کا اثر اوسپر بہت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی صحیح شخص کے ہاتھ پر ½ انچھ کے فاصلہ پر دو سوئیون کی نوکین رکھین تو وہ اونکو جدا جدا محسوس کرے گا بخلاف اسکے کہ کسی مزدور کے ہاتھ پر ½ انچھ یا ½ کے فاصلہ پر دونون نوکین سوئیون کی رکھی جاوین تو وہ جدا جدا محسوس نہ کر سکے گا پس ظاہر ہے کہ اسیطرح جسے وہ ہاتھ بہ نسبت ذکی الحس ہاتھ کے مرض کا بھی مقابلہ زاید کر سکے گا۔ اسی طرح جب حشفہ بسبب پوشیدہ رہنے کے ذکی الحس ہے اور اوسپر خارجی ہوا کا اثر کم پہونچتا ہے تو وہ اس سے کسی قسم کے اثر قبول کرنے مین تامل نہ کرے گا بلکہ ایسے شخص کو ذکی الحس ہونے کی وجہ سے ابتداً بوقت جماع سرعت انزال کا مرض پیدا ہو گا اور بڑھتے بڑھتے پھر دخول ہوتے ہی انزال ہو جایا کرے گا اور جو امراض سرعت انزال سے پیدا ہوتے ہین اوسمین یہ مبتلا ہو جاوے گا۔

،،ڈاکٹر ہمینڈ،، کا خیال ہے کہ قدرت کا منشا یہ ہے کہ حشفہ ہر وقت پوشیدہ رہے تاکہ اوسکی حس کم ہو اور لذت جماع مین نقصان نہ آوے (اسلیئے کہ لذت جماع حشفہ ہی کے ذریعہ سے محسوس ہوتی ہے) مگر اسکا یہی جواب ہے جو اوپر بیان ہوا۔

اب رہا یہ امر کہ ،،ڈاکٹر ہمینڈ صاحب،، کا خیال ہے کہ بسبب ختنہ کے باہ مین کمی ہو جاوے گی اسلیئے کہ بسبب ختنہ ہو جانے کے حشفہ کی حس کم ہو جاتی ہے۔ یہ امر صرف ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے اسلیئے کہ اگر ایسا ہوتا تو سب سے بڑھکر مسلمان ہی اس مرض مین مبتلا ہوتے۔ حالانکہ ایسا نہین ہے اور مشاہدہ و تجربہ اسکی سخت تردید کرتے ہین۔ دیگر اقوام مین جسقدر اسکے مریض ملتین گے اوسکا دسوان حصہ بھی شاید مسلمانون مین نہ نکلے گا اور اگر ہونگے بھی تو اونکے مرض کے دیگر وجوہ و اسباب ہونگے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے مشاہدہ اور تجربہ سے بالکل کام نہ لیا۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ حشفہ مین حس بڑھنے سے سرعت انزال کا مرض ہوتے ہوتے قطع باہ کا باعث ہو گا اور انسان بیکار محض ہو جاوے گا۔

اب رہا فطرت اور قانون قدرت سے مخالفت یعنی خدا نے نامختون پیدا کیا ہے ہم کیون اوسکی مخالفت مین مختونی کرین۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ بسا بچہ مختون بھی پیدا ہوتے ہین اونکے مختون ہونے کی کیا لم ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ خدا نے ان چند مختونون کو پیدا کرکے ہمکو ختنہ کا سبق دیا ہو تو عجب نہین۔ دوسرے یہ کہ اگر ختنہ مین قانون قدرت کی مخالفت ہے۔ تو ناف تراشنے مین بچہ کے بھی قانون قدرت کی مخالفت ہوگی اسواسطیکہ اوسنے بچہ بے ناف بریدہ خلق کیا ہے پھر ہم کیون اوسکے قانون مین اصلاح دین جسطرحسے ضرورت نے ہمکو ناف تراشنے پر مجبور کیا ہے۔ اوسیطرحسے ضرورت نے ختنہ کا بھی حکم دیا ہے۔ اگر آپ یہ کہین کہ ناف بچہ کے واسطے شکم مادر مین تغذیہ کی ضرورت سے تھی بعد ولادت یہ ضرورت باقی نہین رہی اسوجہ سے ناف تراشنا ضرور ہوا۔ اور بچہ کے غلفہ دار ہونے کی کیا ضرورت تھی اور جو ضرورت پیش آئی تھی وہ بعد ولادت کیا دور ہوگئی جو اوسکو بھی قطع کرنے کا حکم ہوا۔

جواب یہ ہے کہ۔ اس مسئلہ کے حل کرنے کی ہمکو ضرورت نہین ہے کہ خدا نے بچہ کو اغلف کیون پیدا کیا ہے۔ بہت سے امور اوسکے اسرار حکمت مین جو کسی سے ابتک حل نہین ہوے ہم نہین جانتے کہ اغلف پیدا کرنے کی اوسکو کیا ضرورت ہوئی لیکن ہان اسکا جواب دینے پر ہم آمادہ ہین کہ خدا نے کسی خاص ضرورت سے بچہ کو اغلف پیدا کیا جو ہمکو ابتک نہین معلوم ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اب قانون فطرت مین دست اندازی اور اصلاح کا ہمکو کیا حق ہے جواب اسکا یہ ہے کہ خدا نے فطرتا موے سر مین روئیدگی ناخون مین نمو دیا ہے پھر ہم کیون اوسکی قطع و برید پر آمادہ ہین بالونکو بڑھنے دین خواہ وہ بسبب درازی زمین پر لوٹتے رہین ناخونون کو بڑھنے دین۔ لیکن مقتضائے عقل بشری یہ ہے کہ ہم اوسکو حد سے زیادہ نہونے دین خدا نے ہمکو عقل خاص اسوجہ سے دی ہے کہ وہ باعمل تصرف کیے اور اصابت رائے اپنے احکام سے کی اگر خدا اپنے احکام کے ذریعہ سے ہماری اصابت رائے نفرماتا تو ضرور ہمکو خطا کا خیال ہوتا اب چونکہ عقل نے ہمکو ضرورت ختنہ کی بتائی اور خدا نے ہمکو بذریعہ خاص ملہم بندونکے حکم بھی دیا لہذا ہمکو قانون قدرت مین تصرف کا حق حاصل ہوگیا۔ لیکن ہم یہ

کہتے ہین کہ خدا نے جن حیوانات کو بول کی ضرورت نہین دی ہے اونکا قضیب اندرون جسم خلق کیا ہے جسوقت وہ اپنے مادہ کے قریب آتے ہین تو فقط نطفہ پہونچانے کی ضرورت سے قضیب اونکا باہر نکلتا ہے ورنہ ہر وقت پوشیدہ رہتا ہے اور یہ حیوانات پرند ہین۔ دوسری قسم حیوانات چرند کی ہے جنکو بول کی بھی ضرورت ہوتی ہے پس اونکے قضیب غلفہ دار پیدا کئے ہین اسطرح سے کہ تمام عضو انکا ایک کھال مین مخفی رہتا ہے جو بوسطے ضرورت بول باہر نکل آتا ہے۔ انسان بھی اس دوسری قسم کے حیوان مین شامل ہے پس باقتضاء طبع حیوانی انسان کو بھی اغلف پیدا کیا لیکن۔ اسکا فقط حشفہ غلفہ دار بنایا گیا مثل دیگر حیوانات کے کل عضو غلفہ دار نہین بنا اور اس امر مین بھی انسان کو بالکل حیوانات سے مشابہت نہین دی بلکہ اس جنس مین داخل کرنے کی غرض سے فقط حشفہ کو غلفہ دار بنایا۔ پس حیوانات کے اغلف ہونے مین مصالح عقلیہ ہین۔

ہان ہم یہ نہین جانتے کہ غلفہ کو ساخت عضو مین بھی کچھ مداخلت ہے یا نہین۔ لیکن اتنا ضرور جانتے ہین کہ حیوان اگر غلفہ دار نہوتے تو ہر وقت عضو تناسل آویختہ رہتا اور صدمات ضرب وسقط سے متاذی ہوکر ہلاک ہو جاتا ہر وقت بیٹھنے اوٹھنے مین زمین سے رگڑ کر زخمی ہوتا۔ یا مثل دیگر اعضا کے سخت ہوکر بے حس ہو جاتا۔

اور یہ بھی مصلحت ہے کہ جسم حیوان کا کوئی ساتر وحاجب نہین ہوتا یہ امر موجب شرم وحیا ہے کہ ہر وقت نظر زن ومرد کی حیوانات کی شرمگاہون پر پڑے جو شاید کسیوقت موجب شہوت وریب کا بھی ہو خصوصاً وہ زمانہ جاہلیت ووحشت کا جسمین جاہل قومون نے حیوانات کو بھی مباشرت سے نہ چھوڑا۔ اوس زمانہ پر کیا منحصر ہے اس تہذیب وشایستگی کے زمانہ کو ملاحظہ کیجیے اخبار ونکو پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو کہ اسوقت بھی معزز قومین کتونسے گرفتار پائی گئی ہین۔

لہٰذا خالق کائنات نے مبرز کو دم سے اور عضو تناسل کو غلفہ سے پوشیدہ کیا تاکہ ہر وقت نظر مردم پڑنے سے محفوظ رہے۔

انسان کو مثل دیگر حیوانات کے نہ تو دم کی ضرورت ہے نہ غلفہ کی۔ بلکہ مضرت غلفہ ثابت ہو چکی لہٰذا مجانست حیوان کی وجہ سے جسقدر غلفہ تھا اوسکے قطع کا بھی حکم ہوا۔

اب ہم اسمقام پر ایک بہت بڑے محقق کی رائے لکھتے ہین جسکی تصنیف کو تمام عاملین

فن جراحی بڑی وقعت سے دیکھتے ہین۔ اسکی سرجری تمام یونیورسٹیون مین بطور درس داخل ہے وہ
اور وہ ڈاکٹر ایرکسن ؟ ہے یہ ختنہ کے بڑے موئید ہین اور لکھتے ہین کہ کاش ہمارے ملک مین
اگر مذہبی طور پر ختنہ کرنا نہوا کرے تو رواجی ہی طور پر شروع ہوجاوے تاکہ ہم اون آفات
سے بچین جو ختنہ نہ کرنے سے پیدا ہوتے ہین۔ دیکھیے اتنا بڑا کامل فن جراحی ختنہ کا کسقدر
حریص و موئید ہے صرف اسکے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ کیا کیا مضرتین ختنہ نہ کرنے سے
پیدا ہوتی ہین کہ جسکے علاج سے عاجز اگر ڈاکٹر موصوف نے ختنہ کرنے کی ایسی تمنا ظاہر کی
یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جماع مین ایک قسم کا حظ اور لذت پوشیدہ ہے جسکے باعث سے انسان جماع
کا حریص پایا جاتا ہے اور اگر لذت نہوتی تو توالد و تناسل مین (کہ جو خاص منشائے قدرت ہے)
فرق آتا اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ لذت جماع حشفہ کے ذریعہ سے محسوس ہوتی ہے مگر بعض اوقات
ایسا ہوتا ہے کہ غلفہ اسقدر تنگ ہوجاتا ہے کہ بوقت جماع اوپر کو نہین چڑھ سکتا جس سے
لذت جماع محسوس نہین ہوتی۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص جسکو لذت جماع محسوس نہین ہوتی
جماع مین کمی بلکہ اس فعل کو عبث سمجھکر ترک کریگا جسسے آیندہ نسلونکا سلسلہ جو اوس سے
دنیا مین قایم ہوتے والا تھا بند ہوجاویگا ایسا شخص اگر ختنہ نہ کرائے تو گویا اوس نے
قدرت کا ایک بہت بڑا منشا روکنے کا ارتکاب کیا اور ہرگز وہ شخص اس جرم سے
بری نہین ہوسکتا کیونکہ اوسنے اوس نسل کا سلسلہ جسکی تعداد معلوم نہین ہے بالکل بند کردیا
مرض ،، فائموسس ،، مین جو جو تکلیفین مریض کو ہوتی ہین اور معالج کو دقتین پیش آتی ہین
اوسکا لطف مریض اور معالج دونون کے دل سے پوچھئے آخر کو یہی انجام ہوتا ہے کہ ختنہ
کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر اوس ختنہ مین بھی کیا کیا دقتین پیش آتی ہین اور مریض کو کیا کیا
تکلیفین برداشت کرنا پڑتی ہین اگر ختنہ ہوچکا ہوتا تو ظاہر ہے کہ آتشک وغیرہ کے
زخم مین یہ دقتین بوقت علاج نہ پیش آتین نہ مریض کو نہ معالج کو اچھا اگر فائموسس
نہ بھی ہو تو یہ امر کیا کم ہے کہ ایسے کثیف زخم جو آتشک کے باعث سے ہون اونکے
علاج مین غلفہ کسقدر حارج ہوتا ہے۔ بلکہ اوسپر بھی اثر زخم و مادہ کثیف پہونچکر
زخم وغیرہ پڑجاتے ہین اور اوسوقت مجبوراً ختنہ کرنا پڑتا ہے۔

واقعاً ختنہ کرنا کوئی فضول نہین ہے نہ رواجی طور پر اسلام مین داخل ہے بلکہ
جہان پر حکم شارع علیہ السلام کا حکمت سے بھرا ہوا ہے وہان ختنہ مین بھی

ہزارون مصالح حکمیہ ہین۔
بچون کو اکثر بوجہ تنگی غلفہ از حد تکلیف پہونچتی ہے۔ جو کا ہی خلقی گاہے خارجی وعارضی طور پر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہمنے بچشم خود ایک بچہ کا حال دیکھاہے کہ جسکے غلفہ مین بسبب ضرب کے اسقدر ورم ہو گیا تھا کہ پیشاب بند ہو گیا یہانتک کہ قریب بہ ہلاکت پہونچا جسکا نتیجہ ڈاکٹر نے بحالت مجبوری اوسیوقت ختنہ کر دیا حقیقت مین اس عضو خاص کو بھی حقتعالی نے کسقدر نازک بنایا ہے۔ چنانچہ اسکی نزاکت پر لحاظ کرکے قدرت نے کیسا انتظام کیا ہے فرج زن کے اندر جو پردہ ہے وہ کیسا نرم اور نازک اور لعابدار ہے اوسپر بھی اکتفا نہین کی بلکہ جب فرج زن مین دخول ہوتا ہے تو وہی ایک مرتبہ کے دخول وخروج مین ایک رطوبت مہبل سے خارج ہونے لگتی ہے۔ تاکہ دخول وخروج مین دقت نہ ہو اور حشفہ پر صدمہ نہ پہونچے۔
اس سے ثابت ہوا کہ یہ عضو بہت ہی نازک ہے جسکی حفاظت کے لیئے قدرت نے اسقدر اہتمام فرمایا ہے پس ایسا نازک عضو ظاہر ہے کہ ضرب وغیرہ سے بہت جلد متاثر ہو جاویگا جس سے بہت جلد غلفہ مین ورم پیدا ہو کر راستہ پیشاب کا بند ہو کر آدمی کو تکلیف دے گا اور جبتک ورم دفع نہو گا تو لامحالہ ختنہ کرنا پڑے گا۔
اگر آپ یہ اعتراض کرین کہ جب یہ عضو ایسا ہی نازک ہے تو پھر ضرور ہوا کہ بمزید احتیاط حشفہ غلفہ سے پوشیدہ رہے تاکہ خارجی صدمات کا اثر نہ پہونچے۔ یہانپر تین امر قابل لحاظ ہین
اول یہ کہ جب غلفہ سے حشفہ پوشیدہ رہا تو جو کچھ صدمہ پہونچے گا اول غلفہ پر جو متورم ہو کر راہ بول مسدود کر دے گا۔
دوسرے۔ جیسا اوپر بیان ہوا کہ اگر حشفہ ہر وقت ملفوف رہے گا تو اوسمین استعداد قبولیت امراض زاید رہے گی۔
تیسرے جب ورم پیدا ہو گا تو چونکہ بسبب غلفہ کے اول تو خود ہی صفائی پورے طور پر ناممکن تھی دوسری بوجہ ورم کے قطرات بول سے غلاظت اور بھی پیدا ہو کر ورم عفونت اور زخم پیدا کر دے گی جسکا اوسوقت مقدم علاج ختنہ کرنا قرار پاوے گا یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ اگر کسی شخص کا غلفہ اسقدر تنگ ہو قدرتی طور پر خواہ بسبب عارضہ کے کہ جو اوپر نہ چڑھ سکتا ہو۔ تو ایسا شخص ازالہ بکر پر قادر نہو گا بلکہ عام طور پر بھی جماع مین تکلیف ہو گی وجہ اسکی یہ ہے کہ جب شخص مذکور ارادہ دخول کریگا تو اوسی حالتمین

غلفہ ضرور اوپر چڑھنے کی کوشش کرے گا جو بوجہ تنگی کے ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امر بدون کسیقدر زور کے انجام نہین پاتا پس ایسی حالت مین نتیجہ اوسکا شقاق غلفہ ہوگا جسکی اذیت سے ماہ بہی جاتی رہے گی اور ازالہ بکر بہی نہو سکے گا۔

ے کنیسر آف دی پینس ،، ایک قسم کا سرطان ہے جو اکثر حشفہ پر دیکھا جاتا ہے حقیقت مین یہ مرض نہایت سخت ہے مگر اسکے بہی علاج مین بہ سبب غلفہ کے سخت دقتین واقع ہوتی ہین۔

ے سوزش حشفہ ،، یہ بہی ایک مرض ہے کہ جسکا سبب عدم صفائی حشفہ اور تنگی غلفہ اور دیگر اسباب بہی قرار دیے ہین۔ اب دیکھیے کہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ بسبب غلفہ کے صفائی حشفہ کما حقہ نہین ہوتی خصوصًا جب تنگی غلفہ بہی ہو پس ظاہر ہے کہ جسکا ختنہ نہین ہوا ہے۔ وہ ہر وقت اس مرض کے کر لینے کے لیئے تیار ہے۔

علاوہ برین جب کوئی شخص سوزش حشفہ مین مبتلا ہوا اور اوسکے ساتھ تنگی غلفہ بہی ہو تو ایسی حالتمین غلفہ پر دنبل یا زخم ہونے کا قوی احتمال ہے اور بکثرت ہو بہی جاتا ہے۔ اور پہر اسی پر موقوف نہین بلکہ غلفہ حشفہ سے بسبب سوزش و زخم وغیرہ چپید بہی ہو جاتا ہے جسکا علاج ختنہ کرنے پر سے بغیر اور زحمتون سے نہین ہو سکتا اور اگر ختنہ نہ ہو تو قریب بہ محال تو ضرور ہے۔

ے زخم حشفہ ،، اس عضو پر دو قسم کے زخم ہوتے ہین ایک سادہ دوسرے خاص سادہ قسم کی بابت ڈاکٹرون نے لکھا ہے کہ اسکا باعث بہی عدم صفائی و تنگی غلفہ ہے بلکہ خود تنگی غلفہ کا سبب اگرچہ مادر زاد بہی ہوتا ہے۔ مگر پہر بہی یہ مرض اکثر بہ سبب سوزش و زخم حشفہ ہوتا ہے جسکا مقدم سبب عدم صفائی حشفہ ہے گا ہے بہ سبب آتشک بہی ہوتا ہے۔ مگر اوسمین بسبب عدم صفائی اندمال زخم مین دقت ہوتی ہے

ے بابو امولارتن بیاکرجی جویٹ کلکتہ یونیورسٹی اسسٹنٹ سرجن ٹامسن ہاسپٹل آگرہ و مدرس جراحی مدرسہ طبی آگرہ ،، اپنی کتاب ے پراکٹس آف سرجری ،، اوس ذکر مین جہان تنگی غلفہ مین ختنہ کا ذکر ہے تحریر کرتے ہین۔

کہ فوائد اسکے یہ ہین کہ حشفہ بآسانی صاف ہو سکتا ہے اسوجہ سے غلفہ کے قطع ہو جانے کے بعد امراض شہوانی و نفسانی بہت کم ہوتے ہین یہی سبب ہے کہ مسلمان لوگ اس قسم

کے مرض میں بہت کم مبتلا ہوتے ہین۔
"فائموسس"، یہ بھی ایک قسم کی تنگی غلفہ ہے۔ ایک قسم اسکی یہ ہے کہ بوجہ تنگی کے غلفہ اوپر نہ چڑھ سکے اور یہ وہ قسم ہے کہ جسمین بوجہ تنگی کے حشفہ پر سے غلفہ نیچے نہین اتر سکتا۔ اسباب اسکے بچپن مین بوقت صاف کرنے غلفہ کے جوانی مین اکثر بسبب جلق۔ یا اکثر پہلی مرتبہ مباشرت کرنے مین۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ درد اور تکلیف بہت ہوتی ہے۔ حشفہ پر درد اور اجتماع خون اور اکثر حبس بول دیکھنے مین آتا ہے۔ آخر کار تو عنق حشفہ پر زخم ہوجاتا ہے یا گل سڑکر حشفہ گرجاتا ہے اب ذرا آنکھ کھول کر غور کیجیے کہ غلفہ کے ہونے سے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے۔
"ہرپیز پوسس ایلیس"، اس مرض مین غلفہ اور حشفہ پر پھنسیان نمودار ہوجاتی ہین جنمین کہ جلد کھجلی ہوتی ہے اور بعد پھوٹ جانے کے زخم ہوجاتے ہین اسکا سبب بھی منجملہ اور اسباب کے عدم صفائی ہے۔
پس جبکہ غلفہ مانع صفائی حشفہ ہے جس سے بکثرت امراض پیدا ہوتے ہین جن مین سے چند مرض ہمنے لکھدیے ذکر ان امراض کا مفصل اپنے مقام پر کتب طبیہ مین موجود ہے۔ لیکن اسیقدر بیان سے پورے طور پر واضح ہوگیا کہ غلفہ باعث امراض مہلکہ موذیہ ہے۔ اور ختنہ کرنے سے ان امراض کی پوری پوری روک ہوجاتی ہے۔ سبحان اللہ کیا شریعت ہے اور کیا بانی شریعت ہے اور کیسا رحیم و کریم ہمارا خدا ہے کہ ہمارے ہی فوائد جسمانیہ و روحانیہ کی غرض سے ہمکو حفظان صحت کے قواعد بتاتا ہے جسمین ہمارا ہی نفع ہے۔ اور پھر اون قواعد کے برتنے اور عمل کرنے پر ہمکو اجر و ثواب جو دار آخرت سے متعلق ہین عطا فرماتا ہے۔ یہ محض اوسکا تفضل ہے پھر امر شرعی ہمارا حکمت و عقل سے کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ اگرچہ دشمن عقل و انصاف اسکو باور نکرین اور اپنے تعصب وہٹ دھرمی سے انکار ہی کرتے رہین۔

ختنہ زنان

اب ہم ختنہ زنان کے بابت لکھتے ہین۔ ہمارے بعض اکابر کیخدمت بابرکت مین تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک مسئلہ ضلع باندہ سے آیا تھا اور ہمنے اوسکا جواب لکھا تھا اوسیکو

اسمقام پر درج کئے دیتے ہین مع تھوڑے اضافہ کے۔
(سوال ۱) تحفۃ العوام کی یہ عبارت وہ واضح ہو کہ ختنہ پسر واجب ہے اور ختنہ دختر سنت ،، صحیح ہے یا غلط۔
(جواب) ختنہ پسر واجب ہے اور ختنہ دختر مکرمت ہے اجماعًا۔
(سوال ۲) بصورت صحیح ہونے کے وہ حدیث صحیح معہ ترجمہ بزبان اردو نقل فرمائی جاوے جسکی روسے اس مسئلہ کی سنت ہونے پر استدلال واعتقاد کیا جاتا ہے۔
(جواب) چند حدیثین ختنہ زن مین مروی ہین منجملہ اونکے۔
ایک وہ حدیث ہے جو کتاب تہذیب الاحکام مین ،، امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا اون جناب نے۔ جب زنان مکہ نے ہمراہ رسولخدا مدینہ کو ہجرت کی تھی اون عورتونمین ایک عورت ام حبیبہ ،، تھی جسنے اپنی لڑکی کا ختنہ کیا تھا۔ بعد ہجرت ایکروز رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے وہ ام حبیبہ سے ،، فرمایا۔ کہ کیا اب بھی تو وہ عمل کرتی ہے جسکی تو عادی تھی وہ
ام حبیبہ نے عرض کی ہان یا رسول اللہ ابتک مین عادی ہون مگر یہ کہ اگر آپنے حرام فرمایا ہو اور مجھکو منع فرماوین۔ اوسوقت البتہ ترک کردونگی حضرت نے فرمایا نہین بلکہ حلال ہے۔ بعد اسکے حضرت نے ام حبیبہ کو قریب طلب کرکے طریقہ ختنہ زن تعلیم فرمایا ارشاد کیا کہ اے ام حبیبہ ،، بیخ سے قطع کرکے استیصال نکرنا بلکہ فی الجملہ قطع کرنا کیونکہ یہ باعث آبروے زنان ہے اور موجب استلذاذ شوہران الحدیث۔
دوسری حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کان چھیدنا پسر کا اور اوس کا ختنہ کرنا ساتوین روز سنت ہے۔ اور عورتونکا ختنہ کرنا جسکو (خفض کہتے ہین) مکرمت ہے اور سنت نہین ہے۔ اور کون چیز بہتر وافضل ہے مکرمت سے۔
(سوال ۳) پھر اس امر کیوجہ ارشاد ہو کہ شارع علیہ السلام نے و نیز جملہ حافظان شریعت حقہ یعنی آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس سعادت سے کیون اجتناب کیا۔ اور علمائے اہل حق نے مومنین کو اس سنت کیطرف ترغیب وتحریص کیون نہ دلائی۔ اور خود کیون اوسپر عامل وکاربند نہ ہوے۔ اگر کہین آنحضرت کا فعل ثابت ہو تو اوسکا نشان دیا جاوے۔

(جواب) اگر اجتناب ہوتا تو یہ حضرات کیون حکم دیتے اور چونکہ ختنہ دختر واجب نہین ہے بلکہ سنت موکدہ ہے کیونکہ بروایت ''من لا یحضرہ الفقیہ'' ''قال علی علیہ السلام لا بأس ان لا تختتن المرأۃ فاما الرجل فلا بد منہ'' یعنے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ حرج نہین اگر عورت کا ختنہ نہ کرو۔ مگر مرد کا ختنہ کرنا ضرور ہے اسلیئے کہ اوسمین فواید کثیرہ ہین بخلاف ختنہ زن کے اسمین اسقدر فواید نہین۔ اور عملی نظیر کا نہ پایاجانا اکثر اسکے سبب ہوتے ہین۔

(۱) ممکن ہے کہ یہ فعل مخصوص امت سے ہو اور یہ حضرات اوس فعل کے مکلف ہی نہون

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ اوس عملی نظیر کی کسینے ہمسے حکایت و روایت ہی نہ کی ہو۔

(۳) ممکن ہے کوئی روایت ہو ہماری نظر سے نہ گذری ہو۔

اور شرعاً ثبوت احکام مین تنہا قول معصوم کا حجۃ ہے یہ ضرورت نہین ہے کہ اثبات مسئلہ شرعیہ مین ہم عمل معصوم کو جبتک نہ دیکھین حکم دین۔ جیساکہ اکثر مسائل شرعیہ محض قول معصوم سے ثابت ہوے ہین۔ اور قول معصوم اوسیطرح سے حجۃ ہے جس طرح سے فعل معصوم حجۃ ہے۔ الغرض علماے دین کا کسی امر مین زیادہ کد و کوشش نہ کرنا اوس امر کی اباحت و استحسان کو دفع نہین کرتا ہے اگرچہ عرب مین ختنہ دختر کا رسم اسوقت تک ہے بلکہ عرب مین عرصہ سے جاری تھا۔ جیساکہ ''ام حبیبہ'' کے قول سے استنباط ہوتا ہے۔ کیونکہ ام حبیبہ حکم شرعی سے ناواقف تھی اوسوقت سے وہ ختنہ دختر کی عادی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبل صدور حکم شرعی یہ رسم جاری تھا جیساکہ ختنہ زن کو خفض کہتے تھے۔ اور ''قاموس'' مین لکھا ہے ''وخفضت الجاریۃ کختن الغلام خاص بھن''

(سوال) اگر بخیال تمسخر و استہزاے مخالفین و توہین شرفاے مومنین علماے اسلام نے احیاے سنت ختنہ دختر سے اعراض کیا تو ایسا ایک مسئلہ جو خلاف فطرت انسانی ہو اور انسان کو اوسپر عمل کرنے سے قدرتاً شرم معلوم ہوتی ہو مقدس مذہب اسلام مین جسکے تمام قوانین و احکام مطابق عقل اور فطرت انسانی کے قطعی دلیلون سے ثابت کیئے جاتے ہین کیون روا اور قرین عقل ہوسکتا ہے۔

(جواب) جو امور شرعیہ ہین اونمین چند جاہلون کے تمسخر واستہزا کا خیال دیندار لوگون کو نہین ہوتاہے۔ لیکن اس طریق حسنہ کی ترویج ہندوستانمین محض اسیوجہ سے نہوی کہ ترک مین اسکے زیادہ مضرت نہتی اور بنابر ارشاد جناب امیر علیہ السلام عدم مضائقہ کے خیال سے ترک کیا۔ اور کتب فقہیہ واخلاقیہ مین علماے کرام نے تحریر فرما دیا ہے جس کسیکو توفیق نیک عمل حسن کی ہو اوسکو کہین پر ممانعت نہین فرمائی ہے۔

اب رہا خلاف فطرت انسانی ہونا۔۔ اور اس عمل سے قدرتا شرم کا آنا۔ یہ دونون امر مہمل ہین۔ مخالفین اسلام وہ بجز یہود کے ،، ختنہ مرد ہے کو کب موافق فطرت خیال کرتے ہین۔ نہ یہ کہ جو رسم جاری ہے نہ ہو اوسکو تو بالکل خلاف فطرت وشرمناک خیال کرین گے۔ شرم کا آنا بھی اسیوجہ سے ہے کہ رسم اسکا نہین ہے۔ حالانکہ زن ومرد شرم وحیا مین دونون برابر ہین۔ اگر ختنہ زن موجب شرم ہے تو ختنہ مرد بھی باعث شرم ہوگا۔ پس اس حیاے حیوانی کے خیال سے کسی امر مفید کو ترک کرنا بجز حیوانیت کے اور کیا ہے۔

واضح ہو کہ حیا کی دو قسمین ہین ،، ایک انسانی ،، دوسری حیوانی ،،۔

حیاے انسانی وہ ہے کہ عقلی ضرورت سے ناشی ہو یا ناموسی ضرورت سے۔ اسلیے کہ شرم وعقل مین تلازم ہے۔ اور ان دونون کے برخلاف جو شرم وحیا ہو خواہ رواج سے ناشی ہو یا خواہش سے ،، یا غصے سے ،، خواہ تکبر ،، وشیخی ،، سے وہ سب حیاے حیوانی ہین اور قابل مذمت ہے نہ تعریف کے۔ مثلا کسی عورت کے سینہ مین کنکر بیل ہو اور علاج منحصر ہوجاوے حکیم کے دیکھنے پر۔ اور وہ فرط شرم سے اپنا مرجانا گوارہ کرے اور سینہ اپنا حکیم کو نہ دکھاے۔ یا اسیطرح اگر شرمگاہ مین کوئی بیماری ہو یا شرم کے مارے پہلے شوہر کے بعد کسی سے عقد نہ کرے۔ یا مرد اپنا مرجانا گوارہ کرے مگر کسی کے ہاتھ سے احتقان لینا گوارہ نہ کرے تو یہ سب حیا مین حیوانی ہین۔ اور قابل مذمت نہ قابل تعریف۔ اور اسیطرح جتنی صفتین ہین اچھے اور جتنے عیب ہین برے ان سبکی جانچ عقل سے ہے۔ اور کسوٹی انکی کھری کھوٹے پن کی عقلی مصلحت ہے پس جبکہ ختنہ زن مین ضرورت ناموسی وعقلی دونون ہین لہذا شرم اوس سے حیاے حیوانی قرار پاویگی۔ علاوہ اسکے احکام شرعی تعبدی ہین اکثر اونمین وہی حسن عقلی ہے کہ جو حکیم وطبیب کے تجویز کردینے سے فقط ہمکو امتثال کے لیے عقلا مجبور کرتا ہے۔ پھر اوس عقل سے کام لینا جو ناقصہ ہو اور ہمیشہ ہر امر مین اختلاف

کرتی رہے ایسی عقل سے کسی حکم الٰہی اور شریعت نبوی کی لم دریافت کرنا بالکل خلاف عقل ہے۔ جیساکہ حضرت جبرئیلؑ کا امام حسینؑ کا کان چھیدنا۔ اور بعد ولادت پر کا کان چھیدنا بظاہر بالکل عبث ہے کیونکہ فطرت مرد کی مقتضی اسکی نہین کہ وہ بالی پتہ پہنے مگر محض تزئین کے واسطے مستحب قرار دیا ہے۔ اسیطرح سے عادات عرب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مردان عرب عورت مختونہ پر زیادہ راغب ہوتے تھے۔ اور رغبت و میلان موجب قوت باہ ہے اور اسکا نتیجہ تولد و تناسل ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے مختونی کو زینت سمجھتے تھے عورت کیواسطے اسوجہ سے اس رسم کو جاری رکھا اگرچہ طبایع اہل ہند اسکے خلاف اور وہ اسکو عیب و نقص خیال کرین۔ لیکن ہم بمدد و توفیق الٰہی فواید عقلی کو ختنہ زن کے بھی لکھکر یہ دیکھائے دیتے ہین کہ چھوٹا سا چھوٹا مسئلہ بھی ہماری شریعت کا عقل کے خلاف نہین ہے اگرچہ عقل ہماری دریافت کنہ مین قاصر ہو ہم جس ملت ابراہیمی پر ہین ضرور وہ عقلی ہے۔

خداوند کریم سورہ بقر مین خود فرماتا ہے (اور کون ہے جو نفرت کھائیگا ابراہیم کے مذہب سے مگر جو احمق بنائے اپنے تئین۔ حالانکہ ضرور چن لیا تھا اوسے ہمنے دنیا مین اور بے شبہ آخرت مین بھی وہ اچھون مین سے ہے) خدا نے مخالف مذہب ابراہیم کو احمق قرار دیا ہے اسمقام سے صاف ظاہر ہے کہ ملت فطرت ابراہیم عقلی ہے جب تو اوسکے خلاف کرنا حماقت ٹھہرا۔ اور ضرور یہی تعلیم اہلبیت رسالتؐ ہے کہ جو رازدار دین خدا کے تھے۔ ہمین بہت اچھی طرح سے معلوم ہے کہ مذہب حق عقلی ہے۔ اور اسی لیئے علم کلام و اصول فقہ مین ہمارے بیان ہوا ہے کہ حسن و قبح اشیا عقلی ہے۔ اور اسیوجہ سے وہ کتاب کافی مین منقول ہے کہ وہ حضرت جبرئیلؑ جب بحکم خداوند جلیل ہدیہ عقل و حیا و ایمان حضرت آدمؑ کے پاس لائے اور حضرت آدم نے عقل کو چن لیا۔ اور حضرت جبرئیلؑ نے حیا و ایمان کی بابت دیانت کیا اور ان دونون سے فرمایا کہ پھر چلو۔ تو اونھون نے عرض کی کہ ہم تو عقل کے خادم ہین اوس سے جدا نہین ہو سکتے۔

اور اسی لیئے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ عقل و شرع جڑوان بہنین ہین۔

اور فرمایا کہ شرع عقل ظاہری ہے اور عقل شرع باطنی۔

اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حجت خدا دو چیزین ہین ایک ظاہری

گروہ پیغمبر و رسول ہین ۔ دوسرے باطنی گروہ عقلین ہین ۔
اور اسی لیے مستفیض حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ جسکی عقل ٹھیک نہ ہو اوسکی نماز اور روزے اور کسی نیک کام کا اعتبار نہین ۔۔ اور اسی لیئے علم اصول فقہ مین یہ کلیہ لکھا ہے کہ جو حکم کریگی عقل وہی حکم کریگی نقل اور بالعکس ۔ اور اسیوجہ سے عقاید اور اصول دین مین ہم ہرگز اپنے اعتقاد کا عقل کو قرار دیکر ۔ آیات تجسم و دیدار اور نبیونکے گنہگار ہونیکی تاویل کر دیتے ہین ۔
اور مدار اس عقل کا مثل ہمارے دین کے برہان پر ہے ۔ چنانچہ خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے ”قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ،، لاؤ تم اپنی دلیل اگر تم سچے ہو ۔ پس کسوٹی اس عقل وشرع کی برہان و دلیل ہے کہ اوسکی وجہ سے اس عقل خالص کا امتیاز ہو جاتا ہے اوس عقل سے کہ جسمین وہم و خواہش یا غصہ یا رواج وغیرہ کا لوث ہو اور یہ عقل قطعی ہے اور یونانیون کی عقل ظنی بلکہ جو غیب کے صیغے مین بیکار ہے اور یہین سے فرق ہمارے مذہب کا حکیمون کے مذہب سے ظاہر ہوتا ہے ۔ بہرکیف سوائے ہمارے مذہب حق کے دنیا کا کوئی مذہب یہانتک کہ دہری مذہب بھی عقلی نہین اور دین خدا کا عقلی ہونا ضرور ہے اسلیئے کہ اوسکی تکلیف آدمی کو ہے اور آدمی کے کھنے مین عقل پڑی ہے اور عقل ہی کی بدولت اوسے امتیاز اور حیوانون سے ہوا ہے تو اوسی غیر عقلی مذہب دنیا ویسا ہے تھا جیسے کوئی حبشی سے کہے کہ تو کھیسے سے رگڑ رگڑ کے اپنا منہ سفید براق اور گورا چٹا کرلے ۔ حالانکہ یہ محال بات ہے ۔ پس اگرچہ کسی کی فہم ہماری عقل نہ دریافت کرسکتی ہو لیکن اوسکا عقلی ہونا ضروری ہے ۔ چنانچہ ختنہ زنان مین بھی فائدہ عقلی موجود ہے اب جو کچھ ہم لکھتے ہین اوسکو بہ نظر انصاف ملاحظہ کیجیئے ۔
”بظرہ،، اس عضو کو عورات مین شہوانی لذات کا آلہ سمجھنا چاہیے اس کی ساخت قریب قریب قضیب مرد کے ہے ۔ چونکہ یہ عضو عورات کا آلہ شہوت ہے ۔ اسلیئے خیالات و تصورات و ملامست کے اسمین انعاظ بھی پیدا ہوجاتا ہے ۔ طول اسکا ہر عورت اور ہر نسل مین مختلف ہے چنانچہ پانچ پانچ ۔ چھ چھ انگشت کا ہوتا ہے ۔ بعض عورتین جنکا یہ عضو اسقدر دراز ہوتا ہے وہ مثل مرد کے عورتونسے جماع کرتے ہین ۔ چنانچہ ایک عورت چونکہ متمول تھی اسلیئے اوسنے چند باکرہ عورتین نوکر رکھی تھین اور اونسے مثل مردون کے جماع کرتی تھی یہ مختصر کیفیت اس عضو کی بیان ہوئی ۔ اس بیان مین چند امر قابل بیان ہین اول ۔ یہ کہ جب یہ عضو اسقدر دراز ہوگیا تو ظاہر ہے کسقدر طرفین کو جماع مین دقت واقع ہوگی ۔ اس لیئے

کہ چھ انگشت یا پانچ انگشت کی درازی ضرور سوراخ فرج کے لیئے حاجب ہو سکتی ہے جس سے وقت جماع ظاہر ہے اب اگر اوسے حاملین (بظر) مین بھی الفاظ واقع ہو گیا تو اوسوقت مین اور بھی دقت ہے اور مرد کو ادخال قضیب مین دقت اور عورت کو انعاظ دور کرنے کی ضرورت واقع ہو گی اور ایسی حالت مین ان خیالات کا فرو کرنا بہت مشکل ہے اور جو دقتین ایسی حالت مین واقع ہون گی وہ ظاہر ہین۔

دوم۔ جسوقت مین کہ (بظر) اسقدر طویل ہے تو اب اگر کوئی مرض فرج مین ہے تو بسبب قرب ملامست کے اوسکا اثر بہت جلد (بظر) تک پہونچ سکتا ہے۔ جو وہانسے مثانہ اور وہانسے بذریعہ ان نالیون کے جو گردہ سے مثانہ مین آئی ہین گردہ تک پہونچکر درد گردہ یا دیگر امراض مثل ورم۔ سوزش۔ مثانہ۔ یا گردہ یا ان نالیون مین جو گردہ سے مثانہ مین آئی ہین خراش اور ورم پیدا کرکے حرقت بول۔ بول الدام۔ اور زخم وغیرہ ہونا بہت جلد ممکن ہے۔ یا اگر کوئی عورت مبتلاے سوزاک ہو تو اسے ملامست و قرب کے سبب سے اندرون فرج سوزش حادث ہونا اور ورم وغیرہ ہونا بہت جلد ممکن ہے۔ اور جو جو خرابیان ان اورام و سوزش سے ممکن ہین محتاج بیان نہین۔ کیفیت انکی مفصل کتب طبیہ مین موجود ہے جسکا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ عورتین ہمیشہ کے لیئے (بانجہ) ہوجاتی ہین یا اوراد حیض اور وقت جماع بلکہ بوقت بول بلکہ اکثر اوٹھنے بیٹھنے مین بھی تکلیف ہوتی ہے۔

سوم۔ قطع نظر ان سب کے جلق ایک ایسا فعل ہے جو مثل مردون کے عورتونمین بھی رائج ہے ڈاکٹری کتب مین بکثرت اسکا تذکرہ موجود ہے۔

عورتین اکثر خاص قسم کے آلات بنالیتی ہین اور فرج مین داخل کرکے اپنی خواہش دفع کرتی ہین اگرچہ یہ قسم بھی جلق مین داخل کی گئی ہے۔ مگر ہم یہانپر اسکا تذکرہ کرنا نہین چاہتے ہم اسمقام پر صرف اس فعل سے بحث کرینگے جو متعلق (بظر) کے ہے بعض عورتین جنکا (بظر) بڑا ہوتا ہے انکو تو کچھ دقت ہی نہین ہوتی۔ لیکن بعض عورتین جنکا (بظر) چھوٹا ہوتا ہے وہ جلق کرنے کے لیئے (بظر) کو کھینچ کھینچ کر بڑا لیتی ہین اور جلق کرتی ہین۔ یا بعض عورتین جنکا بیان اوپر گذر چکا ہے عورتونسے مثل مرد کے جماع کرتی ہین۔ ہمارے بعض ناظرین عورات مین جلق سنکر متعجب ہونگے مگر نہین یہ امر پورے طور سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ ایک مشہور ڈاکٹر لکھتا ہے کہ میرے پاس اکثر مرتبہ متعدد عورتین آئین جو سبب جلق مین مبتلا تھین

اور ایک عرصہ سے یہ عادت اونمین رائج تھی - مگر اونہون نے ایک کتاب مین اسکے نقصانات دیکھکر میری طرف رجوع کیا - اور میرے سامنے اقرار کیا - اوسکے بعد اوسنے لکھا ہے کہ افسوس مین نے بہت سی عورتین ایسی دیکھی ہین جو جلق کیوجہ سے یہ کوریا ،، (ایک رطوبت کا رحم سے خارج ہونا اور ران وغیرہ مین جہان یہ رطوبت لگ جاتی ہے جلن اور خراش پیدا ہوتی ہے) ریڑہ کا درد - اعصابی درد - پشت کا درد - اندام نہانی کے بیرونی حصہ مین ورم - وغیرہ وغیرہ مین مبتلا تھین - اور خود اونھون نے میرے سامنے اسکا اقرار کیا - اور جب مینے بتلایا کہ یہ صرف اونکے ایک فعل یعنے جلق کا نتیجہ ہے تو اونھین ازحد تعجب ہوا -

ایک اور مشہور ڈاکٹر لکھتا ہے - کہ جلق جسطرح مردونمین ہے اوس سے بڑھکر مستورات مین عام ہی نہین - بلکہ عالمگیر ہے -

،، ڈاکٹر وودرڈ ،، نے ایک عورت کا ذکر کیا ہے جو سخت جنون کے مرض مین مبتلا تھی حالت بہت خراب تھی چہرہ زرد - اور پوست واستخوان رہ گیا تھا - ایکروز حسب اتفاق وہ کسیقدر ہوش مین تھی مینے موقع پاکر اوس سے جلق کا تذکرہ کیا اور اوسکو تنبیہ کیا کہ اگر وہ مجلوق ہے تو ہرگز اچھی نہ ہوگی چنانچہ اوسنے اقرار کیا کہ وہ اس بدعادت مین مبتلا ہے اور اوسنے اس فعل کو ترک کیا اوسوقت سے وہ اچھی ہوتی گئی اور چند ہفتہ مین بالکل مرض دفع ہوگیا -

،، مسٹر گورڈ ،، نے اپنے لکچر ونمین اسکی نسبت بہت کچھ بیان کیا ہے - چنانچہ وہ کہتے ہین کہ قریب آٹھ سال ہوئے اوسوقت سے مجھے ایک طبی کتاب دیکھکر اسطرف توجہ ہوئی جسمین ایسے بجنس مبتلا ہوجاتے ہین - مجھے متواتر شہادتین ملتی رہین کہ یہ عادت بدبنہایت خوفناک طور پر عورتونمین پھیلی ہوئی ہے اگر یہ بدی صرف غربا مین ہوتی تو اتنا تعجب نہ تھا - مگر افسوس اون امیرون مین اور شریفون مین بکثرت موجود ہے جو سوسائٹی کا فخر سمجھے جاتے ہین اسکے بعد اونھون نے ایک امیر اور شریف عورت کے خط کا خلاصہ درج کیا ہے جو بسبب جلق کے مختلف امراض مین مبتلا تھی اور جسنے انسے بذریعہ تحریر اپنا علاج چاہا تھا جسکی نقل پورے طور سے ہم درج کرنا نہین چاہتے صرف اسقدر لکھتے ہین کہ یہ عورت ایسے سخت امراض مین مبتلا ہوگئی تھی کہ اوسنے اپنے خط مین تحریر کیا تھا کہ بعض اوقات ان امراض سے تنگ آکر میرا دل چاہتا ہے کہ میرے باغ مین نیچے جو دریا بہتا ہے اوسمین

کو دیڑ دن - اور اسیطرح اپنی جان دیدون -
اب یہ امر بھی بطور اختصار بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جلق سے کیا کیا امراض پیدا ہوتے ہین - چنانچہ -
اختلاج قلب - جنون - اختناق الرحم (ہسٹریا) آواز کا کم ہونا - طاقت کا زایل ہوجانا - بدہضمی - دردسر - بے قاعدہ اور بے سبب دردچہرہ کا زرد رنگ ہونا - آنکھون مین حلقہ - عصبی امراض - صرع - ورم رحم - رحم کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا - بے قاعدگی حیض اور اسمین تکلیف - نفسانی قوا اور اعضا کی سستی - اور آخر بش قطعی بیکاری - یہ سب جلق کے نتائج ہین - اب یہ امر قابل لحاظ وغور ہے کہ جسطرح مرد جلق سے اپنی خواہش رفع کرلیتا ہے اوسیطرح عورت بھی - خواہ بذریعہ جلق خواہ عورتون ہی سے - پس ایسی حالت مین جبکہ عورت اسیطرح اپنی شہوت فرو کرے گی تو اوسکو کوئی ضرورت مرد کی باقی نرہے گی حقیقت مین یہ ہے کہ ایسی عورتین ہمیشہ مرد سے متنفر رہتی ہین خصوصًا وہ جوان عورتین جو بیوہ ہوگئی ہین اور اپنی عزت خاندانی - یا رسم ملک کے سبب سے دوسری شادی نہین کرسکتین - یا بعض عورتون کی طبیعتین آزادی چاہتی ہین اور شادی کرکے مصیبت مین مبتلا ہونا اور خانہ داری کے جھگڑے اور شوہر کی اطاعت مین پھنسنا پسند نہین کرتین وہ علے العموم اسمین مبتلا پائی گئی ہین پس جب اونھون نے اسطرح اپنی خواہش رفع کرلی تو اونکو مرد کی احتیاج باقی نرہی اور بہت بڑا رخنہ توالد و تناسل مین واقع ہوا جس سے ایک غرض خاص قدرت کی فوت ہوئی جاتی ہے - یا جن امراض کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہین جو درازی قضیب اور جلق سے پیدا ہوتے ہین ان سب پر لحاظ کرکے اگر غور تو نکا بھی ختنہ کردیا جاوے تو وہ یقینًا ان امراض سے محفوظ رہین گی - اور نیز اس اہم ضرورت توالد و تناسل مین بھی نقصان نہ واقع ہوگا - پھر سب سے بڑھکر درازی (بظر) مین صفائی مقام خاص کی بھی اچھی طرح نہین ہوسکتی کتب طبیہ مین یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ سوزاک مین عورتون کو بہ نسبت مرد کے کم تکلیف ہوتی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ بظر طول مین کم ہوتا ہے (اگر بظر) بڑا ہوا تو ضرور ہے کہ تکلیف بھی زاید ہوجاوے - علاوہ اسکے بسبب ورم کے حبس بول بھی ہونا ممکن اور پھر بسبب درازی (بظر) وہ کنیر،، (قثاطیر) کے داخل کرنے مین بھی دقت واقع ہوگی - حبس بول سے جو نقصانات ہین محتاج بیان نہین - اور یہی وجہ ہے کہ جن قومون مین مثل حبش وعرب

وغیرہ کے (لیطر) طویل ہوتا ہے ختنہ کی رسم جاری ہے اگرچہ اوسکے متعلق بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر ہمارے ناظرین شاید اتنے ہی بیان پر غور تو نکے ختنہ کرنیکی ضرورت سمجھ لیں۔

(سوال د) یہ بھی ارشاد ہو کہ یہ سنت اسلام کے صرف ایک فرقہ یعنے مذہب شیعہ ہے مین مانی گئی ہے۔یا فرقہ اہل تسنن بھی اسکا قایل ہے۔

(جواب) ختنہ نسا حضرات اہل سنت کے نزدیک بھی مکرمت ہے اور احادیث عدیدہ اونکے طرق سے اس باب مین وارد ہین یہان صرف ایک حدیث پر اکتفا کیجاتی ہے کنز العمال مین "مذکور ہے "الختان سنة للرجال ومكرمة للنساء حم عن والد ابی الملیح یعنے اخرجه احمد فی المسند عن والد ابی الملیح۔۔

رضاعت بچونکے دودھ پینے کی میعاد

انسان کی پرورش اور اوسکی حیات کے قایم رہنے کے لیے جن جن چیزونکی ضرورت ہے اونکے جسم مین داخل کرنے کے لیے حقتعالی نے جسم انسانیمین آلات مقرر فرمائے ہین ہر کام انجام دینے کے لیئے ایک عضو خاص ہے بعض فعل کے انجام دینے مین چند اعضا ملکر کام کرتے ہین۔ہم بیان اور اعضا کے ذکر کو ترک کر کے صرف فعل مضم کو ذکر کرتے ہین اور اوس کے بھی اوس جزو کو جو صرف دانتون سے متعلق ہے۔

انسان کے دہن مین جسقدر دانت ہین اونکو آپ غور کر کے دیکھین تو اونکی ساخت آپ مختلف پائے گا۔بعض چپٹی جنکے اوپر کے کنارے باریک ہین اونکی ساخت سے بخوبی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانت کسی شے کے کترنے کے لیئے ہین اور ہر شخص کو تجربہ ہوگا کہ اس قسم کا کام انھین دانتونسے لیا جاتا ہے۔یہ دانت سامنے ہی ہوتے ہین۔

اب دوسری قسم کے نوک دار۔جوان دانتون کے پہلو مین واقع ہین یہ دانت کسی شے کے چیرنے پھاڑنے کے لیئے ہین۔یہ دانت علاوہ انسانکے اون جانورون مین بھی پائے جاتے ہین کہ جو گوشت کھاتے ہین مثلاً شیر۔بھیڑیا۔کتا وغیرہ۔اس سے ثابت ہے کہ انسان کو بھی گوشت کھانے کی فطرتاً ضرورت ہے۔

اب تیسری قسم دانتونکی وہ ہے کہ جو ان دانتونسے مضبوط اور چپٹے ہوتے ہین یہ دانت پہلو مین واقع ہوتے ہین۔ان دانتون کی ساخت اور اوس مقام کو دیکھکر جہان یہ

نصیب ہین بخوبی سمجھ مین آسکتا ہے کہ یہ دانت چیزون کے توڑنے اور پیسنے کا کام دیتے ہین چونکہ پہلو مین واقع ہین اسلیئے سخت چیز پر انسان بخوبی ان دانتون سے زور لگا سکتا ہے۔ اور اون جانورون مین جو صرف گہاس کہاتے ہین اسقدر دانت نہین ہوتے جیساکہ گائے بکری۔ ہرن۔ وغیرہ مین دیکھا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ جس قسم کی ضرورت جسے ہے اوسکو ویسا ہی سامان قدرت کیطرف سے عطا ہوا ہے۔ اب ہم کہتے ہین کہ بچونکی پرورش مین ان امور کا لحاظ ضرور ہے اسلیئے کہ جبتک اونکے دانت نہین نکلتے تو ضرور وہ محتاج دودھ کے ہین۔ اتنے عرصہ تک دانت نہ نکلنے سے صاف ظاہر ہے کہ منشار قدرت کا یہ ہے کہ بچہ کو سیال غذا دیجاے۔ جسکے لیئے شیر مادر سے بہتر کوئی چیز نہین ہے۔ اس حالت مین چونکہ اونکے اعضا بید کمزور نظام عصبی انتہا درجہ کا نازک ہوتا ہے حتےٰ کہ ذراسی بات مین سخت تحریک ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ اکثر دیکہا گیا ہے کہ بسبب فساد ہضم کے دورہ ہونے لگا ہے۔ ایسی حالت مین ضرور لازم ہے کہ بچے کے دودھ سے پرورش کیجاوے۔ لیکن جسقدر کہ بچون مین اعضا کی ساخت مضبوط ہوتی جاوے اونکی غذا مین بھی تغیر ہونا چاہیئے چنانچہ جب اونکے دانت نکلنا شروع ہون تو ضرور علاوہ دودھ کے کسیقدر ثقیل غذا بھی دیجاوے۔ لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اول آگے کے دانت نکلتے ہین۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ غذا دینے کی ضرورت بچہ مین پیدا ہوگئی لیکن ابھی وہ غذا نہین دیجا سکتی کہ جسکو پہاڑنے توڑنے اور پیسنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم یہ کہین کہ غذای خارجی جسکی ضرورت بچون مین اب پیدا ہوگئی ہے۔ نہ دین تو لامحالہ یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ بچہ کمزور رہیگا اور ظاہر ہے کہ جب بچہ کمزور ہوتا ہے اور ز ابتدا مین اونکی پرورش اچھی نہین ہوتے تو اونکے اعضا کی ساخت پوری نہین ہوتی۔ اور وہ ہمیشہ کمزور رہتے ہین جنسے اولاد بھی کمزور اور مریض پیدا ہوتی ہے اور وہ خود بھی ہمیشہ ضعف ہضم۔ وضعف باہ۔ ودیگر عصبی امراض مین مبتلا رہتے ہین چنانچہ موافق تحقیقات جدید کے بچون کو سال بھر کے بعد دودھ پلانے کی ضرورت نہین اگر ضرورت ہو تو چودہ پندرہ مہینے بھی دےسکتے ہین اور شریعت نے سوا دو سال تک انتہا قرار دیا ہے زیادہ دودھ پلانے سے مرضعہ اور بچہ دونون کے لیئے مضرت ہے اسلیئے کہ بچہ مین جسقدر قوت آتی جاوے اوسکی جسمی ساخت مین تبدیلیان

واقع ہون غذا مین بھی تبدیلی ضرور ہے علاوہ اسکے پھر دودھ بھی اچھا نہین رہتا کہ جسکے باعث سے مختلف امراض کے پیدا ہونیکا احتمال ہے۔

عورت کے پستان ورحم سے ایک خاص علاقہ ہے اگرچہ ہمیشہ نہین لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب تک عورت دودھ پلاتی ہے حیض نہین آتا۔ پس عرصہ تک کسی عضو کا اپنے کار متعلقہ سے معطل رہنا اوسکی قوت بالکلی کا باعث ہے۔ چنانچہ اکثر فقرا اپنا ہاتھ کام نلیکر خشک کر دیتے ہین۔ پس اسیوجہ سے زیادہ عرصہ تک دودھ پلانے سے عورتین بکثرت امراض رحم مین مبتلا پائی جاتی ہین۔ اور ہمیشہ قابلہ کی پرستاری کرنا پڑتی ہے۔

یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے کہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے اوسکی طرف خون زیادہ رجوع کرتا ہے پس جب پستان سے زاید کام لیا جاتا ہے تو خون اوسکی طرف زیادہ رجوع کرتا ہے۔ اور وہان دودھ پیدا کرنے کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ جب زاید عرصہ تک دودھ پلایا گیا تو ضرور ہوا کہ خون سے اور اعضا کی پرورش مین کمی واقع ہو اسلئے کہ اسکا بہت کچھ حصہ دودھ بنانے مین صرف ہو جاتا ہے جس سے عام کمزوری اور ضعف نظام عصبی اور مرض اختناق الرحم۔ و دیگر امراض رحم وغیرہ کا احتمال ہے۔

علاوہ اسکے جسقدر عرصہ تک دودھ پلایا جاویگا اوتنے ہی عرصہ تک عورت کو حمل کی قابلیت نہ ہوگی۔ پس فعل رحم باطل ہو جانیکا بھی خوف ہے جس سے ممکن ہے کہ عورت آیندہ کے واسطے عقیمہ ہو جاوے۔ لہذا لازم ہوا کہ ایک میعاد رضاعت کی مقرر کیجاوے پس شریعت مین سوا دو برس تک میعاد لڑکے کیواسطے مقرر ہوی۔ اس سے زیادہ دودھ پلانیکی ممانعت ہے اور کم مین اختیار ہے جتنی مدت تک چاہے دودھ پلاوے۔

لیکن بنابر تحقیق جدید چودہ پندرہ ماہ کی میعاد بہت کم ہے۔ اس میعاد کے معین کرنے مین ضرور غلطی ہوی ہے۔ اس مدت کا بچہ۔ اور عام اطفال ہرگز اسکی قابلیت نہین رکھتے کہ وہ بالکل ٹوٹ پھوٹ کر غذا پر ڈالدیے جاوین۔ اور معدہ اونکا اوس غذا کا متحمل ہو کر ہضم مین فتور پیدا نہ کرے۔ کیونکہ بچہ جبکہ ایک عرصہ سے شیر مادر کا عادی ہو رہا ہے تو دفعتاً غذا پر ڈالنا اور تبدیلی غذا کرنا اوسکے واسطے غیر مناسب ہے تاوقتیکہ رفتہ رفتہ غذا کا وہ عادی نہ کیا جاوے۔ اور دو برس سے کم مین بچہ کے دانت بھی پورے نہین ہوتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی دودھ پلانے کی مدت اور ضرورت باقی ہے کیونکہ

سوا دو برس سے کم مین اکثر بچونکی کچلی و ڈاڑھین نکلتی پس غذا کا پورا انتظام ایسے بچے کے واسطے عام اقوام نہین کر سکتے۔ بسبب افلاس و ناداری کے۔ اور جبتک ڈاڑھ و کچلی نہ نکلے کوئی ثقیل غذا ہضم نہین ہو پس خواہ نخواہ قدرتی غذا یعنے شیر مادر سے اوسکی اتنی عمر تک پرورش کرائی جاسکتی ہے۔ اور جب دانت، کچلی، ڈاڑھ۔ نکل آوے پھر شیر کی۔ ہرگز ضرورت نہین۔ جبکہ ہم ادن جانورون کو بھی دیکھتے ہین جنکی پرورش دودھ سے ہوتی ہے جبلی طور پر یہ حیوانات اپنے بچون کو اوسوقت تک دودھ پلاتے ہین جب تک اونکے دانت نکل آتے ہین تو قدرتی یہ انتظام ہے کہ وہ جانور بچونکو مارتے اور پاس نہین آنے دیتے ہین۔ بہرحال شریعت نے زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت لڑکے کیواسطے سوا دو سال۔ اور لڑکی کے واسطے ڈوسال مقرر کئے ہین کمی مین اختیار ہے اور زیادتی کی ممانعت ہے۔ بسبب حدوث امراض اور خبیث ہونیکے۔

حسن میراث

مخالفین اسلام یہ بھی اعتراض کرتے ہین کہ۔ شارع اسلام نے میراث کا قاعدہ جاری کرکے بڑی بڑی ریاستون کو تباہ کرواکے غریب و محتاج بنادیا۔ اگر کل خاندان کا ایک شخص سرقبض و متوفی ہوتا اور کل خاندانکی پرورش کرتا رہتا تو ریاست ٹکڑے ٹکڑے اور پرزے پرزے ہو کر تباہ نہوتی اور کوئی خاندان کبھی محتاج نہوتا۔

(جواب) بدین عقل و دانش بباید گریست۔ سبحان اللہ کیا خیراندیشی ہے اور کیا عقل و شعور ہے جناب من ظاہر نظر مین تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے اگر ہمکو سر متبقی ملنے والی ہو تو چشم ما روشن دل ماشاد ہم آپکی تائید کرنے کو موجود ہین۔ لیکن دوسرے کو ملنا اور آپ کی ریاست و امارت بھی دوسرے کو اگر سپرد کیجاوے۔ تو پھر اوسوقت آپ خود کو اپنی رائے واپس کرنا ہوگی۔ اور بالفرض اگر آپ اپنی ریاست سے بات سے پیچھے ہاتھ دھو بیٹھین تو یہ فرض نادر ہے علاوہ آپکے کرورون نفوس ہرگز اسکو پسند نہین کرتے اب اپنی رائے کے معیوب و ناقص ہونے کو ملاحظہ فرمائے۔

(۱) ہر خاندان مین بعض طبایع کسی سے خوش ہوتے ہین اور بعض کسی سے آپ کسیکو سرقبض تجویز کرین دوسرا آپکی مخالفت کرے گا۔ پہلے تو اس قانون مین بھی مخالفت

شروع ہوئی - اگر یہ مخالفت شروع ہوجاوے تو پھر آپ خیال کرسکتے ہین کہ یہ مخالفت
کہان تک بڑھ سکتی ہے اور کسقدر جانی و مالی نقصانات متصور ہوسکتی ہین - اور اگر
کسیوجہ سے یہ جھگڑا سلجھ گیا - تو خواہ نخواہ چند طبایع ضرور قاعدہ کی پابندی سے مجبور ہوکر
بظاہر راضی ہونگے لیکن فی نفسہ کدو کاوش اونکی بڑھ جاوے گی جسکیوجہ سے بسبب
کمزوری یا تو خود ضرر اوٹھاوینگے - یا دست ورس ہونے پر اورونکو مضرت پہونچاوینگے
جسکی صدہا نظیرین موجود ہین -

بھلا یہ جائداد تو مشترکہ ہے ہر شخص حق جتلانے پر موجود ہے - اون جائدادون کو دیکھیے جنمین
کوئی شریک وحصہ دار نہین ہوتا اوسپر بھی کتنون کے دانت لگے ہوتے ہین اپنے عزیز و
اقارب اوسکے جانی دشمن اور جلے قزاق بنجاتے ہین باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو زہر دیتا ہے - جب
اس جائداد کی یہ حالت ہے تو جسمین اپنا حقہ ہے ہو اوس جائداد کے لیئے کیسے کیسے مفسدہ
برپا ہونگے ادھر اون شرکا کو کد وکاوش ہوگی کہ اس جائداد ہی کو نیست و نابود کردین -
اودھر سے قبض دق وپریشان ہوکر اوس جائداد کے مٹادینے پر آمادہ ہونگے نتیجہ مین تباہی
وبربادی ہوگی اور پھر اوس جائداد کے مٹنے سے سب ہی ایکدم سے مٹ جاوینگے
اور مشترکہ مین یہ تو نفع ہوتا ہے کہ چند تباہ ہوتے ہین بعض ایسے بھی ہلوے جو کچھ پڑ لیتین -
اسمقام پر آپ سلطنت ورواج گدیون زمیندارانہ قانون کو پیش کرینگے کہ ان ... جنمین
جائداد تقسیم نہین ہوتی اور پھر کوئی خرابی نہین ہوتی ہے یہ بھی آپکے سنے کی بات ہے
سلطنتون اور ریاستون مین وہ نزاعین برپا ہوتی ہین کہ قابل بیان نہین - صدہا
سلطنتین اور ریاستین انھین باہمی نزاعون سے تباہ ہوگئین - کتب تواریخ اوٹھاکر
ملاحظہ کیجیے - صدہا سلاطین و راجہ و تعلقہ دار کتے کی موت مارے گئے - یہ کتنے
بڑے جرم کا ارتکاب ہوا قتل عمد کا وقوع ہوکر یہ سب بداخلاق وگنہگار قرار پاوینگے -

(۲) متولی و منیجر ہماری جائداد کا اگر خائن ہوا تو کل گھر بار ہمارا چپکے چپکے کاٹ کر اپنا گھر
بھر لیگا اور ہم سب تباہ و برباد ہوجاوینگے - اسکی نظیرین بھی بیشمار ہین صدہا گھر کارندون
کی خیانت سے برباد ہوئے ہین -

(۳) ہماری جائداد کا منیجر اگر بدسلیقہ و بدشعور ہوا تو پھر اسطرح سے اوس کل جائداد کی
تباہی لگی - اور ایک کے ساتھ سب کی ناؤ ڈوبی -

(۴) خواہ نخواہ سب کو ایک شخص کا محکوم و دست نگر بننا ہوگا۔ اور بیکار بیگار ظلم و انظلام مین پھنسنا پڑے گا جو بقول شخصے۔ نہ الاالذی نہ او لاالذی ہے۔
(۵) ایسے روپیہ مین ترقی ناممکن ہے اور محدود ہے اوسی شخص کی ذات تک جو سرقبض اوس مال کا ہے اگر وہ شخص لائق و ہوشیار ہے تو ترقی کی امید ہے ساتھی ہاوس کے اگر ہمدردی اوسکے مزاج مین ہے۔ تو پھر آپ بھی اوس ترقی سے لطف اوٹھا سکتے ہین۔ اور اگر ہمدردی اوسکے مزاج مین نہین ہے اور وہ طمع و حریص ہے۔ تو پھر آپ کو کیا۔ آپ کو اپنی ٹکیا روٹی سے مطلب ہے ترقی اور تنزل سے کیا بحث۔ بلکہ تنزل مین بربستی آپ کو ساتھ دینا پڑے گا۔ روپیہ اور دولت آپ کے قبضہ مین نہین بندھا خوب مار کھاتا ہے آپ اوس دولتمند کا کیا بنا سکتے ہین۔
(۶) جبکہ ایک ہی شخص سبکی جائداد کا مالک و سرقبض ہوگا تو خواہ نخواہ پابند بنا ہوگا۔ اور جس آزادی کے نیچرل صاحب اور آریہ صاحب خواہان ہین پھر وہ کہان نصیب ہوسکتی ہے اس بنا پر تو آپ کی ساری آزادی دیکھ لی اب کبھی بھولے سے آزادی کا نام نہ لیجئے گا۔
(۷) اس صورتمین مسافرت و ہجرت و ترک وطن۔ سیر و سیاحت کچھ بھی آپ کو نصیب نہین ہوسکتی۔ بھلا آپ ولایت مین ہون تو کیا ممکن ہے کہ ولایت چھوڑ کر ہندوستان مین مقیم ہوسکین۔ اور پھر آپ کو اپنی اوس جائداد سے انتفاع بھی ہوسکے۔ اگرچہ ریل و جہاز ٹیلیگرام کیوجہ سے اب آسان ہے۔ پھر بھی کمال دشوار ہے۔ نہ آپ نگران رہ سکتے ہین نہ حساب فہمی و جانچ اپنی جائداد کی کر سکتے ہین۔ اگر سرقبض بھلا کار یا خائن ہے تو وقت پر آپ کو روپیہ بھی نہین پہونچے گا۔ اگر وہ کل جائداد تھوڑی ہے تب تو بالکل محال ہے۔ کہ آپ دوسرے مقام پر بیٹھ کر اوس سے انتفاع اوٹھا سکین۔ ہان دولتمندونکے لیئے البتہ یہ امر ہے کہ وہ دور و دراز مقام پر بے فکر مقیم ہون اور وطن سے اون کے بے غل و غش روپیہ پہونچتا ہے چھوٹی حیثیت والون کے لیئے تو ناممکن ہے۔ خصوصًا ریل و جہاز۔ ٹیلیگرام کا نام بھی نہ تھا اوسوقت تو بالکل ہی ناممکن تھا پس قیدیون کی طرحسے آپکو زندگی بسر کرنا پڑتی اور جب اپنے ڈب مین روپیہ ہوا تو بیچ کھونچ کر نقد لینے کا اختیار ہوگا جہان دل چاہا جا سکتے ہین۔ بقول شخصے اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ کسیکو کسے سے مطلب ہی نہ رہا۔

(۸) ایک مقام پر سبکی جائداد ہونے سے اتفاقی امور کا اگر سامنا ہوا۔ مثل چوری۔
آتش زدگی۔ سیلاب۔ وغیرہ کے تو کل جائداد تباہ ہونے کا اندیشہ ہے اور متفرق
ہونے مین کسی نہ کسی کا مال اگر بچ رہا تو وہ شخص اپنے غریب بھائیون سے صلہ رحم بھی کرسکتا ہے
اور ایک جای مین تو سبھی کے تباہ ہونے کا سامنا ہے۔ یہ مختصر فواید میراث کے لکھے گئے
اور بھی علاوہ اسکے ممکن ہین جو بخوف طول ہمنے نہین لکھے۔ اب ناظرین خود انصاف کرین
کہ قانون میراث بھی ہمارا کسقدر عدل و انصاف و حکمت سے بھرا ہوا ہے جسکا مثل و نظیر
دوسرے مذاہب مین آپ کو ملنا دشوار ہے بودھاین نے وید کے ایک منتر کی سند پر
صراحتاً بیان کیا ہے کہ عورات ناقابل انتظام ہین اونکو وراثت مین جائداد نہین ملنی چاہیے
(ملاحظہ ہو بودھاین باب (۱) فصل (۵) و (۱۱) فقرہ (۱) و (۴۱) و باب (۲) فصل (۲)
فقرہ (۴۴) و فصل (۳) فقرہ (۳۴) مشرکین عرب کے دستور کے موافق متوفی کی میراث
مین صرف ایک امر عظیم کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اوسکی جائداد اوسی کے خاندان
مین رہے۔ اسوجہ سے میراث صرف اقربائے ذکور مین محدود و محصور کردی گئی تھی اور
اونمین بھی اون لوگون کو دی جاتی تھی جو ہتھیار باندھ سکتے تھے۔ بیٹیان اور بی بیان اور
مائین اور نابالغ ذکور و اناث ضمناً یا صریحاً محجوب الارث کردی گئی تھی۔ بیٹیان اسوجہ سے
محجوب الارث تھین کہ اونکا پیدا ہونا عذاب الٰہی سمجھا جاتا تھا اور یہ وجہ بھی تھی کہ جب
شادی ہوگئی تو پھر اپنے خاندان سے اونکو کیا واسطہ رہا۔ زنان بیوہ اسوجہ سے محجوب الارث
کردی گئین تھی کہ وہ لونڈی سمجھی جاتی تھین اور اپنے شوہر و نکی جائداد کا ایک جز قرار
پاکر اونکے ورثہ کے حوالہ کردی جاتی تھین اور نابالغ اسوجہ سے محجوب الارث تھی
کہ وہ اس قابل نہ ہوتی تھی کہ اپنے قبیلہ کے حقوق و مواجب کا تحفظ بزور شمشیر کرسکین
لہذا اونکی جائداد اونکے معلمونکی سمجھی جاتی تھی۔
قبایل یہود مین جو اپنے علما کی شرع پر چلتے تھے میراث سب سے پہلے بیٹون اور اولاد
ذکور کو ملتی تھی اونکے بعد بیٹیون اور اونکی اولاد کو اونکے بعد باپ کو چوتھے درجہ
مین بھائیون اور اونکی اولاد کو سادس چھٹے درجہ مین دادا اور چچا اور پھوپھی وغیرہ کو
اور متوفی کی اولاد مین بیٹے بیٹیون پر فضیلت رکھتے تھے بلکہ بھائیون کی اولاد کے
بعد بیٹیونکا درجہ تھا۔ جب کوئی شخص اپنے مرنے کے بعد اپنے پوتے اور پوتیان

چھوڑ جاتا تھا جنکا باپ پیشتر ہی مرچکا ہوتا اوسکی جائداد اوسی طرح سے تقسیم ہوتی تھی کہ ہر ایک گروہ کو اوس شخص کا حصہ دیدیا جاتا تھا جسکے ذریعہ سے وہ متوفی کی توریث کا مستحق ہوتا تھا۔ دیگر اقربا کی نسبت بھی یہی قاعدہ جاری تھا۔ مان اپنی اولاد کا ترکہ کچھ نہ پاتی تھی اور جب حرامزادون کی ولدیت کا اقرار کرلیا جاتا تھا تو اونکے حقوق حلال زادون کے حقوق کے برابر ہو جاتے تھے ولدالحرام کا ترکہ پہلے باپ کو ملتا تھا اور جب باپ نہ ہوتا تھا تو حاکم وقت کو یا قومی سرمایہ مین دیدیا جاتا تھا مان کو کبھی ایک حبہ بھی نہ ملتا تھا۔ برادران خواہران اخیافی کوئی حق وراثت نہ رکھتے تھے۔

شارع اسلام نے زمانہ جاہلیت کے رسوم و قوانین مین اصلاح فرمائی شرع مین حقوق وراثت اون اشخاص کو دی گئی ہین جو آئین قدیم کے بموجب بالکل محجوب الارث تھے۔ اس شرع جدید سے ایک بہت بڑا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تہذیب وشائستگی مین عورتونکا پایہ بلند ہوگیا اور اونکے اخلاقی اور تمدنی حالت مین ترقی ہوئی اور بی بی اور مان اور بیٹیون اور بہنون کو حقوق وراثت حاصل ہوے۔ اور تقسیم ترکہ بنا بر نظام عدل کے کی گئی یعنی للذکر مثل حظ الانثیین یا مرد کا دوہرا حصہ عورت سے قرار پایا اسمین بھی بہت سے حسن ہین۔

(۱) مرد اپنے باپ ہی کی میراث پاوے گا اور عورت جس جا بیاہ کر جاویگی اپنے شوہر کے حصہ کی بھی مالک ہوگی۔ یعنے شوہر اوسکا جو اپنے باپ کی میراث پاوے گا وہ اُسیکے پاس رہے گی۔ اور مرد اپنی زوجہ کی جو وہ اپنے گھر سے میراث پاویگی مالک نہین ہوگا۔ اب دونون مساوی مالدار ہوگئے۔

(۲) عورت کا نفقہ اوسکے خاوند کے ذمہ مین ہے اب اسکو جو میراث ملے گی یہ اسکے واسطے کافی ہوگی اوسمین سے اسکو خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور مرد چونکہ پرورش عیال واطفال مین صرف کرے گا اسواسطے اوسکو زیادہ روپیہ کی ضرورت ہے لہذا اوسکو مان باپ کے یہانسے دوہرا حصہ ملنا چاہیے

(۳) عورت کو اپنے شوہر سے مہر بھی ملے گا اور باپ کے یہانکا ترکہ بھی۔ مرد کو فقط متروکہ ملے گا اس بنا پر بھی اسکو دوہرا حصہ کی ضرورت ہے۔

(۴) جو جتنی خدمت کرے وہ اوسیقدر اجرت کا مستحق ہوتا ہے باپ کے حقوق بیٹے پر بہت ہین بہ نسبت بیٹی کے۔ بعد باپ کے بیٹا ہے اوسکی نماز روزہ حج واجبی جو اوس سے فوت ہوا ہے بجالاویگا پس دوہرا حصہ اوس کی مزدوری ہے لڑکی کیون اس حصہ کی مالک ہوگی۔

اسی طرح شریعت نے زوجہ ذات الولد کو زمین مسکونہ مین حصہ نہین دلایا ہے اور اس مین مصلحت عقلی یہ ہے کہ اگر عورت اپنا دوسرا نکاح کرے گی اور اپنے دوسرے شوہر کو لے کر اوس مکان مین مقیم ہوگی تو پہلی اولاد رنجیدہ اور کبیدہ ہوگی شوہر ثانی کی اولاد سے اکثر نزاع وفساد برپا رہین گے۔ اس مرد کو بھی زیادہ شفقت ومہربانی کی کوئی وجہ نہ ہوگی عورت کو بھی اپنی نئی اولاد اور نئے شوہر کا زیادہ چاہ وپیار ہوگا جو موجب ظلم وانقلاب ہوگا ایک جار بلکہ ہر وقت کی کوفت ہوگی۔ اوسوقت اگر اولاد مان کو نکالدی یا دق وپریشان کرے تو بے اطاعتی ہوگی مان کی۔ اور اگر خود نکل گئی تو گویا بیٹی اوس حصہ پدری سے محروم ہوے۔ لہذا بقول شخصی انکھ اوٹ پہاڑ اوٹ جب وہ عورت اوس مکان ہی مین رہیگی تو پھر اوسکو اختیار ہے دوسرے مقام پر بیٹھ کر جو چاہے کرے اس بنا پر شریعت نے اس مفسدہ کی اصلاح کے واسطے زمین مسکونہ مین کوئی حصہ ہی نہین قرار دیا۔

(طبقات وارثون کے) جو شریعت نے قرار دئے ہین اونمین بھی کمال عدالت وانصاف کا برتاؤ برتا ہے قریب کے رشتہ دارون کو بعید کے قرابت دارون پر مقدم رکھا ہے ہر صورت مین پہلے طبقہ کے لوگ جب نہون اوسوقت دوسرے طبقہ کیطرف رجوع کی ہے صلہ رحم وعزیز داری کا جیسا پاس ولحاظ اسلام مین ہے کسی دوسری ملت مین ہرگز نہین دیکھو احکام میراث کتب فریقین مین کہ کیسے انصافانہ معین ہوے ہین۔

(حبوہ) پھر شریعت نے تقسیم ترکہ کیوقت بڑے پسر کے ساتھ ایک خاص رعایت کی ہے جسکا نام حبوہ ہے بعض چیزین مال پدر مین سے علاوہ حصہ کے اسکو دیجاتی ہین مثل اوس تلوار کے جو باپ کے ہاتھ مین رہتی ہو۔ یا وہ قران ورحل جسمین باپ اسکا تلاوت کیا کرتا ہو۔ یا وہ انگشتری جو ہر وقت اُسکے باپ کے ہاتھ مین

رہتی ہو۔ اور مستعمل کرے۔ اوسوقت حبوہ مین دی جاویگی جسوقت علاوہ اسکے اور بھی مال منقول ہو اور اگر یہی اشیا متروکہ مین چھوڑے گئے اور کل بضاعت یہی ہے تو اس خیال سے کہ اولاد بالکل محروم رہ جاوے گی (حبوہ) نہ دیا جاوے گا۔ اور اگر اس جزئی رقم کے دیدینے سے کوئی نقصان دیگر اطفال کا نہین ہے تو یہ خاص رعایت ہے اولاد اکبر کے ساتھ۔ اس غرض سے کہ وہ اپنے باپ کے روزہ نماز وغیرہ کو بھی بجالاوے گا۔ پس حبوہ گویا اجرت اس خدمت کی ہے۔

میراث بالولاء

اسلام نے بعد رشتہ دارون نسبی وسببی کے۔ اپنے لونڈی غلامون اور اپنے اون محسنون سے رشتہ داری قایم کی ہے جنھون نے اُسکی ضمانت کی ہو۔ پھر امام کی بھی ہدایت و رہنمائی خلق کا خیال کرکے اسکے واجبی حقوق سے بھی چشم پوشی نہین کی ہے اوسکو میراث بالولا کہتے ہین۔

(ولاء العتق) اگرچہ ہم متعلق غلامی کے جلد اول مین اس کتاب کے لکھ آئے ہین لیکن مختصر طور پر اس مقام پر پھر کچھ ذکر بنا ربط کے واسطے کچھ غیر مناسب نہوگا تاکہ اس حق ولا کا سبب پورا ذہن مین آسکے۔ غلامی کا دستور انسان کے وجود کا ہمعصر ہے یعنے ابتداے خلقت انسان سے یہ دستور چلا آتا ہے تواریخ سے اس دستور کے آثار اور علامات ہر زمانہ مین اور ہر قوم مین پائے جاتے ہین۔ منجملہ یہود اور یونانی اور رومی اور قدیم اہل جرمن انھین قومون کے آئین و قوانین اس زمانہ کے خیالات اور اس زمانہ کے رسوم و عادات پر زیادہ موثر ہوے ہین ان سب قومون مین دونون قسم کی غلامی مسلم و رائج تھی یعنے ایک وہ غلام جنسے کھیت جتواتے تھے اور ایک وہ غلام جنسے گھر کا کام لیتے تھے۔ عبرانیون مین یعنے بنی اسرائیل غلامون اور لونڈیون پر ہمیشہ بڑی بڑی صعوبتین گذرتی تھین۔ اونسے کھیت جتوائے جاتے تھے یا گھر کا کام لیا جاتا تھا اور بہت حقیر و ذلیل سمجھے جاتے تھے اور اونکے بیرحم اور ناخدا ترس مالک ہمیشہ اون سے مشقت شاقہ لیتے تھے۔ اخیر زمانہ مین جو قانون رومیون مین جاری ہوا اونے سزائے موت اور سنگین سزا دیکر

باختیار جو قوانین الواح دوزدگانہ نے مالکون کو بخشا تھا اونسے لے لیا۔ مگر جو مجموعہ قوانین بادشاہ جسطنین قیصر کے عہدمین تالیف ہوا تھا اوسمین غلامی کو ایک قانون منجملہ قوانین قدرت قرار دیدیا اور غلامون کی قیمت اون پیشون کے موافق مقرر کی جو پیشے کرانا اونسے منظور ہوتا تھا۔ قبل شرع اسلام مشرکین عرب کا دستور تھا کہ اسیران جنگ کو غلام بنا ڈالتے تھے یا قتل کر ڈالتے تھے۔ احکام قرآنی کے روسے اسیران جنگ کو قتل کرنا حرام ہوگیا اور یہ حکم ہوا کہ جب تک دیت یعنے خون بہا نہ دین اوسوقت تک غلامی کی حالت مین رہین۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے بردہ فروش کو خارج از انسانیت فرمایا ہے اور بندہ گری اور بردہ فروشی دونون امرونکی مزمت کی ہے اور عتق رقبات یعنے بردہ آزاد کرنے کو بڑا ثواب فرمایا ہے۔ اور مالکون کو ممانعت فرمائی ہے کہ منصفانہ اور مناسب مقدار سے زیادہ کام غلامونسے نلیا کرین اور اسیران جنگ کو جب لونڈی غلام بنا دین تو اون کو اسطرحسے کپڑا پہنائین اور کھانا کھلائین اور مکان مین رکھین کہ گویا وہ اونکے دست اور مہمان ہین مان بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر زوجہ سے اور عزیز عزیز سے جدا نہ کیا جاوے غلامونکی جان کی حفاظت کیجاوے سابق شاہان روم غلامون کو خواجہ سرا بناتے تھے۔ شارع اسلام نے انسان کے اعضا کو قطع یا پامال کرنا یا خواجہ سرا بنانے کی بھی قطعی ممانعت کردی ہے اور غلام کو مثل اپنے عزیز کے قرار دیا ہے۔ چنانچہ ولاء عتق کو مثل رشتۂ نسبی کے قرار دیا ہے۔ مالک اگر بقید خوشنودی الٰہی غلام کو آزاد کردے اور کوئی وارث نسبی نہو غلام آزاد کردہ کا تو میراث اوسکے آقا کو ملے گی اور آقا نہ ہو تو اوسکے ورثہ کو ملے گی سوائے اقربائے مادری معتق کے اور اس حق ولاء کا بیع وہبہ دوسرے کو صحیح نہین ہے اسواسطے کہ ولاء ایک رشتہ ہے مانند رشتۂ نسبت کے پس جسطرحسے نسب کی خرید وفروخت وہبہ نہین ہوتی ہے اوسیطرحسے ولاکی بھی نہین ہے۔

اور ولاء مین یہ بھی شرط ہے کہ مالک آزاد کرتے وقت غلام کی ضمانتونکا ذمہ دار نہ رہے۔ اگر یہ ذمہ داری اوٹھالیگا تو پھر وارث نہ رہے گا مگر غلام آزاد کردہ اپنے آقا کا وارث نہین ہوتا ہے بلکہ ایسی صورت مین کہ مالک لاوارث ہو کل جائداد

امام کا حق ہے۔ چونکہ مالک نے غلام کو قربتہ الی اللہ بدون کسی غرض ولالچ کے آزاد کیا ہے لہذا اسی حق واحسان کا عوض شریعت نے حق ولا قرار دیا ہے اور غلام نے چونکہ کوئی احسان وخدمت مالک کی نہین کی ہے نہ اسکا کوئی حق آقا پر ہے لہذا اُسکو میراث مالک کی بلاوجہ نہین دلائی گئی ہے ہان اگر غلام غیر آزاد کردہ ہو اور میت لاوارث ہو تو اوسکے مال سے یہ غلام آزاد کر دیا جاوے گا۔

(ولاء ضمان جریرہ) زمانہ سابق مین مسلمانونکے اطوار وتمدنی حالت مین یہ دستور تھا کہ جب کوئی مسافر کسی غیر شہر مین وارد ہوتا تھا تو اوسکو اپنے چال چلن کی ضمانت دینی پڑتی تھی قرون اوسطی مین یورپ کے شہرونمین یہ دستور جاری تھا اور اسمین کچھ شک نہین ہے کہ ایسا ہی کوئی دستور ممالک ایشیا مین بھی جاری تھا جس سے مسئلہ ولاء ضمان جریرہ پیدا ہوا ہے یعنے حق وراثت جو ضمانت پر مبنی ہو یہ دستور خلفاء بنی عباسیہ کے عہد مین بھی جاری رہا ہے جو مسافر ملک خراسان سے شہر بغداد مین وارد ہوتے تھے اونسے خلفاء مذکورین نیک چال چلن کی ضمانت ضرور لے لیتے تھے اور جو لوگ اونکی ضمانت کرتے تھے وہ حاکم وقت سے اوس جرم کے ذمہ دار اور جواب دہ رہتے تھے جو اونسے صادر ہوتا تھا اور معاوضہ مین اوس نقصان وضمانت کے مسافرون کے وارث قرار پاتے تھے اگر وہ لاوارث مر جاتے تھے یعنے وارث نسبتی اون کا اگر نہ ہو اور ولاے عتق بھی اوسکے نہ ہو لیکن شوہر یا زوجہ کا ہونا اس حق ضمان کو باطل نہین کرتا ہے بلکہ شوہر وزوجہ کے ساتھ ضامن جریرہ حصہ اعلی پاتا ہے مثلا اگر شوہر میت کا ہے تو نصف شوہر کو دیا جاوے گا اور نصف ضامن جریرہ کو اور میت کی وارث زوجہ ہے تو ربع زوجہ کو ملے گا باقی ضامن جریرہ کو مگر یہ شرط ہے کہ ایک دوسرے سے کہدے کہ تیرا خون میرا خون ہے اور تیرا قاتل میرا قاتل ہے اور تجھسے محاربہ مجھسے محاربہ ہے اور دوست تیرا میرا دوست ہے اور تو میرا وارث ہے مین تیرا وارث ہون اور دوسرا اسکو قبول کر لے پس اگر کوئی دیت ایک کے ذمہ ہو دوسرے سے اوس کا مواخذہ ہو سکتا ہے یہ باہمی اخوت ویکجہتی کے اسلام مین اعلے نظیر ہے۔

(ولاء الامام) اگر ضامن جریرہ اور ولاء عتق نہ ہو اور میت لاوارث ہو تو پھر

امام زمان مستحق وراثت ہے جناب امیر علیہ السلام ایسے مال کو فقرا و مساکین و اہل ہمسایہ
پر اوس میت کے تقسیم فرما دیتے تھے اور اگر امام غایب ہو مثل زمانہ موجودہ تو یہ مال
لاوارث مجتہد جامع الشرائط کی خدمت مین پہونچانا چاہیے جو کہ مجتہد غربا و مساکین تقسیم کر

موانع ارث

موانع شریعت مین تین ہین۔ (۱) کفر ہے۔ کفر و ارتداد رشتہ و قرابت کو قطع کر دیتا ہے جیسا کہ شوہر اگر مرتد ہو جاوے تو عورت اوس پر حرام ہو جاتی ہے اسی طرح سے عورت اگر مرتد ہو جاوے تو شوہر اوسکا فرائض زوجیت سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اسیطرح سے ہر رشتہ دار مذہب بدلنے سے غیر سمجھا جاتا ہے بیشک یہ دستور بہت مفید اور اکثر جہات سے کارآمد ہے۔ شریعت نے جب یہ بتا دیا ہے کہ مذہب بدلنے سے رشتہ قطع ہو جاتا ہے تو صلہ رحم خاندانی برتاو سب قطع ہو جاوینگے جسکا ایک فائدہ یہ ہے کہ شاید وہ شخص اس تادیب سے متاثر و منفعل ہو اور پھر اپنے گناہ سے توبہ کرے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر تغیر مذہب سبب انقطاع نہ ہوگا تو ہر خاندان مین خلط ملط ہو کر ایک مذہب والے اپنے اصلی مراسم مذہبی پر باقی نہ رہینگے بلکہ ایک مذہب بہت سے مراسم مذہبی سے مرکب ہو جاویگا جو سبب لامذہبی کا ہوگا پس جب رشتہ قرابت قطع ہوگئی تو مال مین بھی کوئی حق نہ رہا۔

(۲) مانع ارث قتل عمد قرار دیا گیا ہے اگر کوئی شخص سہواً و اتفاقاً کسیکو قتل کر ڈالے تو مانع ارث نہین ہے واقعی اگر غور سے دیکھا جاوے تو دنیا مین کفر اور قتل نفس سے بڑھکر کوئی گناہ نہین ہے اسکا جرم اور سزا یہی ہے کہ متروکہ سے محروم ہو خصوصاً قتل مین یہ خیال ہوتا ہے کہ باعث قتل ممکن ہے طمع مال و حصول ترکہ مقصود ہو اور اکثر قتل اعزا اور ماں باپ بھائی بہن کا اسی وجہہ سے وقوع مین آتا ہے لہذا شریعت نے اسکو سبب حرمان قرار دیا ہو متروکہ سے تاکہ تنبیہ ہو اور انسان سمجھے کہ اگر ہمنے کسیکو بہ طمع مال و میراث قتل بھی کیا تب بھی ہم میراث نہ پاوینگے پس خواہ مخواہ یہ خیال کر کے مرتکب جرم نہ ہوگا۔

(۳) رقیت مانع ارث ہے غلام اپنے لاوارث مالک کی میراث کا مستحق نہین ہے۔

(۴) بطور حرام اور ناجائز طریق کی ولادت اس سے بھی رشتہ داری نہین قایم ہوتی بطریق شرعی جو اولاد بہم پہونچے وہی اولاد ہے اسلام مین اولاد حلال والدین کی شرعی ہمبستری کے تابع ہے۔

اولاد حلال کیحالت

جس زوجہ کا نکاح بپابندی رسوم و احکام شرع ہوا ہو اوسکی نسبت ایسا خیال کرنا چاہیئے کہ اگر والدین بھی ولدیت سے انکار کرین اور دوسرے شخص کیطرف منسوب کر دین تو بھی جو اولاد انکے زمانہ نکاح مین پیدا ہوئی ہے وہ اولاد حلال ہے سمجھی جاویگی مگر یہ کہ انکا ولدیت بذریعہ لعان کیا جاوے (ملاحظہ ہو سائیر اصاحب کی کتاب) قانون انگلستان نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرلیا ہے (ملاحظہ ہو استوری صاحب کی کتاب علم فقہ صفحہ ۹۷) لیکن اولاد کے لئے یہ ضرور شرط ہے کہ مرد کی رسائی زوجہ تک ہوئی ہو اور اگر شوہر کی رسائی زوجہ تک ممکن نہ ہو تب البتہ وہ اولاد شوہر کی نہ سمجھی جاویگی۔ یا اقل مدت حمل یا اکثر مدت حمل کے بعد پیدا ہو تو وہ بھی مثل اولاد صحیح شوہر کی نہین ہے۔

مدت حمل

اقل مدت حمل چھ مہینہ ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ہے " وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا (سورہ احقاف ایت ۱۴) اور اوسکی مان کے پیٹ مین رہنے اور اوس سے جدا ہونے کا زمانہ تین مہینہ ہے۔ دو سال زمانہ شیرخواری اور چھ ماہ زمانہ حمل۔ اور اکثر مدت حمل دس ماہ ہے۔ بیلی صاحب اس مدت کی تائید مین فرماتے ہین کہ علمائے متقدمین اہلسنت نے اپنے طولانی میعاد مین حمل (یعنے سات سال تک کی) اون غیر معمولی حالات پر نظر کر کے قرار دی ہے جنکے مشاہدہ سے بعض اوقات یورپ کے بڑے بڑے حاذق ڈاکٹر عاجز و پریشان ہوگئے ہین۔ صوبہ الجیرس کے حضرات شافعیہ و مالکیہ کے قاضیون نے بھی مدت حمل دس ہی ماہ اختیار کئے ہین اور ڈی وہین صاحب نے بھی یہی مدت تجویز کی ہے۔ سائیر اصاحب کی تاریخ دولت عثمانیہ جلد ۳ صفحہ ۶۰ مین لکھا ہے کہ قدیم قوانین کے بموجب اکثر مدت حمل دس مہینہ ہے

اور مجموعہ قوانین نپولین کے موافق اقل مدت حمل (۱۸۰) روز اور اکثر مدت حمل (۳۰۰) دن ہین بس جو لڑکا مذکورہ مدت کے اندر اوس حال مین پیدا ہوا ہو جبکہ شوہر و زوجہ یکجا رہتے ہون تو اوسکی ولدیت تسلیم کرلیجاوے گی بشرطیکہ شوہر و زوجہ کی ہم بستری کسی بیماری یا نقصان جسمانی یا نارسائی کیوجہ سے ناممکن ہوگئی ہو اور شوہر لعان کرتا ہو۔

یہود کی شرع مین حق انکار ولدیت شوہر کو مطلقاً حاصل ہے۔

شریعت اسلام مین جو اولاد قبل مناکحت پیدا ہو وہ مناکحت کے بعد حلال زادی نہین ہوسکتی۔ اسکو قانون انگلستان و قانون ممالک متحدہ امریکہ اور سب ملکون کے قانونون نے تسلیم کرلیا ہے۔ بخلاف قانون اسکاٹلینڈ کے اور اون کے جنھون نے رومیون کے قانون کو اختیار کیا ہے مثل فرانسیس کے انکے نزدیک قبل نکاح کے اولاد نکاح کرلینے سے حلالی ہوجاتی ہے۔

شریعت اسلام نے اوس اولاد کو بھی حلالی نہین قرار دیا ہے جسکا حمل قبل نکاح ہوا ہو گو وہ بعد نکاح پیدا ہو لیکن قانون انگلستان نے ایسی اولاد کو حلالی مان لیا ہے ہماری شریعت بیشک ان سب قانون سے اعلیٰ قانون ہے اسلیئے کہ وہ جماع جسکا ثمرہ وہ لڑکا ہے جب حالت نکاح صالح مین ہوا ہو تب وہ ولد الحلال ہے۔ اسو اسطے کہ بدون نکاح صالح جماع اور ہم بستری بیشک زنا ہے جسکو ہر قانون تسلیم کریگا ایسے حال مین جو اولاد ہو جو نتیجہ اوس نطفہ اور جماع کا ہے بیشک وہ حرام ہی قرار پاوے گا پھر نکاح کرلینا کیا اثر ڈال سکتا ہے لڑکے کے حلالی ہونے پر پس ولد الحلال ہونیکا گمان زوجیت کے وقت ہوتا ہی بیشتر نہین ہوسکتا (نکاح مشکوک) سے جو اولاد بہم پہونچے وہ بھی شرع مین حلالی ہے۔ مثلاً کوئی شخص نیک نیتی سے نکاح کرے اور وہ نکاح ناجائز ثابت ہو یا کوئی شخص کسی عورت کو اپنی زوجہ سمجھ کر سہواً مگر نیک نیتی سے مباشرت کرے تو جو اولاد ایسے نکاح یا ایسی مباشرت سے پیدا ہوگی وہ بھی حلالی ہوگی گو نکاح فی نفسہ باطل و ناجائز ہو کیونکہ اصل نیت ہے (ملاحظہ ہو قانون نپولین صفحہ

بنتی اور ولدیت اور اقرار ولدیت

شریعت اسلام مین اوس معنی سے معتبر نہین ہے جو معنی ہنود سمجھتے ہین یاجس معنے سے رومیون مین اسکا رواج تھا جیسا فی زماننا ہنود مین ہے ویسا ہی زمانہ سابق مین رومیون مین تبنی مذہبی خیالات سے تعلق تام رکھتے تھے مردون کی نجات اخروی اور گھر کے دیوتاؤن کا بقا اوسپر موقوف سمجھا جاتا تھا مشرکین عرب مین بھی یہ دستور جاری تھا اور ایسی ہی اصل رکھتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ کاسن ڈی پرسول) مشرکین عرب مین اوسکو جو لاولد مرجاتا تھا الابتر۔ یعنے دم بریدہ کے مکروہ لقب سے یاد کرتے تھے اس سے بخوبی ثابت ہے تبنی کا رسم انکی نظر و نمین کیسی وقعت وعظمت رکھتا تھا۔ جناب رسول خدا نے زید بن حارث کو اپنا متبنی بناکر عرب کے بت پرستون کو پسر مجازی و پدر مجازی مین قرابت نسبی سے فرق بتایا اور اون مشرکین عرب کے قبائل سے وہ رسوم قبیحہ ترک کرادی جنکے وہ عادی تھے اور اونکو بلند و عمدہ خیالات قرابت خاندانی کی نسبت سیکھائے اور فرمایا "نہین پیدا کئے خدا نے دو دل کسی شخص کے سینہ مین اور نہین کیا خدا نے تمہاری اون بی بیونکو جنکو تمنے ظہار دیا ہے تمہاری مائین اور نہین کیا اللہ نے اون لڑکون کو جنکو تم اپنا بیٹا کہتے ہو تمہارے بیٹے یہ بات تم اپنے منھ سے کہتے ہو اور اللہ سچی بات کہتا ہے اور وہ سچی بات بتلاتا ہے۔ (قرآن مجید سورہ احزاب آیت ۴) اس بناپر عملی طور پر زینب زوجہ مطلقہ زید کے ساتھ عقد فرمایا تاکہ پسر مجازی و پسر حقیقی مین فرق معلوم ہو شرع مین صرف ایک قسم کی تبنی معتبر ہے جو اقرار سے پیدا ہو باپ کو ولدیت قایم کرنے کا حق ہے مان اور دیگر اقربا اس سے بالکل خارج ہین۔

ایسا اقرار صریحی ہوتا ہے یا ضمنی۔ یعنے اقرار ولدیت واضح الفاظ مین ہوسکتا ہے یا باپ کے کردار اور دائمی سلوک سے جو وہ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اوسکو اپنی اولاد جانتا ہے۔ مگر اقرار ولدیت شرعاً جائز اور موثر اوسوقت ہوتا ہے جبکہ تین شرطین پائی جاوین۔

(۱) مقر اور مقر لہ کی عمرین ایسی ہون کہ ایک باپ دوسرا اوسکی اولاد عقلاً ہوسکے۔
(۲) جس شخص کی ولدیت کا اقرار کیا ہے مجہول النسب ہو یعنے اوسکے باپ کا حال معلوم نہو۔ اگر اوسکی ولدیت یا نسب معلوم ہو تو مقر کی طرف اوسکو نسبت نہ دی جاوے گی۔

(۳) مقر لہ خود یقین رکھتا ہو کہ مین مقر کی اولاد مین ہون یا لااقل اس امر کو قبول کر لے (ملاحظہ ہو مور صاحب کی انڈین اپیلس جلد ۳ صفحہ ۳۵۴ - سدرلینڈ صاحب کا ایکلی رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۱۳۲) البتہ صغیر السن لڑکے کی رضامندی کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اس اقرار ابوت سے تمام نتائج شرعی ابوت حقیقی کے پیدا ہوتے ہین اور اوس لڑکے کو مقر کی میراث پانیکا حق حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی زن منکوحہ اقرار ولدیت کرے تو وہ شرعاً معتبر نہین کیونکہ اوسکا اقرار دوسرے شخص پر یعنے شوہر پر موثر ہوتا ہے الا اینکہ اوسکے اقرار کی تصدیق خود شوہر سے ہو جاوے۔ اس قاعدہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ جھوٹی اولاد بنا کر کسی کے سر نہ تھوپ دیجاوے۔ شوہر دار عورت اپنے اور دوسرے شخص کے درمیان بھی وہ قرابت پیدا کر سکتی ہے جو مان اور اوسکی اولاد مین ہوتی ہے بشرطیکہ تمام شرائط ضروریہ کی تکمیل ہو جاوے اور اوسکا شوہر اوسکے اقرار کی تصدیق کردے اگر باپ مرجاوے تو پھر نسب کا ثبوت دو عادلون کی گواہی سے ثابت ہوگا نہ فاسقوں کی شہادت سے اسلئے کہ بے ایمان ورثہ باہم سازش کر کے کوئی جعل یا فریب نہ کر سکین۔ اقرار قرابت اوسوقت معتبر ہو سکتا ہے جبکہ وہ شخص جو اقرار کرتا ہے معاہدہ اور اقرار کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ یعنے بالغ و رشید اور صحیح العقل و آزاد ہو۔

ذبح و قربانی

ذبح و قربانی کا حکم حکماء و عقلا و حکمت اخلاق کے نقادون کی تعلیم سے بھی ثابت ہے اور ملت ابراہیمی مین بھی موجود۔ بلکہ اصل بنا قربانی کی وہین سے ہے اور اوس نوع کی پہلی صنف (یعنے یہود) مین بھی موجود ہے حالانکہ اونکی شریعت کا مدار بھی عدل کے نظام پر تھا ہماری شرع کی طرح۔

دوسری صنف - مین یعنے عیسائیون مین بھی موجود ہے باوصفیکہ اکثر حکمونکا جو انجیل متداول مین ہین یہ مقتضا ہے کہ اونکا دستور العمل حب کا نظام ہے۔

تیسری صنف (یعنے اسلام) مین بھی حج وغیرہ مین کثرت قربانی ظاہر ہے پس یہ قطعی تعلیم ہوئی۔ اور کل ناموس کے اساسون (یعنے پیمبرون) اور ناطقون (یعنے امامون)

کا اور اخلاق کے حکیمونکا یہی دستور العمل ہوا لیکن ۔ خلاف کیا ہے اسکے بعض ہنود کے
ناموس ہے تے ۔ بعضے فرقہ اونمین سے کسیکو مارنا جائز نہین جانتے یہانتک کہ ننگے پانون چلتے
ہین کہ کوئی جانور جوتے کے تلے دب کے نہ مرجاوے اسلیئے کہ تلوے سے تلا زیادہ سخت
ہوتا ہے ۔ اور منہہ پر کپڑا رکھتے ہین کہ زور کی سانس سے کوئی بھنگا یا مچھر یا پسو نہ مرجاوے
دلیل اونکی یہ ہے کہ تمہاری ملت مین خدا اون سب کا خدا ہے اور یہ سب اوسکے بندے
ہین اور وہ عادل پھر یہ کیسا اندھیر کہ ایک بندہ تو بال بچون سمیت گوشت کے مچھون پر
ہاتھ صفا کرے اور کچھ بندے اپنے بال بچون مان باپ سے چھوٹین اور بے بس و بیکس
اوپر چھری تیز ہو اور وہ دنیا کی سب لذتون سے محروم کردی جاوین ۔ اور اگر آخرت مین
اونھین ثواب ملا تو اتنی زحمتون کے بعد اور کھانیوالون کو تو یون ہین ملا ۔ اوس سے زیادہ
پس معلوم ہوا کہ یہ خواہش کا حکم ہے نہ عقل کا حالانکہ مسلمان کہتے ہین کہ اونکی راہ سیدھی
راہ ہے اور اونمین خواہش اور غصہ کا لگاو نہین نری کھری عقل پر اوسکا مدار ہے اور
اسلام کی بنا عدل پر ہے نہ ظلم پر ۔ پس ہاے افسوس خدا نے انصاف نہ چکایا ۔ اور
اسی وجہ سے ہماری شریعت مین ذبح حرام ہے بلکہ گوشت کھانا کہ وہ در پردہ ذبح کرانا ہے
جو علے العموم گوشت بکتا ہے اونمین سے مول لینا بھی فی الجملہ اوسکے خون مین شریک ہونا ہی
(**جواب**) اسکا یہ ہے کہ یہ وہم کی باتین ہین اور اخلاق کی گردنسے ناواقفی تم نے
انصاف کا اور ظلم کا نام ہی سنا ہے یا کبھی اوسکی جانچ بھی کی ہے ۔ یہ ظلم عرفی ظلم ہے
اور عوام ظاہر مین اسے ظلم جانتے ہین ہماری ملت کا مدار حسن و قبح عقلی پر ہے ۔ پس
وہی انصاف انصاف ہے جو عقلی اصول پر ہو اور وہی ظلم ظلم ہے جسمین مفسدہ ہو ۔ عرفی
اسلیئے کہ عرف کی بنیاد اگر عقل پر ہے تو وہ عقل مین داخل ہوگی اور اگر عقل کے حریفونکی
بنا پر ہے خواہش ۔ وغصہ ۔ اور وہم ۔ وغیرہ کے تو اوسپر کون عاقل لحاظ کرے گا ۔
بہرطور یہ عقلی قدردانی عقل و عاقل کی ہے کہ معدن فیض و مربی حیوان ہے جیسا کہ حیوان
کی غذا اوس سے ادنا قسم نباتات کی ہوگئی ۔ تم اتنا افسوس دانہ گھاس پر کیون نہین
کرتے کہ حیوان اونھین فنا کردیتا اور غذا بنا لیتا ہے ۔ اور عقلی قدردانی اگر کسی احمق کو
ظلم معلوم ہو اور حفظ مراتب ناگوار ہو تو اسکا کیا علاج ہے اور اسے مقام سے ہم معلوم
ہوتی ہے جہاد واجب ہونیکی بشرط ظہور حجت خدا اون بداخلاقون اور بے ایمانون پر

کہ جو عقل کی راہ سے بہائم اور درندون کے مثل یا اونسے بدتر ہون پس ذبح و قربانی کرنا اون حیوانات کا جنکا دنیا مین کوئی مصرف بجز اسکے نہ ہو اور اگر ہو بھی تو بعد ذبح و نحر خلاف عقل و انصاف ہرگز نہ ہوگا۔ ویدونمین بھی گوشت کھانے اور شکار کرنے کا حکم ہے

(۱) دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۳۵۹ سطر ۱۲ میں لکھتے ہین وہ کہ جو جانور یا آدمی ایذا رسان ہو اوسکو سزا دیوین اور جان سے بھی مار ڈالین، گوشت اوسکا خواہ پھینکدین۔ خواہ کتے وغیرہ گوشت خورون کو کھلا دین۔ یا جلا دیوین خواہ کوئی گوشت خور کھاوے تو بھی دنیے کا کچھ نقصان نہین ہوتا (دیکھو ستیارتھ صفحہ ۵۰ سطر ۱۵)۔

(۲) کھانے کے لائق جانورون کو کھانے سے کھانے والے کو دوش نہین ہوتا کیونکہ کھانے کے لائق جانور کو اور کھانیوالے جاندار کو برہماجی نے ہی پیدا کیا ہے (منو ۵/۳۰)

(۳) مول لیے ہوے یا دوسرے کے لاے ہوے مانس (گوشت) کو دیوتا اور پتر ونکو بھوگ لگا کر کھانے سے پاپ نہین ہوتا (منو ۵/۳۲)

(۴) شاستر کے بدہ سے جو مانس شدہ (گوشت پاک) ہے اوسکو جو آدمی نہیں کھاتا وہ پرلوک (دوسرے دنیا) مین ۲۱ جنم تک پش (جانور) ہوتا ہے (منو ۵/۳۵)

(۵) مانس (گوشت) اور شراب ان دونون کے کھانے مین کچھ دوش (گناہ) نہین اور جماع مین دوش (گناہ) نہین ہے کیونکہ یہ تو جیوون کا سبھاؤ ہے لیکن انکا ترک کرنا بڑا اچھل ہے (منو ۵/۵۶)

(۶) منو سمرتی ادھیاے ۳ منتر ۲۶۸ لغایت ۲۷۲ مین اون جانورون کے نام تک بتاے گئے ہین جنکی قربانی سے پتر راضی ہوتے ہین۔ جنمین سور تک داخل ہے۔

(رگوید مین ایک بڑا لمبا چوڑا قصہ ہے جسمین لکھا ہے کہ دشمنیت تھا اور سو امیرا د وزیرگون مین قربانی اور یگ کرنے پر بڑا فساد ہوا۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ صفحہ ۸۱-۷۹ و ۸۰)

(۸) بھینسون کی قربانی اور انسانی قربانی کا بھی پتہ موجود ہے (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برطانیکا جلد ۱۲)۔

اہل ہنود مین سکہ۔ کایستہ۔ دام مارگی۔ چولی مارگی۔ بیج مارگی ویدون کے ماننے والے اور خود آریونمین مانس پارٹی موجود ہے جھٹکا کرنے والے اور بھینس کے بچہ کو سیتلا اسنان پر بٹھا کر گردن مارنے والی قومین بھی بہت ہین۔ علاوہ اون صریحی شہادتون کے جو کتب مذہبی

اہل ہنود مین ہین ؎ منوسمرتی ۱۰ مین لکھا ہے کہ ؎ برہما جی نے سب سے پہلے جس جاندار کو جس
کام کے لیے پیدا کر دیا آیندہ اوسکی نسل اوسی کام کے ساتھ مخصوص ہو گئی مثلاً شیر کا بچہ ہمیشہ
شیر کی خاصیت مین اور بکری کا بچہ ہمیشہ بکری کی خاصیت مین پیدا ہوتا ہے ۱۱ جس سے
صاف ظاہر ہے کہ خدا نے جسکو جیسا بنایا اوسکو اوسکی ضرورت کے موافق ویسے ہی اعضا
عطا کئے مثلاً حیوانون کو عقل نہین دی تو اونکی حفاظت کے واسطے قدرتی طور پر سامان یہ
مہیا کیا کہ کسی حیوان کو اپنے دشمن سے بچاؤ کے واسطے سینگ دیئے کسی کو اوڑنے کیلیے
پر دیے۔ اسی طرح سے اوس قادر مطلق نے حیوانات کو ادراک بہت دیا مگر آدمیون کو
عقل دینے کے وجہ سے ادراک بہت کم دیا۔

پس ہر حیوان کو اوسکی ضرورت کے موافق اعضا اور خواص عطا کئے ہین جیسا کہ گائے
اور بیل کو گھاس خوار پیدا کیا تو اوسکا معدہ کثیر غذا مجتمع رہنے کے لیے نسبتاً بہت بڑا
بنا کر چار حصون مین تقسیم کر دیا اور بعض گوشت خوار مخلوق کو کدو کی تونبی کے مشابہ معدہ بنا کر
صرف دو حصون پر تقسیم کیا پس اگر شیر کو کوئی جبراً آٹا دال روٹی گھاس کھلادے۔ چونکہ وہ
اوسکے ہضم کے آلات نہین رکھتا ہے تو یا پس وہ دنہین بوجہ سڑ جانے اوس غذا کے
بیمار ہو کر مر جاوے گا بخلاف اسکے اگر گائے بیل کو کسی شئے مین گوشت ملا کر کھلایا جاوے
تو وہ ہضم کر لین گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ شیر تو سوائے گوشت کے کچھ نہین کھا سکتا مگر
گائے بیل جو کہ دراصل نباتات خوار ہین گوشت کو بھی ہضم کر لیتے ہین۔

اسوقت تک یہ معلوم ہوا کہ قدرت نے دو قسم کی مخلوق بنائی ہے ایک صرف گھانس
کھانے والی دوسری فقط گوشت کھانے والی تیسرے کی ضرورت اور ہے جو دونون کو
کھا سکے شیر کے معدہ مین ذخیرہ جمع رہنے کو اوسکا معدہ تونبی سے مشابہ بنایا اور بیل کے پیٹ
مین گھانس کا ذخیرہ جمع رہنے کو اوسکا معدہ گول بنایا اور دال و گوشت کے ہضم کرنے
والی مخلوق کا معدہ لانبے کدو سے مشابہ بنایا اب انسانی معدہ کو دیکھنا چاہیے کہ کس
مخلوق سے مشابہت رکھتا ہے علم تشریح نے صاف بتا دیا کہ آدمی کا معدہ گوشت خوار جانورون
سے مشابہ ہے بلکہ قریب قریب یکسان ہے اور طریقہ ہضم بھی یکسان ہے چونکہ آدمی کو اشرف
المخلوقات بنایا اور عقل بھی عطا کی جس سے اپنے ضرر و نقصان کا بخوبی امتیاز کر سکتا ہے
لہذا اوسکو دونون حقوق عطا کئے اور دونون چیزین اوسکی غذا قرار دین۔

دوسری علامت گوشت خواری کی یہ ہے کہ ہم بحث رضاعت مین بیان کر آئے ہین کہ جس حیوان کو جس قسم کے تغذیہ کی ضرورت ہے اوسکو ویسے ہی دانت خدا نے عطا کئے ہین انسانکو کترنے اور پھاڑنے اور چبانے تینون امرون کی ضرورت تھی لہذا اوسکو تینون قسم کے دانت عطا ہوئے اور وہ دانت بھی اوسکو دئے گئے جس سے یہ گوشت کو کھا سکتا ہے جیسے درندہ اور شکاری جانور ورنہ کچلیونکا کوئی مصرف ہے باقی نہ رہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ انسانکو فطرتاً گوشت کھانے کی ضرورت ہے۔

دوسری دلیل گوشت خواری کی۔ اوس قادر مطلق نے بہت سی مخلوق گوشت خوار بنائی ہے منجملہ اونکے ایک مچھلی ہے کہ وہ عموماً کیڑا کھاتی ہے اور بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے خدا نے اوسکو اسلیئے پیدا کیا تاکہ پانی مین جسقدر کیڑہ وغیرہ پیدا ہون اوسکو کھا کر پانیکو صاف کرے حالانکہ اس کیڑہ کو بھی اوس قادر مطلق نے پیدا کیا۔

پھر سمجھ مین نہین آتا کہ خدا نے کیڑے کو کیون پیدا کیا اور اوسپر مچھلی کو کیون تعینات کیا آریہ صاحبان فرماتے ہین کہ مچھلی کو خدا نے پانی صاف کرنے کو بنایا تھا آدمی اوسکو کھا جاتے ہین۔

مین کہتا ہون کہ آپ ایک تالاب مین مچھلیان پالئے اور خوب اونکو پرورش کیجیے چونکہ پیدائش مچھلی کی کثرت سے ہوتی ہے تو چند سال مین وہ تالاب مچھلیون سے پر ہو جاوے گا اور پانی بجائے صاف ہونے کے اونھین کی بدبو سے خراب ہو جاویگا پھر اگر بارش نہوئی تو مچھلیان مرکر سڑین گی اور اونسے بیماری پیدا ہوگی اس لیے اوس قادر مطلق نے ہمکو ذریعہ گوشت خوری کا شیر و باز و مچھلی سے تعلیم کیا۔

کیا وہ قادر مطلق پانی کو ایسا صاف نہین بنا سکتا تھا کہ جسمین کیڑا وغیرہ نہ ہو جو اتنی بیرحمی کو پسند کیا کہ خود ہی پانی مین کیڑا پیدا کیا اور پھر اوسپر مچھلی کو تعنیات کیا کہ اوسکو کھا جاوے آخر اس دقت سے کیا فائدہ تھا۔ پس خدا کے ماننے والون سے یہ سوال ہے کہ اونسے شیر کو بیل کا بھائی کیون نہ بنایا جو کہ جانورون کو ہی نہین آدمیونکو بھی چٹ کرتا ہے پس اگر خدا نے غلطی نہین کی تو ضرور گوشت خواری مطابق قانون قدرت کے ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گوشت کھانے سے عقل مین فتور آتا ہے۔

مین کہتا ہون کہ آجکل کل اہل یورپ کاستارہ اقبال کیا عروج پر ہے اس زمانہ مین اونکی عقلمندیکا سکہ تمام اقلیمو پر جما ہوا ہے اور تمام سلطنتون کے ممبران پارلیمنٹ گوشت خوار ہین۔ انہین کو نسا ممبر پاگل ہے بلکہ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جو قومین گوشت خوار نہین ہین وہ اکثر بیوقوف وفاترالعقل ہوتی ہین اس طبی قاعدہ سے کہ عقل اور روحانیت خون سے متعلق ہے اور جسم کی ترکیب اور پرورش خون اور روح سے ہوتی ہے بعض حکماء کا خیال ہے کہ روح وہی بخارات صالح خون کی ہین پس جس چیز کی پرورش روح کرے اور روحانی حصہ جسمین زیادہ شریک ہو اوسکا استعمال ضرور معین ہوگا روحانیت اور تعقل کا دیکھو دموی مزاج کے آدمی مین ذہانت وزکاوت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت بلغمی وغیرہ کے اور تجربہ ہمارا اسپر شاہد ہے بلکہ جو قومین گوشت خوار نہین ہین اونمین امراض فساد خون کے اکثر ہوتے ہین پیر بھتون اور میلون مین کوڑھیون کے گروہ کے گروہ ملتے ہین۔ بخلاف ہندوستانکے اور قومون مین یہ مرض دسوین حصہ پر بھی نہین ہے اور ہوگا بھی تو اکثر اونھین مفلس ونادار لوگونمین جنکی اکثر غذا دال بھات ہے یا کسی اور خاص سبب سے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گوشت خوار مخلوق فطرتاً زبان سے چاٹ کر پانی پیتی ہے اور انسان اسطرحسے پانی نہین پیتا جو صاف دلیل ہے کہ انسان فطرتاً گوشت خوار نہین ہے۔

یہ بھی خوب قیاس ہے کوئی صاحب اگر یہ کہین کہ گوشت خوار جانور کی دم ہوتی ہے اور انسان بے دم کا ہے لہذا گوشت خوار فطرتاً نہین ہے تو اسکا جواب ہی کیا ہوسکتا ہے مگر یہ دیکھو کہ جو جانور گھانس خوار ہین وہ پانی مین منھ ڈالکر پیتے ہین آدمی اگر محض گھانس خوار ہوتا تو یہ بھی چارون ہاتھ پیر ٹیک کر منھ ڈالکر پانی پیتا حالانکہ یہ کانچ اور بلور کے صاف وشفاف گلاسون مین برف کا جھلا ہوا پانی کس احتیاط وانسانیت سے ہاتھ مین لیکر اور ظرف کو منھ سے لگاکر پانی پیتا ہے اور اگر ظرف ممکن نہ ہو تو چلو سے پانی پیتا ہے پھر گھانس خوار جانور سے بھی تو اوسکو مشابہت نہین ہے اسسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین دونون قابلیتین فطرتاً ہین گوشت بھی کھا سکتا ہے اور نباتات بھی۔

مسلمانون پر یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ گاؤکشی سے سخت نقصانات اوٹھانا

ہوتے ہین دودھ گھی دہی سے محروم ہونا فقط گاے افزائش نسل سے گاؤ کے ایک غریب آدمی بھی امیر کبیر بن سکتا ہے گاؤکشی کرکے اس سلسلہ ترقی کو روکتا ہے جو کہ ہمین شکایت ہے زمانہ سابق مین ایک ایک کے یہان سیکڑون گائین تھین جسکی وجہ سے ہر شخص خوشحال و فارغ البال رہتا تھا۔

جواب اسکا یہ ہے کہ فرض کرو اسوقت ہندوستان مین ایک کرور گائے ہے دس سال تک ہم آریون کے ساتھ ملکر اگر پرورش کرین تو یقین ہے دس سال مین چوگنی ہوجاوین گی اوسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسوقت اگر کسی سال خشک سالی ہوتی ہے تو ایک کرور ہی کو چارہ نہین ملتا پچھلی قحط سالی مین مویشی کی کیسی قابل رحم حالت تھی کوئی آدمی کو بھی نہ پوچھتا تھا کسی دھرماتما ہندو نے اون بیزبانون سے ہمدردی نہ کی اور کسی نے بھی انھین خوراک نہ کھلائی بلکہ اونکو مطلق العنان کردیا بھوکون ہزارون مویشی مرگئے پھر فرمائیے جب اسقدر کثرت ہوجاوے گی اور آدمیون تک کی غذا کھاکر سیری نہ ہوگی تو لامحالا ہمارے آریہ بھائی یا تو مسلمانون کی خوشامد کرین گے یا چین وجاپان سے کوئی وید کا حصہ مگانا پڑے گا اسی مصلحت سے قدرت نے ان کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ اسکے ذریعہ سے ہمکو بہت سے فائدہ ہوتے ہین لیکن وہ فوائد وہین تک مفید ہین کہ جب تک ہم پر مصیبت نہ پڑے پس جب یہ مخلوق کثرت سے بڑھے گی تو بجاے فائدہ کے وبال جان ہوجاوے گی اور چونکہ یہ مخلوق ہماری غذا کی شریک ہے پس اسلیئے اسکی تعداد اسقدر نہ بڑھے کہ چارہ کے بعد ہماری غذا بھی چھین لے جسکا یہ نتیجہ ہو کہ آدمی بھی بھوکون مرین کیونکہ ایک گاے جسقدر کھاوے گی اوسمین لااقل دس آدمی کھاسکتے ہین چونکہ آدمی کی جان بچانا فرض ہے اسلیئے حیوانات کو ذبح کرکے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے

اسمقام پر معترض صاحب یہ ضرور کہین گے کہ اولاد و عزیز واقارب بھی اپنی غذا مین شریک ہوتے اور حصہ لیتے ہین پس چاہیے کہ انسان اپنے بچون کو بھی بھون بھونکر نوش جان کرے تاکہ اپنی غذا کے شریک پیدا نہ ہونے پاوین۔

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کہان انسان کہان حیوان خدا نے اشرف المخلوقات ہونے کی جہت سے حیوان پر انسان کو بزرگی دی ہے

ہر امرمین پس حیوان کا انسان کی غذا مین شریک ہونا جسکی وجہ سے انسان کی جان پر آ بنے عقلاً ہرگز روا نہین اور انسان انسان سے از روے جوہر انسانیت ہر امر مین مساوات رکھتا ہے اور ہر امر مین انسان انسان کا شریک و حصہ دار ہے پس ہرگز عقل اسکی مقتضی نہین ہے کہ ایک حق دار کو محروم کیا جاوے۔ دوسرے حقدار کیوجہ سے اسصورت مین چونکہ حصے ضرور دونون کے برابر اور حق دونونکے مساوی ہین پس کوئی کسی کے واسطے عقلاً نہ ذبح کیا جاویگا۔

ہان یہ کہنا آپ کا کہ زمانہ سابق مین ایک ایک شخص کے یہان سیکڑون گاے بیل ہوتے تھے اور قحط سالیان بھی ہوتی تہین پر کوئی خرابی بھی نہوتی تھی یہ صحیح ہے لیکن غور تو کیجیے کہ اسوقت آبادی کتنی تھی اور جنگل و چراگاہین اسوقت کسقدر وسیع تھین اور اب آبادی کسقدر زاید ہے اور جنگل و چراگاہین کتنی کم ہین اگر زراعت کم کرکے چراگاہین بڑہائی جاوین تو آبادی کو کتنا نقصان ہوگا اور اگر زراعت و آبادی کا لحاظ ہو تو پہر مویشی کی نسل کی ویسی ترقی ناممکن ہے۔

اس مین کوئی شک نہین ہے کہ خداوند کریم نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمکو ایسی مخلوق عطا کی ہے جسکے دودہ مین فائدہ بچونسے فائدہ گوشت سے فائدہ ہڈیسے فائدہ اس کے چمڑے سے فائدہ سینگونسے اس کے فائدہ یہانتک کہ اسکے گوبر سے فائدہ لیکن یہ سب فوائد اسیوقت تھے جبکہ انسان کے وبال جان نہون اور جنکے فائدہ رسانی کے واسطے یہ مفید شیے خلق ہوئی ہے وہ دنیا مین راحت سے بسر کرے اور جب فائدہ اٹھانے والا ہی نہوگا تو یہ مفید شیے کس مصرف مین آویگی اور کسکو فائدہ دیگی اور جبتک ہم فائدہ اٹھا سکتے ہین اسوقت تک اس مفید شیے کو ضایع بھی نہین کرتے دیکہو مسلمانونمین دو قسم کی گائین ذبح ہوتی ہین۔ ایک وہ جو قدرتی بانجھ ہون دوسرے بڑھیا جو نہ قابل بچہ دینیکے رہی نہ دودہ دینے کے اور ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ دودہ اور بچہ دینے والی گاے ذبح کیجاے کیونکہ ایسے گاے کے ذبح کرنے مین سراسر نقصان ہوتا ہے اور نصف قیمت سے زیادہ وصول نہین ہوسکتی۔

اب ہم تھوڑی دیر کے واسطے گہانس پارٹی کے حضرات کی طرف متوجہ ہوتے ہین پہلے تو یہ پوچھتے ہین کہ آپ حضرات ہمکو تو بے رحم بتاتے ہین انصاف

فرمائیے کہ آپ کسقدر ظلم کرتے ہین اسکے بچہ کا دودہ چھین لیتے ہین اور دودہ کے عوض کھلی کا پانی اور بھوسہ دیتے ہین جس سے عموماً بچہ کمزور ہوجاتا ہے اور اکثر مر بھی جاتا ہے پس قاعدہ عقل نے بتایا ہے کہ اپنے شکم پروری کے لیے بچہ کا دودہ چھین لین کس مثال سے قدرت نے آپ کو پرایا دودہ چھین لینا سکھایا اپنے بچونکے واسطے تو ایک مانکا دودہ کافی نہین سمجھا جاتا بلکہ دایہ اور انا رکھکر اُسکی پرورش کیجاتی ہے اور غریب گوماں کے بچے بھوکے مارڈالے جاتے ہین اگر اپنا پیٹ پالنے کے واسطے دودہ چھین لینا جائز ہے تو ہر آدمیونکا مال بھی چھین چھین کر گھر مین رکھیے اور انکو دال ساگ اسکے عوض مین کھلائیے بھلا یہ تو فرمائیے کہ دودہ قدرت کیطرف سے اگر آپ کے لیے پیدا کیا جاتا تو لازم تھا کہ گائین بغیر بچہ دے دودہ دیا کرتین اور چونکہ ایسا نہین ہوتا پس صاف ظاہر ہے کہ یہ دودہ خاص انکے بچونکا حق ہے اور آپ کا اسمین مطلق حق نہین ہے پس پرائے حصے کو چھین کر کہا جانا چورڈاکو اور بدمعاشونکا کام ہے اگر کل دودہ انکے بچے پیتے تو کیسے توانا ہوتے جنکے ذریعے سے زراعت کا کام خوب چلتا آپ تو جانس پیات کہا کر بھی بسر کرسکتے ہین دودہ دہی گھی مکھن نہ کہائیے تو کیا نقصان ہوگا۔ پھر ہم پوچھتے ہین کہ ذبح وغیرہ مین ظلم منحصر کیون ہے۔ کیا یہ ظلم نہین ہے کہ گاے بیل گھوڑا گدھا بھینس وغیرہ سے کیسی کیسی محنت و مشقت لیجاتی ہے دن بھر ہل جوتتے جوتتے جان پر بنتی ہے چرسا کھینچتے کھینچتے دم جاتا ہے۔ ہزارون من کا بوجھ چھکڑونپر لاد کر لیجاتے ہین۔ اینٹ پتھر کنکر ڈہوتے ڈہوتے دم نکلتا ہے سواری مین کام دیتے ہین۔ یہ ظلم آپ حضرات تھوڑا سمجھتے ہین عقل کے نزدیک تو اس زندگی سے قصاب کا ظلم ہزار درجہ بہتر ہے کہ دفعتاً تھوڑی سے تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کیواسطے راحت مین ہوجاتے ہین پس بمقابل ان تکالیف کے ذبح کرنا ہرگز ظلم نہین ہے اور عین انصاف ہے۔

گوشت خوری کے مضر تو نہین امریکہ مین ایک کتاب بنام زندہ مندر (مصنفہ ڈاکٹر کیلاگ صاحب)، جو شیگن کے مشہور و معروف ڈاکٹر ہین اور طبی سپرنٹنڈنٹ ہین) مین لکھتے ہین جسکا ملخص یہ ہے کہ وہی چیزین کہانے مین اچھی ہونگی جنکو قادر مطلق نے انسان کے استعمال کے لیے مخصوص کیا ہو۔

پس کہانے پینے مین اس قدرتی نظام سے گریز کرنا ہمارے لایق ڈاکٹر صاحب کی نظر مین کسی نہ کسی طرح کی خودکشی ہے اور ہمارے پیدا کرنے والے نے جو میوہ جات اور دیگر ارضی پیداوار کے لیے ہمکو اپنے جسم کے لیے منظور کرتا ہے اور جو راہین ہمارے لیے قایم کردی ہین اونسے گریز کرنے پر بھی یہی حالت صادق آتی ہے یہ موسی کی کتاب پیدایش باب اول آیت ۲۹ مین خدا فرماتا ہے ،، دیکھو مین ہر ایک بیجدار نباتات جو تمہارے روے زمین پر ہے اور ہر ایک درخت کو جو بیجدار پھل ہے دیتا ہون وے تمھین کہانے کے واسطے ہوگا ،، سائنس نے اس امر کو ثابت کردیا ہے کہ انسان کی اصل غذا یہ ہے۔ اشیا مین بقول بعض مشہور سائنس دان کے یہ غذائین واضح طور پر انسان کی بناوٹ کے موزون ہین انسان کے ہاتھ پیر معدہ انتڑیان غرض تمامی جسم اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اوسکی غذا زمین سے پیدا ہونے والی اعلے اشیا کی ہونا چاہیے اور میوہ جات ترکاریان و دیگر خشک میوہ جات ہون۔

پولوس رسول اپنے ایک خط مین لکھتے ہین ،، پس تم کہاتے یا پیتے یا جو کچھ کرتے ہو سب خدا کے لیے کرو ،، پس ظاہر ہے خدا کے جلال کے لیے کہانا پینا اگر ممکن ہے تو صرف اس طریقہ سے کہ وہی چیزین کہائی جاوین جو خدا کے لیے پیدا کی ہین اور جو پیدایش کے وقت خدا نے خاصکر انسان کے پرورش کے لیے مخصوص کر کے اسکو عطا کی ہین

مناسب غذا۔

اسمین شبہ نہین ہے کہ جو امراض پیدا کرے کمزوری لاوے اور زندگی کو تباہ کرے احساسات کو پلٹے قوتین کمزور کردے بداخلاقی پیدا کردے یا کسی اور طرح خدائی شبیہ کی حسن و شان مین فرق لاوے یا اس زندہ جاوید مندر کو بدنما کردے۔ نہ وہ غذا مناسب کہی جاسکتی ہے جسکے لیے بیحد تکلیفات پہونچاے جاتے ہون اور اسقدر کثرت سے کے ساتھ جانین قربان کیجاتی ہون جیسا کہ جانورون کا گوشت اپنی غذا بنانے مین کرنا ہوتا ہے۔

زندہ جاوید مندر کی تعمیر مین لاپروائی۔ مہذب انسان جیسے لاپروائی کے ساتھ اپنے اس مندر کی تعمیر مین مشغول ہوتا ہے وہ کچھ ویسی ہی حالت ہے جیسے کہ جنگلون کے رہنے والے جاہل وحشی اپنے گذارے کے لیے عارضی جھوپڑی سٹ پٹ بنا لیتا ہے جسطرح کوئی وحشی اپنا جھوپڑا ان چیزون سے تیار کر لیا کرتا ہے جو اسکو قرب مین

مل سکتے ہین یا بلا لحاظ اونکے پائیدار اشیا کثرت کے ساتھ دستیاب ہوسکتے ہین اسیطرح سے بغیر انسان اپنے جسم کو ان غذاؤنسے تیار کرنا چاہتا ہے جو بہ آسانی اسکو دستیاب ہوتے ہین یا جو اسکو کہانے مین اچھے معلوم ہوتے ہین اور جنکو وہ شوق کے ساتھ کہاتا ہی اور جبتک وہ چیزین اسکے حلق مین پہونچتی ہین یا جبتک زبان اسکا مزہ چکہتی رہتی ہے تو وہ پھڑک جاتا ہے مکانات کے تعمیر کے متعلق غور و فکر مین جسقدر وقت صرف کیا جاتا ہے اور جس احتیاط کے ساتھ پائدار اور مناسب اشیا بہتسے مہذب مرد و عورتین منتخب کرنا پسند کرتے ہین۔ اگر اسکا دسوان حصہ بھی اس زندہ مندر کی تعمیر پر غور کرنے مین صرف کیا جاوے تو غذا کے متعلق آجکل جو عادتین پڑی ہوئی ہین اور جو رواج قایم ہین آئین کافی انقلاب نمودار ہوسکتا ہے۔

انسانی مندر۔ یہ لاثانی مندر جو ابتدائے آفرینش سے اسوقت تک دنیا کو حیرت مین ڈالی ہوئی ہے جسکا ثانی دنیا کو دیکھنا نصیب نہین ہوا اور یہ گویا اس اصلی مندر کی شکل ہے اور اسکی جانب اشارہ ہے جو ہاتھونسے بنا ہوا نہین ہے۔

جسمانی مندر کا تعمیر کرنیوالا خدا ہے لیکن اسکے لوازمات مہیا کرنے کی تمام ذمہ داری انسان پر ہے جب کبھی آپ کہانا کہانے بیٹھتے ہون اور جو کہانے آپکے سامنے چنے ہوئے ہون انپر خدائی برکت عطا ہونے کے لیے دست بدعا ہون تو کیا آپنے اسوقت کبھی سوال کیا ہوگا۔ کیا وہ خدائی قوتین جو مرے جسم مین اپنا فعل دکہا رہی ہین وہ خدائی روح جو میری زندگی ہے ان چیزونسے جو مرے روبرو چنی ہوئی ہین۔ نفیس۔ خوبصورت۔ اور دیرپا۔ دماغ۔ پٹھے۔ رگین۔ ہڈیان۔ بنا سکتے ہین جو قابل اعلے خیالی۔ اعلے جذبات شریفانہ افعال اور ایمانداری کے ساتھ خدا کو اسکی دستکاریان اعلے نمونہ دیکھنے کے قابل ہون۔ اگر آپ نے ایسا نہین کیا ہے تو مین آپسے ملتجی ہون کہ کیا یہ ایسے سوالات نہین ہین جو بحیثیت عاقل انسان آپکے حق مین خالی از دلچسپی نہین ہین۔ کیونکہ خدا کے بیٹا یا بیٹی ہونے کا آپ کو ناز ہے اور آپ کا اعلے مقصد یہ ہے کہ آپ خدا کے نائب اور قاصد ہین۔

خدا کی شان کے لیے کہانا پینا۔ ان اہم واقعات کے موجود ہوتے ہوے کیا ہر ایک انسان کا یہ فرض نہین ہے کہ وہ اس امر کا لحاظ رکھین کہ انکو خدا کی شان کے لیے

کہانا پینا لازم ہے نہ کہ اسکے بنائے ہوئے مندر کے ناپاک اور برباد کرنے کی غرض سے جو انسان اسکے خلاف عمل کرتا ہو اُسکے لیے یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ وہ جہنم مین جانے کے لیے ہے ایسے کہانے پینے کا نتیجہ ہم اپنے گرد سوء ہضم کے شاکی۔ گٹھیا مین مبتلا مدقوق۔ فالج زدہ۔ فاتر العقل۔ اور ایسے ہی دیگر امراض مین مبتلا جماعت عظیم کو دیکھتے ہین۔

دلکو کیونکر مضبوط کرنا چاہیے۔ تاکہ خون اپنا فعل درستی کے ساتھ دکھاوے۔ صرف یہی ضروری نہین ہے کہ اس غرض کے لیے غذا کا جزو عمدہ ہو اور خراب اشیا سے پاک ہو بلکہ دل کی عمدہ حرکت کے ذریعہ سے وہ خوب ورزش کرے دل بھی مانند جسم کے دیگر پٹھون کی ورزش سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ کاہل اور ہر وقت بیٹھے رہنے والے آدمی کا دل ہمیشہ کمزور رہتا ہے اور یہی خاص وجہ ہے کہ جب ایسے آدمیون کو کوئی غیر معمولی محنت کرنا پڑتی ہے تو انکا دم بہت جلد پھول جاتا ہے۔ جو ورزش دوڑنے مین ٹانگون کو مضبوط اور کشتی کھیلنے مین بازوؤن کو قوی بناتی ہے دل کو بھی اس طرح مضبوط بناتی ہے کہ اسکو مجبور کرتی ہے کہ ضروری مقدار خون کی جو رگون و پٹھون مین پہونچاتا اور بعد ازان صفائی کے لیے پھیپڑون تک پہونچاتا ہے اسکے لیے وہ بھی کافی طور پر حرکت کرے جو لوگ کمزور ہون انکو لازم ہے کہ تکلیف دہ ورزش سے پرہیز کرین لیکن کسی ہوشیار سے اس معاملہ مین تربیت حاصل کرین۔ ابتدا مین معمولی قسم کی ورزش شروع کرین اور بعد ازان روز بروز بتدریج پٹھونسے زیادہ کام لینا شروع کرین۔

خون کی صفائی۔ خون اسطرح صاف نہین ہوتا کہ اسمین کوئی شے داخل کیجاوے بلکہ ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ اسمین سے کوئی شئے خارج کیجاوے پانی نہایت نایاب صاف کرنے والا اخر وہے اور اسکا استعمال آزادی کے ساتھ خون کی صفائی کے لیے لازمی ہے خون کو گیہون کے ذریعہ سے صاف بنانا اسیقدر مناسب ہے کہ کسی میلے کچیلے قمیص کو یا کسی اور میلے کپڑے کو ایسے ہی طریقے سے صاف کرنا بہت مشکل ہے۔

خون کے ذخیرے۔ جوان آدمی کے جسم مین خون کے ذخیرے بہت ہوتے ہین

شاید روئے زمین پر جسقدر بنی نوع انسان ہے اوسے بیس ہزار گنا زاید ذخیرے ہین یہ اسقدر چھوٹے ہوتے ہین کہ ایک انچہ کی لمبائی مین دو ہزار پانچسو سے لیکر تین ہزار پانچسو تک پائی جاتی ہے۔ لیکن شمار مین جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اسقدر زیادہ ہین کہ قریباً بتیس ہزار فیٹ مربع کو گھیرے ہوے ہین جو ایک ایکڑ کے ۳/۴ حصہ سے زاید ہوتا ہے یا انسان کی جلد کے رقبہ سے ایک ہزار چھ سو گنا ہے۔ اگر انسان کے جسم کے خون کے ذخیرے ایک خط مستقیم مین جمائے جاوین تو وہ طول مین اسقدر ہونگے کہ چھ مرتبہ زمین کے گرد لپیٹے جا سکین گے منجملہ اُن کے ہر ایک جداگانہ زندہ مخلوق ہے اسکی زندگی جداگانہ ہے وہ خون کے دریا مین اسطرح بڑھتا کام کرتا سانس لیتا اور پرورش پاتا ہے جسطرح مچھلی پانی مین یا پرند ہوا مین زندہ رہتا ہے۔ ہر ایک خون کے ذخیرے کی زندگی چھ ہفتہ کی ہے۔ ناظرین اب ذرا ایک لمحہ کے لیے انکی وقعت پر غور کیجیے۔ ہر چھ ہفتوں کی مدت کے بعد ان بیشمار زندہ مخلوق مین سے ایک ضعیف ہو کر مرجاتا ہے اور بعد یہ ضرورت ہوتی ہے کہ اسکی جگہ دوسرا زندہ مخلوق نشو و نما پاوے۔ اسکو دوسری طرح یون بتا سکتے ہین کہ ہر چند ہفتون کی مدت کے بعد کرور ہا خون کے ذخیرے از سر نو پیدا ہونا چاہئین۔ خون پیدا کرنے والی غذائین۔ پاک و صاف خون پیدا ہونے کے اول امر ضروری یہ ہے کہ غذا پاک صاف ہو۔ نہ خون کی قسم غذا ہو اور نہ ایسی غذا کہ جسمین شامل ہو اگر جسم مین خون نہایت ہی کم ہو گیا ہو تو ایسی غذا استعمال کرنا چاہیے جسمین "پروٹینیڈ مادہ" زاید ہو اسی قسم کا مادہ بہت سے قدرتی غذاؤن مین جو خدا نے انسان کے استعمال کے لیے پیدا کی ہین بکثرت پایا جاتا ہے منجملہ اُنکے نہایت عمدہ چیزین اس غرض کے لیے باَدام اور تمام اس قسم کے میوہ جات خشک تر ہین کہ جنکا چھلکا توڑ کر گری نکلے اگر آدہ سیر اس قسم کے پھل استعمال کیے جاوین تو بمقابلہ ۱/۲ پاؤنڈ نہایت نفیس گوشت کے انمین خون پیدا کرنے والا مادہ زاید ہوگا۔ اور نہایت نفیس خون پیدا کرنیوالے اشیا ہین جنمین اپنے وزن کی ۱/۴ حصہ سے زائد خون بنانے والا جزو ہوتا ہے اور ان اشیا کا ایک پاؤنڈ تین پاؤنڈ گوشت کے برابر ہے۔

سرد پانی سے غسل کرنا خون بڑہاتا ہے۔ چند سال گذرے پروفیسر ونٹرنٹز صاحب ساکن ویناَ نے دریافت کیا تہا کہ سرد پانی سے غسل کرنے مین یہ خوبی ہے کہ خون کے

ذخیرے کثرت کیساتھ شمار مین زاید پیدا ہوجاتے ہین۔ بعض اوقات ½ حصہ یا اس سے زاید کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ کتاب زیر ریویو کے مصنف نے بھی امتحان کیا اور نتیجہ وہی ثابت ہوا جو کہ پروفیسر صاحب نے بیان کیا تھا۔ بمقابلہ سرخ ذرون کے سفید ذرے بہت سے پیدا ہوجاتے ہین۔ بعض اوقات تو دوچند ہوجاتے ہین اور یہ اضافہ سرد پانی سے غسل کرنے کے نصف گھنٹہ کے بعد ہی نظر آتا ہے۔

ترکاریان و گوشت۔ ترکاریان انسان کے جسم مین چستی جمع رکھتی ہین گوشت اسکو صرف کرڈالتا ہے ترکاریون کا استعمال ایسا ہے کہ گویا غذا جسم مین جمع ہے اور گوشت گویا کھا ڈالا۔ انسان جسوقت محنت مشقت کرتا ہے تو بہت سے مختلف زہریلی اشیاء خارج ہوتے ہین۔ جسطرح کہ ریل کے انجن سے راکھ چنگاریان اور دھوان نکلا کرتا ہے انسان کے جسم سے زہریلی گیس اور مختلف قسم کے اور مادی پھیپڑون۔ جلد۔ آنتون یا پاخانہ پیشاب کے ذریعہ سے خارج ہوتے رہتے ہین۔ انسان کے جسم مین نصف جلے ہوے کوئلے کی جگہ (یورک الیڈ) ہے یہ ایک ایسا زہر ہے جو گٹھیا۔ یا بائی پیدا کردیتا ہے۔ مختلف قسم کی کالکی بھی پیدا ہوتی ہے جو آنتون کو سخت کردیتی ہے۔ قبل از وقت انسان ضعیف ہوجاتا ہے اور فالج و دیگر امراض مین مبتلا ہوجاتا ہے جانورونکا گوشت خواہ کیسا ہی نفیس کیون نہ ہو انمین سے اس قسم کے زہریلے مادہ کثرت کیساتھ ہوتے ہین جسوقت جانور ذبح کیا جاتا ہے یہ زہریلی مادہ باہر نکلنا موقوف ہوجاتے ہین لیکن بعد ذبح ہونیکے بھی انکا پیدا ہونا موقوف نہین ہوتا۔

گوشت۔ جب کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے یا سر پر گولی سے مارا جاتا ہے تو اسکا تمام جسم دفعتہً مر نہین جاتا ہے۔ اولاً وہ بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن اسکے رگ و پٹھے کئی گھنٹہ تک و ر زندہ رہتے ہین اس عرصہ مین زندہ رگ و پٹھون کی حرکت اس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور وہ فضلات پیدا کرتی ہے جو زندگی مین فوراً ہی کئی طریقونسے خارج ہوجاتے ہین جب دل کی حرکت بند ہوجاتی ہے صفائی عمل بھی موقوف ہوجاتا ہے اور زہریلے مادے جو جلد تیار ہوتے ہین جمع ہوتے ہین اور زندہ رگونمین اسقدر جذب ہوجاتے ہین کہ آخر کار جانور بالکل مرجاتا ہے پس مردہ جانور کے گوشت مین بجز زہریلے خون اور

زہریلے عرق کے اور کچھ نہین ہوتا۔
گوشت کا استعمال اضمحلال پیدا کرتا ہے۔ بوجوہات مندرجہ بالا یہ امر عیان ہے کہ بلا اپنے
جسم مین زہریلے مادّے وفضلات بکثرت پیدا کیے ہوے ایک مخلوق کا دوسرے
مخلوق کے گوشت پر بسر کرنا ناممکن ہے جب یہ فضلات جمع ہوتے جاتے ہین مخلوق
کی زندگی و چستی و چالاکی مین فرق آتا جاتا ہے جس طرح کہ جس تنور یا چولھے مین راکھ
زائد ہوجاتی ہے آگ روشن نہین رہتی۔ پس ظاہر ہے کہ گوشت کا استعمال اضمحلال
کی ان حالتون کو بہت جلد پیدا کر دیگا جنکا انجام ضعیفی اور موت ہے ہے انتہے
(از اخبار ہندوستانی لکھنو نمبر ۵ جلد ۲۲ بابتہ ماہ فروری ۱۹۰۳ء)
ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس کل بیان سے چند ہدایات حفظان صحت کی نسبت
ظاہر ہوتے ہین۔

(۱) قدرتی غذا کا استعمال لازم ہے۔ خلاف مین اسکے مضر ہے۔

(۲) قدرتی غذا اشیاے ارضیہ ہین میوہ جات وغیرہ۔

(۳) وہ غذائین جو جسمانی یا اخلاقی مضرتین پیدا کرتی ہین ممنوع ہین۔

(۴) وہ غذائین جنکے لیے جید تکالیف پہونچاے جاتے ہون اور کثرت سی جانین قربان کیجاتی ہون استعمال انکا ممنوع ہے۔

(۵) زندہ جاوید مندر کی تعمیر مین لاپروائی نہ چاہیے۔

(۶) انسانی مندر خدا کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اور اسیکی کاریگری کا نمونہ ہے۔

(۷) انسانکو اپنے جسم کے تئین ناپاک نہ بنانا چاہیے۔

(۸) آزادی کے ساتھ کھانے پینے مین انسان مبتلاے امراض ہوجاتا ہے۔

(۹) دل کی مضبوطی غذا ہی پر منحصر نہین ہے بلکہ ورزش سے بھی وہی فوائد ہوتے ہین جو غذا سے ہوتے ہین۔

(۱۰) خون کی صفائی بھی تغذیہ وغیرہ سے نہین ہوتی بلکہ اخراج کثافات سے ہوتی ہے۔

(۱۱) جسم انسانی مین لکھوکھا خزانہ خون کے ہین وہ سب ذیروح ہین بہت جلد جلد فنا ہوجاتے ہین۔ لہذا بجاے خزانہ فانی کے دوسرا خزانہ پیدا کرنیکی ضرورت ہے۔

(۱۲) گوشت سے زیادہ اور میوہ جات مین خون پیدا کرنیکا مادہ موجود ہے۔

(۱۳) سرد پانی سے غسل کرنیمین بھی خون زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۴) جسم حیوانی مین صدہا زہریلے مادّے ہین جو ریاضت کیوجہ سے دفع ہوتے ہین بدون ریاضت اون زہرونکا دفع ہونا ممکن نہین۔

(۱۵) ذبح کرنے سے حیوان کے وہ زہریلے مادّے خارج نہین ہوتے۔

(۱۶) بعد ذبح ہونے کے بکثرت زہریلے مادّے کئی گھنٹہ تک پیدا ہوتے رہتے ہین اور سبب اسکا یہ ہوتا ہے کہ رگ و پٹھون کی حرکت اس غذا کو جو خون کے وخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور وہ فضلات پیدا کرتی ہے جو زندگی مین خارج ہوتے تھے اب نہین خارج ہوسکتے پس اونکا کھانا زہر کھانا ہوا۔

(۱۷) گوشت کا استعمال اضمحلال پیدا کرتا ہے۔

ہمکو ان سب ہدایات سے اختلاف ہرگز نہین۔ بلکہ بعض ہدایات مین کلام ہے ہدایات نمبر ۲ - ۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - مین ہمکو کچھ کلام ہے اب ہم ہرایک کو سلسلہ وار بیان کرتے ہین غور سے سماعت فرمایئے۔

(ہدایت نمبر ۲) قدرتی غذا کا انحصار میوہ جات وغیرہ مین یہ غیر مسلم ہے اسمین ہمکو کلام نہین کہ میوہ جات و پھلیان ضرور قدرتی غذائین ہین لیکن گوشت بھی داخل غذا ہے جیسا کہ بیان کرچکے ہین کہ انسان کے دانتون کی بناوٹ اس امر کو ثابت کر رہی ہے۔ اور قطع نظر اسکے سوائے بعض ہنود کے جملہ مذاہب مین گوشت خوری کی ہمکو اجازت دیگئی ہے۔ پس گوشت کا قدرتی غذا نہونا مذہب پر اعتراض کرنا ہے ضرور ہمکو ہر مذہب اجازت دیتا ہے (سوائے مذہب ہنود کے) گوشت خوری کی اور یہ بین دلیل ہے اس امر کی کہ گوشت بھی قدرتی غذا ہے اور ضرور جائز و مباح ہے اور کسی چیز کے جائز و مباح ہونے سے یہ مطلب نہین ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ اوسکا استعمال ہی کرین اور ترک گنہگار ہون۔ اگر کسی وقت مین گوشت کی مضرت ہمارے واسطے ثابت ہوگی اوسوقت ضرور شریعت ہماری بجائے اباحت حرمت کا فتوا دیگی۔

(ہدایت نمبر ۴) گوشت خوری کا اسوجہ سے حرام ہونا کہ اسمین بیحد جانونکا نقصان

نہ ہے یہ بھی استدلال غلط ہے۔ ہم پوچھتے ہین کہ جانور و نین ہر ذی روح مساوی ہے پھر حشرات الارض، حیوانات موذیہ، وہ حیوانات جو عفونت ہوا سے پیدا ہوتے ہین اون سبکا مارنا بھی ناجائز و ممنوع ہونا چاہیے ہرگز ایسا نہین ہی بلکہ عقل ہماری ان حیوانات کے مار ڈالنے کا حکم کرتی ہے کیا صحت جسمانی انسان کیواسطے کوئی صاحب صفائی آب و ہوا کو ضروری نہین سمجھتے ہین پھر آپ انسانی صحت کیواسطے صفائی آب ہوا کرینگے۔ تو ضرور یہ صفائی اون حیوانات کی فنا کا باعث ہوگی جو ردائت ہوا سے پیدا ہوتے ہین اور کثرت اون حیوانات کی بمنزلہ انسان سے ہزارگنی ہوتی ہے چند نفوس انسانی کی صحت کیواسطے کرورہا بلکہ سنکھا ذی روح صفائی آب و ہوا کے ذریعہ سے آپ فنا کردیتے ہین اسکو کیون جائز قرار دیتے ہین اور کیون نہین ظلم قرار دیتے۔ اور اس سے زائد یہ ہے کہ بقول دیانند صاحب جین مت والے لوگ پانی گرم کرکے پیتے ہین جسمین لاکھون کیڑون کی جان جاتی ہے اور گویا دو آتشہ مار اللہم ہو جاتا ہے اور آریہ صاحبان آٹا گوندتے اور روٹی پکاتے اور گوشت نہ سہی چنے کی دال ہی سہی آخر پانی سے پکاتے ہونگے حلوا پوری کچوری یہ تمام چیزین پانی ڈال کر گھی مین تیار کرتے ہین پس یہ تمام چیزین پانی ڈالکر جو پکائی جاتی ہین بیشمار کیڑے ان مین کباب ہوتے ہین اور جاڑے کے موسم مین اشنان کے لیے پانی گرم کیا جاتا ہوگا جسمین لاکھون بنیاہو خون ہوتا ہے پھر کیا یہ گوشت خوری اور ظلم نہین ہے۔

(ہدایت نمبر ۱۵) ذبح کرنے سے حیوان کے وہ زہریلے مادے خارج نہین ہوتے۔ اس ہدایت سے بھی پورا اتفاق ہمکو نہین ہے۔ کیونکہ ذبح کرنے سے خون کے کل ذخیرے نکل جاتے اور اونھین ذخیرون کیوجہ سے بکثرت زہریلے مادے پیدا ہوئے رہتے تھے بلکہ جسم انسانی و حیوانی مین خون ہی ایک ایسی شئے ہے جو کہ سمیت کو ہرشئے کے قبول کرکے تمام جسم کو مسموم بنا کر ہلاک کردیتا ہے ہر زہر کا اثر جسم پر خون ہی کیوجہ سے ہوتا ہے اور یہ دعوی ہمارا بدیہی ہے اور محتاج دلیل نہین۔ پس جب جسم حیوانی سے اخراج خون کرا دیا جاویگا تو جسقدر زہریلے مادے

اُس جسم مین ہین وہ ضرور خون کے ہمراہ زائل ہو جاوینگے اور گوشت بالکل صاف و تقیع رہجاوے گا اگر کچھ زہریلے مادّے باقی بھی رہ جاوینگے تو اونکی اصلاح کئی طرح سے ممکن ہے۔

(۱) آگ کے ذریعے سے ضرور آگ گوشت کو جلاکر ہوا اور بخارات مین اونکے زہریلے مادّون کو تبدیل کر دیگی۔

(۲) نمک، پیاز، لسن، دھنیا، دہی۔ روغن زرد، یہ چیزین گوشت مین بطور مصالہ کے عادتاً شامل کیجاتی ہین بہت کچھ اصلاح گوشت کی ان مصالون کے ذریعے سے ہو جاتی ہے۔

(۳) ترکاری، و بقولات بھی اکثر گوشت مین شامل ہوتے رہتے ہین ان سے بھی اصلاح ہوتی ہے۔

(۴) سب سے زائد گوشت کی اصلاح خدا کا نام لینے سے ہوتی ہے جب ہم بوقت ذبح و نحر "بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر" کہتے ہین تو خداوند کریم ہمارا خود حافظ ہو جاتا ہے۔ خدا کے ماننے والون کو تو اس بیان سے ہمارے ہرگز اختلاف نہوگا ضرور خدا سے اگر التجا اپنی حفاظت کی کیجاوے تو حفاظت کریگا۔ اب مخالفین جو خدا ہی کو نہین مانتے اونکے واسطے اور مذکورہ بالا ہی کافی ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی التجا اور تمنا۔ کیا اسلامی طریقہ مین نہین ہے جسقدر اسلامی شریعت مین خدا سے برکت طلب کرنے کی خواہش اور کھانا دیکھکر اوسکی نعمت کی شکر گذاری اور کھانا کھاکر بھی اوسکی حمد و ثنا اسلام مین ہے کسی دوسرے مذہب مین آپ نہ پاوینگے۔ بوقت ذبح حیوان بھی خدا ہی کا نام لیتے ہین کھانا کھاتے وقت بھی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہکر کھانا شروع کرتے ہین۔ جب کھانا کھاکر فارغ ہوتے ہین اوسوقت بھی "الحمد للہ رب العالمین" کہتے ہین۔ اور محتاط و دیندار لوگونکا تو ذکر ہی نہین وہ تو سورۂ "لایلاف" و سورۂ حمد و بہت سی اور بھی دعائین پڑھتے ہین۔

(۵) گوشت کی اصلاح پانی سے بھی بہت کچھ ہوتی ہے جیساکہ خود ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین "پانی نہایت ہی نایاب صاف کرنیوالا جزو ہے اور اسکا استعمال

آزادی کیساتھ خون کی صفائی کے لیے لازمی ہے "

(ہدایت نمبر ۱۶) بعد ذبح کئی گھنٹے تک زہریلے مادّون کا پیدا ہونا۔ اس دلیل سے کہ رگ و پٹھون کی حرکت اوس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور فضلات اوسکے خارج نہین ہوتے۔ یہ بیان آپکا اوسوقت صحیح اور لایق تسلیم ہے جبتک حیوانات کو ذبح نہ کرین اور ذخیرے خون کے اونکے جسم مین باقی ہون۔ اور حیوان مذبوح مین یہ قیاس آپکا صحیح نہین ہے اسواسطے کہ خون کے ذخیرے جسوقت ذبح کرنیکے سبب سے جسم حیوانی سے نکل جاوینگے تو بہت کچھ وہ غذا بھی اوسکے ساتھ نکل جاویگی جو خون کے ذخیرون کے قریب ہے۔ اور بالفرض اگر کچھ باقی بھی رہجاوے تو اصلاح اوسکی امور مذکورہ بالا سے ہوجاتی ہے البتہ گلا گھونٹے ہوے جانورین یہ احتمالات ہوسکتے ہیں۔

(ہدایت نمبر ۱۷) گوشت کا اضمحلال پیدا کرنا۔ یہ بھی مسلم نہین کہ عام گوشت اضمحلال پیدا کرتا ہو ذبیحہ کا گوشت اضمحلال نہین پیدا کریگا کیونکہ زہریلے مادون کی اصلاح ہوجاتی ہے البتہ مضعف جگر ضرور ہے۔ اور بالفرض اضمحلال بھی پیدا کرتا ہو تو ہم پوچھتے ہین دنیا مین کون دوا یا غذا ایسی ہے جو ہر طرح سے نافع ہو اور ہر وقت مین نافع ہو۔ کچھ نہ کچھ مضرت بالخاصہ ہر شئے مین موجود ہے جسکی اصلاح کبھی از خود آب و ہوا سے ہوجاتی ہے، اور کبھی طبیعت سے اور کبھی اور اشیار کے ذریعہ سے۔ اسیطرح سے گوشت بھی ہے۔

ہان البتہ یہ سب مضرتین گوشت میتہ مین ضرور ہین چنانچہ حسب ہدایات ڈاکٹر صاحب موصوف مردہ جانور یا وہ جانور جسکا خون جسم سے بذریعہ ذبح نہ نکالا جاوے اوسکے جسم مین خون کے ذخیرے موجود رہینگے اور زندہ ذخیرے موت حیوان سے مرکر جسم حیوان مین باقی رہینگے اسکے باقی رہنے سے مختلف مضرتین ہونگی۔

(۱) وہ زہریلے مادّے جو جسم مین ہوتے ہین اونکے اخراج کی کوئی سبیل نہین۔

(۲) رگ و پٹھے کئی گھنٹے تک زندہ رہنے سے اور اسکی حرکت اوس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرکے فضلات پیدا کرینگے اور بکثرت ایسے فضلات جسم مین باقی رہینگے۔

(۳) خون جسکے ذریعہ سے سمیت تمام جسم تک پہونچتی رہتی ہے اور وہی خون جو سمیت کو قبول کرتا رہتا ہے جسم مین باقی رہیگا جو ہر وقت زہریلے مادونکو جذب کرتا رہیگا۔
(۴) اگر حیوان مین پہلے سے کسی زہریلے مادے نے بذریعہ خون سرایت کی ہوگی تو وہ بھی اوسکے جسم مین باقی رہجاوینگے اور خارج نہ ہو سکین گے۔
بہرحال جسقدر گوشت مین مضرتین طبی وعقلی ثابت کیجیے وہ سب حیوان مردہ مین بہ نسبت ذبیحہ کے بدرجہا زائد ہونگی۔ پس حیوان مردہ کا استعمال کسی طرحسے طبًا جائز نہوگا اور اسلام سے زیادہ وہ قومین مورد اعتراض ہونگی جو بدون خون نکالے حیوان کا استعمال کرتی ہین شریعت اسلام اس اعتراض مین بھی اور قومون کی بہ نسبت سب سے پیچھے ہٹی ہوئی ہے۔ اور قانون گوشت خوری مین بھی مصلح ہے۔
مسلمانون پر یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ جب خدا گوشت پوست اور خون نہین کھاتا تو قربانی کرکے بیفائدہ خون کیون بہلاتے ہو جواب اسکا یہ ہے کہ بلا شک خدا کو احتیاج قربانی کی نہین ہے بلکہ نہ روپیہ پیسہ کا محتاج ہے نہ روزہ نماز حج جہاد سے اوسکو کوئی نفع پہونچتا ہے اور اسیطرحسے کسی مذہب کی کوئی عبادت ہو خدا کو اوس سے کوئی نفع نہین ہے حالانکہ صدقہ وخیرات خدا کے نام پر ہر مذہب مین ہے پہر کیا خدا اوس روپیہ پیسہ کو جمع کرکے اپنے مصرف مین لاتا ہے نہین بلکہ اوسیکا ہے اوسی نے تو ہمکو دیا ہے پر اپنے نام پر ہمسے دلواتے ہین اوسکو کیا ضرورت ہے اسیطرحسے ہوم وغیرہ سے خدا کو کیا نفع ہوتا ہے دیکھو اس قسم کے امور سے اصلی غرض خدا کی یہ ہے کہ بندہ نیک اخلاق ہو خدا کی راہ پر دینے سے اوسکو سخاوت کی اعلیٰ صفت سے متصف کرتا ہے قربانی اور بخیرسے طعام مساکین کی عادت ڈالنا اور ساتھی اوسکے یہودیون اور ہندؤن کے یہان کے تمام بوط طریقہ قربانی کی اصلاح اور جو قومین گاؤ ماتا کی پرستش کرتے ہین اونکو تنبیہ عملی طریق سے کراتا ہے خدا فرماتا ہے انفقوا مما رزقناکم یعنی جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے اوسمین سے ہماری رضاجوئی کے لیے خرچ کرو پس مسلمان بربنا اس حکم کے اپنے مال کے جمیع اقسام کو راہ خدا مین خرچ کرتے ہین چاندی سونا غلات حیوانات جنکی زکوٰۃ دیتے ہین اوسیطرحسے قربانی بھی ہے نہ خدا سونا چاندی غلہ وغیرہ لیتا ہے نہ خشکی

اور قومون کے خدا کے ہو جاتا ہے۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ مین مسلمانون کو قربانی و ذبح کی ممانعت ہے احرام مین شکار کھیلنا منع ہے پس اگر یہ اچھے کام ہوتے تو خواہ مخواہ اس خانہ محترم مین بھی اوسکی رضا جوئی اس اچھے کام سے کرائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیا خدا کا گھر عرب کے ایک کونے کی چار دیواری تک ہے محدود ہے اور تمام روی زمین پر اوسکا کچھ عمل نہین اسیطرح سے احرام کی حالت مین شکار کھیلنے کی ممانعت ہے تو کیا عربی مہینے کی خاص تاریخ مقرر ہو سکتی ہے جبکہ انسان کو بالکل بے ایذا ہونا چاہیے اگر یہ فعل ممدوح تھا تو ہر مقام اور ہر زمانہ مین جائز ہوتا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ احرام کی حالت مین مسلمان ایسے ہوتے ہین جیسے نماز کے اندر جو افعال نماز سے مخصوص ہین اونکے علاوہ دوسرا فعل نہین ہو سکتا اگرچہ وہ جائز و مباح بھی ہو ہر مذہب مین بہت سے اعمال عبادات ایسے ہین کہ جو مخصوص ہین محل و زمان سے پس کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہر عبادت ہر وقت اور ہر مقام پر کیون نہین ہوتی جو چیزین حلال و مباح ہین ہر وقت مین کھانا پینا اونکا جائز ہے لیکن روزہ اور برت مین اوسکی ممانعت ہے اسیطرح سے ذبح و قربانی ہر وقت جائز کی گئی ہے لیکن حج مین احرام کے زمانہ مین اور خانہ کعبہ مین ممانعت ہے احرام کیحالت مین اور بھی بہت سے مخصوص احکام ہین مثلاً بے سیا کپڑا پہننا اپنی زوجہ سے وطی نکرنا پس کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس وجہ سے وطی اپنی زوجہ سے ہمیشہ کے لیے ناجائز ہے اور سیا ہوا کپڑا ہمیشہ پہننا حرام ہے نہین بلکہ یہ ایک خاص عبادت کی جگہہ اور ایک خاص عبادت کے زمانہ مین جسمین دیگر اشیاء مباح بندہ اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اور خاص اپنی منشاء سے (یعنی حالت احرام مین شکار کی ممانعت اور خانہ کعبہ مین ذبح و قربانی کی ممانعت) اور اسیوجہ سے کہ جہلاء نہ سمجھ لین کہ درحقیقت شکار و قربانی بری شئے ہے خدا نے جسطرح سے احرام اور بیت اللہ مین ممانعت کی شکار و قربانی کی اوسیطرح سے حکم تاکیدی دیدیا کہ منیٰ مین پہونچکر ہر شخص ضرور قربانی کرے تاکہ جاہلون کا یہ خیال برطرف ہو جاوے کہ قربانی ناجائز شئے ہے دیکھو قربانی ضرور اچھی شئے ہے مگر ہر اچھی شئے کو یہ لازم نہین ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانے اور ہر مقام پر کیجاوے اور بیشک خدا ہر مقام پر موجود ہے

اور ہر وقت ہر ایک کیساتھ ہے خدا فرماتا ہے ما یکون من نجویٰ ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا۔ یعنی تم جہان کہین تین شخص ملکر بیٹھے ہو اونین چوتھا خدا ہوتا ہے اور جہان پانچ ہوتے ہین چھٹا خدا ہوتا ہے اس سے کم ہو یا زیادہ بہرحال وہ اونکے ساتھ ہے کہین بھی ہون پس کوئی مکان خدا سے مخصوص ہے اور نہ کوئی زمانہ پس خانہ کعبہ ایک عبادت کی جگہ ہے جسے اوسکو بیت اللہ مجازاً کہتے ہین اور شاید انھین معنون مین وید کا منتر بھی ہے "جسمین دہرم کی ترقی ہوتی ہے وہ پرمیشر کا وطن مالوف ہوتا ہے" (دیکھو یجر وید ادھیائی ۲۰ منتر ۱۰) پس چونکہ خانہ کعبہ پاک و بزرگ ہے اور جو چیز پاک ہوتی ہے وہ بہ پاس ادب ناپاک چیز سے بچایا جاتا ہے اگر ایسا نہین ہے تو جس ادب سے عبادت گاہ مین جاتے ہو ویسے ہی پاخانے مین جایا کرو ویدی مین نجاست ڈالنے سے کیون احتیاط کرتے ہین آخر گھورے پر نجاست ڈالتے ہین کیا جو معبود اگنی مین رہتا ہے وہ گھورے پر نہین ہے وہان بھی کبھی کبھی گنگا جل پانی چڑھایا جاوے۔

یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ خون ناپاک شئے ہے اور کوئی انسان اوسکو نہین کھاتا پھر گوشت کہ جو خون کا ست ہے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے یہ غلط ہے گوشت مین جوہر و فضلہ سب شامل ہے البتہ خون کا ست دودھ ہے اب یہ بتاؤ دنیا مین کون شخص ہے جو خون کو کھاتا ہو اور دودھ سے بچتا ہو جو چیز دودھ ہے وہی خون ہے لہذا دودھ پینے سے بھی پرہیز چاہیے ورنہ گوڑ کھانا اور گلگلون سے پرہیز صادق اس لحم خوری مین اسلام نے آزادی کو روکا ہے اور دو اصلاحین ایسی عظیم کی ہین جو کسی مذہب کے واسطے ممکن نہین ہوے ہین۔

(۱) شرع محمدی نے سوائے ذبیحہ کے اور ہر قسم کے حیوانات کو جو اپنی موت سے مرین یا اوسکو دوسرے عنوانون سے مار ڈالین میتہ قرار دیا ہے۔ اور ہر میتہ کو نجس و حرام قرار دیا ہے۔

انسانی صحت کیواسطے کیسا مفید طریقہ ہے جس سے بہتر دنیا مین کوئی طریقہ نہین جو حیوان صحیح و تندرست ہو اور رہم اوسکو امراض سے پاک دیکھ لین اوسکو

ذبح کرکے کھاوین۔ اور جو حیوانات اپنی موت سے مرے ہین نہین معلوم کون
حیوان کس مرض مین مرا ہے۔ یا اکثر سانپ یا بچھو کے کاٹے ہوئے۔ مرجاتے ہین۔
پس اگر مردہ حیوان لیکر کھا جاتے تو نہین معلوم کس کس مرض مین مبتلا ہوتے۔ لہذا
میتہ نجس و حرام ہوا اسیطرح سے ہاتھ سے مار کر کھانے مین سوائے اس طریقہ معینہ کے
جو شریعت مین ہے یہ خرابی ہوتی کہ۔ جاہل قوم عرب کے ہرگز کہنا نہ مانتے بلکہ مردہ
خوری کرنا شروع کردیتے اور اصلی منشا رسے شارع کے بےخبر ہوجاتے اسواسطے کہ گلا
گھونٹ کر مارنا۔ اور مردہ جانور کا کھانا یہ دونون قسمین ایک تصور ہوتین۔
دوسری لم ذبح کرنے کی یہ ہے کہ۔ شریعت اسلام مین امراض روحانی کو امراض
جسمانی سے زیادہ ترسخت سمجھا ہے اور صحت نفسانی کو صحت جسمانی پر مقدم جانا ہے
گوشت ضرور گرم ہوتا ہے اور طبیعت انسانی مین بالخاصہ وحشت و حیوانیت
پیدا کرتا ہے۔ ذبح کرنے سے خواہ نخواہ خون جسم کا نکل جاتا ہے جسّے اگرچہ گوشت
کی قوت گھٹ جاتی ہے لیکن حرارت بھی اوسکی کم ہوجاتی ہے اور گوشت کی
بہت کچھ اصلاح ہوجاتی اور بدون ذبح کے کل جسم کا خون ہرگز نہین نکلتا پس بعد
خون نکل جانے کے پھر گوشت سے زیادہ مضرت کا احتمال نہین رہتا اور مرض
نفسانیہ کو بھی مضر نہین رہتا۔ یعنی خواہش و غصہ اور وحشت ادس گوشت کے
کھانے سے کم ہوجاتی ہے۔ عیسائیون پر بھی اس کا ماننا فرض ہے۔
اور دلیل اس امر کی گوشت کا اثر نفس پر واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ صد ہا تجربوں
سے معلوم و تحقیق ہے کہ جو خاصہ اوس حیوان کا ہوتا ہے ویسا ہی مزاج
انسان کا بھی ہوجاتا ہے۔
جیسے اطبا ی یونانی نے گوشت اسد کو مورث شجاعت کہا ہے اور تجربہ بھی
اوسپر دال ہے ضرور غیض و غضب کا مورث ہوتا ہے۔
گوشت لق لق دافع سموم بھی ہے۔ اور ذکاوت کو بھی بالخاصہ زیادہ کرتا ہے
گوشت خنزیر کو یونانیون نے مورث حرص شدید و فساد عقل و زوال مروت لکھا
ہے اور اسپر بھی تجربہ شاہد ہے یہ کل صفات خود خنزیر مین بھی ہین اور جن قومون
مین استعمال اسکے گوشت کا ہوتا ہے وہ سب بیداہت عقل ان صفات سے

متصف ہوتی ہین۔ اسیطرح سے اور حیوانات بھی ہین جنکے صفات انسان مین پیدا ہوجاتے ہین اور نفس و روح کیواسطے ضرور مضر ہوتے ہین۔ لیکن جہانتک خون کے نکل جانے سے یقین ہوتا ہے کہ اب مضرت اسمین نہین رہا اوسوقت تک اون گوشتون کے استعمال کی اجازت دیگئی ہے اور جن جانورونکی اصلاح ناممکن بھی ہے اگرچہ ہم اوسکی مضرت سے ناواقف ہون لیکن خالق اونکا تو ضرور نفع و ضرر کو جانتا ہے اوسنے ہمکو قطعی ممانعت کردی ہے کہ ہرگز اون جانورونکا گوشت نہ کھاؤ۔ مذہب عیسوی مین بھی گلا گھونٹے جانور کے کھانے کی ممانعت ہے چنانچہ توریت کتاب اعمال ۱۵/۲۸-۲۹ مین ہے کہ "کیونکہ روح القدس کو اور ہمین پسند آیا کہ ان ضروری باتون کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ ڈالین کہ بتون کے چڑھاوے اور لہو اور گلا گھونٹے جانور کے کھانے اور حرامکاری سے پرہیز کرو انسے اگر تم آپکو بچائے رکھوگے تو خوب کروگے سلامت رہو" دیندار عیسائیون نے اسے منسوخ کردیا ہے۔

(۲) اسلام کا اور ملت پر یہ بھی احسان ہے۔ کہ اوسنے ہمکو یہ بھی بتادیا کہ کن جانورون کے کھانے کی وجہ سے نقصان جسمانی و روحانی ہے اور کون سے جانور بے مضرت ہین۔ ورنہ حضرت انسان تو ایسے بلانوش ہین کہ کسی کو بھی نہ چھوڑتے نامہذبون کا ذکر نہین ہے۔ تہذیب یافتہ لوگ مہذب ملکون کے کیا کچھ نہین کھاجاتے۔ امریکہ و یورپ جو تہذیب و شایستگی مین اپنے آپ نظیر سمجھے جاتے ہین (کتا) سور، مینڈک، لال بیگ، گھونگے، سبھی کچھ تو نوشی جان فرماتے ہین۔ ہماری مہذب شریعت نے ان جانورون کے کھانے کو نہایت گندگی و بدتہذیبی قرار دیا ہے۔ وسطے صدیون کے عقلمند اون پچھلی قومونکو وحشی و بہایم صفت جانتے تھے جو بیقدری اور آزادی سے ہر شئے کھاجاتے تھے۔ اب تہذیب یافتہ قومون کی یہی تہذیب کہلاتی ہے۔ اس آزادی سے ہمکو آیندہ نتائج کی خبر ملتی ہے کہ یہی حضرت انسان تہذیب پکارتے جاوینگے۔ اور انسان کا گوشت کانٹون مین چھید چھید کر اور چمچون سے شپا شپ نوش کرینگے۔

اب شراب و مسکرات کو ملاحظہ کیجیے جسمین طبی و اخلاقی ہزارون مضرتین ہین (جسکو آیندہ ہم بیان کرینگے) یہی مہذب قومین کیسے اوسکو بے تکان استعمال کرتی ہین۔ اتوار عیسائیون مین پاک دن ہے۔ اوس روز کاروبار دنیاوی کرنا ممنوع ہے۔ تمام دن یاد خدا مین رہنا مذہبی فرض ہے۔ گرجا گھر مین جانا گھر مین بیٹھکر مذہبی کتب کا مطالعہ کرنا یاد حق مین گذارنا ہر عیسائی کا فرض ہے مگر انگلستان ہی مین اس پاک دنکو جو خاص مالک کی بندگی کیواسطے علیحدہ کر دیا گیا ہے شیطانی راج قائم ہوتا ہی مسٹر اسٹڈ اپنے جدید اخبار مین لکھتے ہین کہ شرابخواری لنڈن مین کسقدر اتوار کو ہوتی ہے۔ اونھون نے لنڈن کا ایک بہت بڑا حصہ بلاڈنگٹن،، منتخب کیا ہے جسمین بیلے لوگونکی زیادہ آبادی ہے۔ خوشحال و تعلیم یافتہ لوگ رہتے ہین اوس مین (۵۹) گرجا واقع ہین مگر (۲۴۹) شرابخانے ہین جنمین سے (۱۶۶) یکشنبہ کو بھی کھلے رہتے ہین اپنے علیحدہ میونسپلٹی ہے۔ علیحدہ مدارس مذہبی ہین۔ اس قصبہ کی شرابخواری کی حالت جانچنے کو (۵۵۰) اشخاص بطور جورر مقرر ہوئے۔ کہ تمام گرجا گھرون اور شراب خانون مین جانے والون کی تعداد قلمبند کرین۔ معلوم ہوا کہ ایک لاکھ بیالیس ہزار کی آبادی سے صرف (۳۴۳۳۱) مرد اور عورتین تو گرجا مین گئین اور (۱۲۲۱۷۵) شرابخانون مین گئین۔ تعداد کی زیادتی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایکبار سے زائد گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یون بیان کی گئی ہے کہ دو پڈنگٹن،، کے باشندگان سے جو گرجا گھرون کو گئے (۹۰) ہزار زیادہ مرد شرابخانون کو گئے اوسی تعداد کے لڑکون سے جو گرجا گھرونکو گئے (۳۶۳۹) شرابخانون کو زائد گئے۔ غرضکہ یکشنبہ کو بھی شرابی باشندگان انگلستان شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہین اور حضرت عیسٰے کو خیرباد کہدیتے ہین

(از اخبار ہندوستانی لکھنؤ مورخہ ۳ فروری سنہ ۱۹۰۲ء نمبر ۵ جلد ۲۲)

اگرچہ جملہ حیوانات کی حلت و حرمت بجز دلیل تعبد کے اور کوئی دلیل قائم نہین ہوسکتی۔ لیکن یہ دلیل تعبد بھی ہمارے واسطے حسن عقلی رکھتی ہے جیسا کہ ہم سابقا بیان کر آئے ہین۔ اور کسی چیز کا سمجھ مین نہ آنا اوسکے حسن کو برطرف نہین کرتا ہے۔ کیونکہ بالاتفاق حساب و ہندسہ عقلی علمون سے ہے۔ پھر کتنا ہی

کوئی عاقل ہو وہ اگر چاہے کہ ایک حساب جبر و مقابلہ کا یا ایک ثبوت کسی دعوے
کا اقلیدس سے کسی شکل کے دیدی تو کبھی خاک بھی سمجھ مین نہ آویگا۔ لیکن اس سے
وہ اوسے غیر عقلی نہیں جان سکتا۔ بلکہ بعد اوستاد کی تعلیم کے لاگین ان علمون
کی جان سکے اونکا ثبوت ہوتا جائیگا۔ اسیطرح سے علم دین کے جو کامل اوستاد
ہین وہ لاگین شرع کے حکمون کی عقلی طور پر جانتے ہین اور اجنبی کو اوسمین حیرت
ہوتی ہے اور اپنی طبیعت کے زور سے خاک سمجھ مین نہین آتا۔ پس اون چیزونکے
عقل مین نہ آنے سے اونکا حسن برطرف نہین ہوتا۔ اسلیے کہ علت ابر انکی
دین خدا ہے اور دین خدا کا عقلی ہونا ضرور ہے کیونکہ اوسکی تکلیف آدمیون
کو ہے اور آدمی کی جنس مین عقل ہے اور عقل ہی کی بدولت اوسے امتیاز اور
حیوانون سے ہوا ہے۔ تو اسے غیر عقلی مذہب دنیا ظلم ہے۔ مختصر یہ کہ ہماری
عقل ہی کیا اور ہم خود کیا ہین جو ہر شے کی پوری طور سے لم دریافت کر سکین۔ ہمارے
لیے فقط اتنا ہی ثبوت عقلا کافی ہے۔ کہ خدا کے سچے پیغمبرون کی معرفت ہمکو یہ
احکام پہونچے ہین اور وہ سب حکمت و دانش مین تمام خلائق سے بہتر و افضل تھے
اور حکیم بدون فائدہ عقلی کے کوئی حکم نہ دیگا پس حرمت بعض حیوانات کی نسبت
بعض کے ضرور عقلی ہے اگرچہ ہم نہ سمجھ سکین۔

مثل حیوانات شکاری کے یہ ہمیں اسوجہ سے حرام ہین کہ انکے گوشت مین تجربہ ثابت
ہوا ہے کہ بہ نسبت دیگر حیوانات کے زیادہ حرارت ہے۔ اور درندون کے گوشت
کھانے سے انسان مین قوت غضبیہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شیر کا گوشت جن
لوگون کو کھلا دیا گیا ہے اونمین قوت غضبیہ جو کہ حریف قوت عقلیہ ہے غالب
آگئی ہے پس قوت غضبیہ کا قوت عقلیہ پر غالب آنا کمال بد اخلاقی و حیوانیت
ہے لہذا شرع مین گوشت ان حیوانات کا حرام قرار پایا۔

خنزیر بالخاصہ قوت شہوانی کو بڑھاتا ہے۔ اور بیحیائی کو بھی۔ اور خمیر اسکا فضلہ
انسان سے ہے پس استعمال اسکا خلاف حکمت اخلاق ہے اسی لیے شرع
مین بھی منع ہے۔ علاوہ اسکے زمانہ حال کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ
سور کا گوشت بے انتہا چھوٹے چھوٹے کیڑون سے بھرا ہوا ہے جو بغیر مدد خوردبین

کے نظر نہین آسکتے جنکی شکل یہ ہے اسکو رونڈ وارم کہتے ہین یہ کیڑا انڈے دیکر آگے بڑہتا رہتا ہے اور بچہ نکلکر اوسکی جگہہ پر آجاتے ہین اور یہ مرکر دوران خون کیساتھ باہر نکل جاتا ہے اسوجہ سے یہ انسانی غذا کے قابل نہین ہے۔

اسیطرح سے بعض دیگر حیوانات کو غور کرنے سے اونمین بھی بالخاصہ اخلاقی وطبی مضرتین پیدا ہونگی۔ اور بعض مین اگرچہ ہماری عقل و تجربہ مضرت پیدا نہ کرسکے لیکن حکیم کے منع کرنے سے ہمارے واسطے عقلاً اوسیطرح سے ممنوع ہے جیساکہ ڈاکٹر وطبیب کسی غذا یا دوا کے استعمال کو منع کرے اور ہم اوسکے خاصہ اور فعل سے بھی ناواقف ہون لیکن استعمال اوسکا ہمیر عقلاً ناجائز ہوگا۔

اسیوجہ سے امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا ہے کہ " ہر شئے کو خداوند کریم نے ہمپر اسوجہ سے حرام کیا ہے کہ وہ خالق ہمارا بھی ہے اور اون اشیائے محترمہ کا بھی۔ ضرور وہ اس امر سے واقف ہے کہ اصلاح ہمارے اجسام کی کن چیزون سے ہوسکتی ہے جن اشیار سے اصلاح ہمارے جسم کی ہوتی ہے وہ ہمپر حلال فرمائی ہین۔ اور جن اشیار سے ہمکو مضرت ہوگی وہ ہمپر حرام فرمائی ہین۔ اور پھر بوقت ضرورت جسوقت بدون اون اشیار کے اصلاح ہمارے بدن کی ممکن ہی نہو اوسوقت وہی حرام اشیا ہمپر بقدر ضرورت مباح فرما دیے ہین " جیسے علاج وغیرہ مین مدقوق و مسلول کیواسطے بہ ضرورت شدیدہ سرطان کی خاک کھلانا یا یخنی اوسکے گوشت کی جبکہ علاج ہمارا منحصر ہو اوسی پر۔ پس اگرچہ بادی النظر مین ہمکو کسی چیز مین مضرت محسوس نہ ہوتی ہو لیکن ممکن ہے کہ اوسمین کوئی مضرت ہو جسکو خالق ہمارا خوب جانتا ہے۔

اور پھر کیا عدالت وانصاف ہے کہ خدانے بوقت ضرورت استعمال کو اون محرمات کے بھی ہمپر مباح فرما دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ محض حفظان صحت کیواسطے یہ اشیار ہمپر حرام ہین اگرچہ ہم مضرت کو اوسکی نہ جانتے ہون۔ جیساکہ حدیث مذکورہ کے تحت مین امام جعفر صادق ؑ نے خود بعض اشیا کی حرمت کی علت بیان فرمائی ہے فرماتے ہین۔

(میتہ) اسوجہ سے حرام ہے کہ ضعف بدن کا مورث ہوتا ہے اور قوت جسمانی کو

زائل کرتا ہے اور قطع نسل کا موجب ہے۔ اور میتہ کھانے والے نہ مرینگے مگر مرگ مفاجات
سے (خون) کے کھانے سے (مار اصفر) ہوتا ہے یعنی صفرے کی زیادتی کا موجب ہے
اور خون آشام لوگ اکثر اوس مرض مین مبتلا ہوتے ہین جو کتے کے کاٹنے سے
عارض ہوتا ہے اور مشابہ بجنون ہوتا ہے جسکو ہندی مین "بورھا،، ہونا کہتے ہین
اور خون موجب قساوت قلبی ہے اور باعث ہے کمی مہربانی و ترحم کا حتے کہ
صلہ رحم وغیرہ بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔

(گوشت خنزیر) اسوجہ سے حرام ہے کہ خدا نے ایک قوم کو مسخ فرمایا تھا مختلف
صورتون پر بعض بصورت خنزیر، بعض بصورت میمون، بعض ریچھ، کی صورت
پر۔ اسیوجہ سے خدا نے ان جانورون سے کھانے سے منع فرمایا تاکہ لوگ
ان سے منتفع نہ ہون اور جس گناہ کی پاداش مین ویسے مسخ ہوئے ہین
اوس گناہ کی عظمت کو جانین۔

(خمر) شراب اور کل مسکرات کو اونکے فعل سکر کیوجہ سے حرام فرمایا ہے۔
حضرت فرماتے ہین کہ شرابخوار مثل بت پرست کے ہے (اسواسطے کہ شرابخوار
ایسے نشہ مین ہوتا ہے کہ یاد خدا اوسکے دل مین بالکل باقی نہین رہتی
اور خدا کو بالکل بھول جاتا ہے۔ پس جو خدا کو باختیار خود چند ساعت بھی
اگر دل سے بھلا دے اوسکا اسلام یا خدا پرستی ہرگز باقی نہین رہی)
پھر فرماتے ہین کہ شرابخواری مورث رعشہ ہے۔ اور شرابخوار بے مروت
ہو جاتا ہے اور محارم الٰہی پر (بلکہ جو عقلاً چیزین حرام ہین اونپر بھی) اوسکو جرأت
وجسارت ہو جاتی ہے مثل قتل عمد۔ و ارتکاب زنا اور فواحش کے۔ اور
شرابخوار لایعقل مانند مجنون کے ہو کر بجز شر کے کبھی خیر پر آمادہ نہین ہوتا۔ اب
انصاف فرمائیے کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے۔ کیسا درست وبجا ہے اب ہم ہر ایک
امر کو عقلاً ثابت کئے دیتے ہین۔

(میتہ) کیا میتہ ضعف بدن کا باعث نہین ہے۔ ذبیحہ کو تو آپ نام رکھتے ہین کہ
خون نکل کر بالکل پھوک رہجاتا ہے۔ اور جو مردہ ہو گیا اگرچہ اوسکے جسم مین

× دیکھو بحث مسخ ہماری کتاب فلسفۃ الاسلام مین ۱۲ منہ

اجزائے دموی موجود ہین۔ لیکن اسپر کیا دلیل ہے کہ اون اجزا کی خاصیت اب بھی وہی ہے جو کہ قبل موت تھی۔ ضرور موت سے جسم فاسد ہو جاتا ہے اور آثار بدل جاتے ہین۔ اور دلیل قوی اسپر یہ ہے کہ قبل موت اس خون سے اعضا مین نشو و نما ہوتی تھی۔ اور جن اعضا مین یہ خون دورہ کرتا تھا وہ اعضا باحس و حرکت رہتے تھے مرتے ہی خون جذب ہو جاتا ہے اور صحت و حیات کے کل احکام اوسیمین سے زائل ہو جاتے ہین اور یہ بدیہی دلیل ہے خون کے فاسد ہو جانے اور آثار بدلجانے کی۔

دوسری دلیل ہمارا تجربہ ہے جو قومین بدون ذبح کیے جانور کھاتی ہین ہرگز قوت و طاقت مین وہ اون قومون سے زائد نہین ہین جو ذبیحہ کھایا کرتے ہین اور کوئی دلیل اون لوگون کے قوت دار ہونے پر نہین ہے۔ کرکٹ، دفٹ بال، و دیگر ورزشی کامون مین ہمیشہ ہندوستانی غالب رہینگے باوجودیکہ آب و ہوا ہندوستان کی خود ضعیف ہے اور جہانکی آب و ہوا قوی ہے مثل ایران و عراق و حجاز و کابل وغیرہ کے اونکا مقابلہ کسی یوروپینی، یا فرانسیسی، جرمنی، وغیرہ سے کراکے دیکھیے تب آپکو مردہ خوری کی طاقت و قوت کی پوری آزمایش ہو جاویگی مردہ خوری سے ضرور قوت جسمانی زائل ہوتی ہے جیساکہ ہم مشاہدہ کررہے ہین اون قومونکو جو مردہ خوار ہین امام علیہ السّلام نے مردہ خوری کو باعث قطع نسل بھی فرمایا ہے آپکو کمال تعجب ہوگا اور بہت زور سے آپ اسکے انکار و رد پر آمادہ ہو جاوینگے مگر نہین تعجب نہ فرمائیے ہمسے پہلے سن لیجیے۔

جسقدر برسہا برس کے تجربون کے بعد آپنے ہر دوا مین آثار و خواص حاصل کیے ہین۔ کبھی آپ کو ایسا واقعہ بھی درپیش ہوا ہے یا نہین کہ آپ اوسی دوا کو بامحل مریض کو بار بار استعمال کرا رہے ہون لیکن ہرگز وہ دوا موثر نہ ہوتی ہو ضرور صدہا بلکہ ہزارہا بار یہ آپکو اتفاق ہوا ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ہر دوا اپنا اثر کرتی تو پھر کوئی شخص آپکے علاج سے کیون مرتا صدہا دوائیان خاص ایک مرض کی آپ استعمال کرا دیتے ہین لیکن کچھ اثر نہین ہوتا اور مرنے والا اوسی مرض مین مرجاتا ہے۔ صدہا بخار و سرسام مین مرجاتے ہین اور آپ علاج

بھی کرتے ہونگے۔ پھر اون دواؤن مین اثر باقی نہین رہے اور تجربہ آپکا غلط ہوگیا ہرگز نہین۔ سب دوائیان اگرچہ مرض کیواسطے بالخاصہ مفید ہین تو بعض امراض کی مورث بھی ہین پھر کیا ہمیشہ وہ مرض ہو ہی جاتا ہے ہرگز نہین اکثر مضر نہین ہوتین۔ پس اسیطرح سے مردہ خوری کو باعث قطع نسل کا بتایا ہے اور میتہ بالخاصہ موجب قطع نسل ہے۔ اگر یہ اثر اوسکے کسی وقت مین ظاہر ہو یا خاص محدود ہو کسی فصل و کسی وقت کیساتھہ یا کسی قوم کیساتھہ تب بھی آپ کیا اعتراض کر سکتے ہین اور کیونکر آپ اس خاصہ کے منکر ہو سکتے ہین۔

علاوہ میتہ عام سے بہ نسبت کو ممکن ہے کہ جانور کسی مرض مین مبتلا ہو کر مرا ہو یا کسی جانور کا کاٹا مر گیا ہو مثل سانپ و بس کھوپرہ وغیرہ کے اب فرمائیے کہ ایسی میتہ کو استعمال کرنے سے ضعف بدن کیا بلکہ دفعتہً اوسکا زہر اثر کرنے سے مرگ مفاجات اور موت ناگہانی کا بھی وقوع ہو سکتا ہے قطع نسل کیسی یہ خود تشریف لیجا وینگے اور یہ امر بدیہات سے ہے مثل آپکے عرب مین۔ بلکہ عرب کی خصوصیت نہین ہر قوم پر جبکہ میتہ حلال ہوتا تو جہان کہین کوئی جانور مرا ہوا ملجاتا بے دغدغہ ہم نوش جان کرتے تو کیا انواع انواع کے امراض مین مبتلا ہونیکا خوف نہین تھا ضرور مرگ مفاجات بھی ہوتی جسسے قطع نسل بھی لازمی تھی اگر کم ضرر ہوتا تو امراض ہی مین مبتلا اور بدورثت امراض سے ضعف بدن و کم طاقتی بھی ہوتی۔

(خون آشامی) سے قساوت قلبی و قلت ترحم کا ہونا بدیہی ہے اسلیے کہ یہ امر تجربہ معلوم ہے کہ جو لوگ رقیق القلب ہین وہ کبھی خون نہین دیکھ سکتے فصد کھاتی نشتر لیتے دیکھکر غش کر جاتے ہین کبھی جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح نہین کرتے اور اگر چند بار زبردستی کسی ایسے شخص سے فصد کھلوائی جاوے یا جانور ذبح کرایا جاوے پھر اونکی رقت قلب ایسی نہین رہتی ہے نہ کہ خون آشامی یہ ضرور ترحم کو دل سے دفع کریگی۔ اسیطرح صفرہ کا پیدا کرنا ظاہر ہے کہ خود گوشت جگر کے فعل کو خراب کرتا ہے۔ اور خون بھی بنا بر طبع

مرنے کے بعد جسم مین شکر مین تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس مین صلاحیت صفرا پیدا کرنے کی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ خون ہضم نہین ہوتا اکثر قے وغیرہ ہو جاتی ہے۔ جب خون سمی بھی ہے تو ضرور جگر کو صفرا خارج کرنے کیطرف مائل کریگا اور قے کیوجہ سے جب جگر مین تحریک ہوگی تو بکثرت قے لانیکا بھی احتمال ہو سکتا ہے۔

اب رہی دیوانگی اور بورا جانا یہ بھی خون آشامی سے ممکن ہے اسواسطے کہ خون نہایت گرم شئے ہے اور زیادہ حرارت سے اکثر امراض دماغی کا حدوث ممکن ہے خصوصاً گرم مزاجون کو اور قطع نظر اسکے ممکن ہے بالخاصة اسمین اثر ہو جسپر کوئی دلیل لانے کی وجہ نہین اور جبکہ ہم یہ بھی ثابت کر چکے کہ خون ہر جاذب سمیات ہے تو خون آشامی مین گویا سم خوری ہے اور سمیت کا ہونا بدیہیات سے ہے جو لوگ گوشت کو مضر جانتے ہین۔ وہ خون کو بدرجہ اولا مضرت رسان خیال کرینگے۔

اکثر دوائیان دنیا مین ایسی ہین کہ اونکو دیکھنے سے صد ہائے تجربے ہمکو حاصل ہوتے رہتے ہین انھین ادویہ مستعملہ مین بہت خواص و آثار روز بروز ہمکو تحقیق ہوتی جاتی ہین ہم ہرگز کسی دوا کی نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ جو ہمکو بتجربہ اسکے خواص معلوم ہوئے ہین بس اسیقدر ہین۔ اور کوئی شخص دوا مین کوئی اثر غیر مشہور بتاوے او سکا بھی ہرگز ہم انکار نہین کر سکتے اگرچہ اسوقت ہمارے تجربے مین وہ غلط ظاہر ہوتا ہو لیکن تھوڑے عرصہ گذرنے کے بعد ہمکو اوسیکا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ روزمرہ کے مشاہدہ ہمارے اسیر دال ہین جب یہ حالت نقص کی ہماری عقل و تجربہ کی ہے تو پھر ہم کیونکر کسی کے قول کی تکذیب کر سکتے ہین خصوصاً وہ حکیم لوگ جنکی عقل و فہم و فراست کو اونکے ہمعصر تو مانتے ہی ہوئے تھے اب بھی کوئی امر اونکا خلاف عقل نہین معلوم ہوتا۔ اور پھر ملہم ہونا بھی اونکا دلائل عقلیہ سے کتب کلامیہ مین ثابت ہو چکا ہے اور اس بحث کو ہم بھی فلسفۃ الاسلام مین لکھ چکے ہین۔ جب ایسے لوگ جیسے کسی امر کو کہدین جنکے واسطے خطا عقلی محال ہو تو پھر ہمکو

کیا جائے انکار ہے۔ اگر ہم انکار بھی کر سکتے ہیں تو اسیقدر کہ اس حدیث وخبر کو خبر واحد سمجھکر اعتنا نہ کریں۔

(گوشت خنزیر) کی ممانعت اسوجہ سے ہے کہ یہ منجملہ مسوخات سے ہے اور شدت عقوبت وعظمت عذاب کیوجہ سے اون سے منافرت کا حکم دیا گیا ہے اس علت سے معلوم ہوا کہ جسقدر مسوخات ہیں اور سب کے کھانے کی ممانعت ہے اور یہی علت اونکی حرمت کی ہے اور کیا اچھی اخلاقی بات اسمین ہے اگر انصاف سے دیکھو تو ضرور لایق مدح ہے۔ اسلام نے ان مسوخات کو کھانے ہی کی نہین ممانعت کی ہے۔ بلکہ پالنے اور پرورش کرنے کی بھی ممانعت ہے اسقدر انسے پرہیز کرنیکا حکم دیا ہے کہ نجس قرار دیا ہے اس تعلیم مین ایک بہت بڑا اخلاقی سبق یہ ہے کہ جن وجوہ سے یہ قومین غضب الٰہی مین مبتلا ہو کر مسخ ہوئی تھین اون گناہو نکی عظمت کا اظہار ہے اور انسان کو اون گناہون سے پرہیز کرنیکا سبق دیا گیا ہے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ ایسے ہین جنکے ارتکاب سے لوگونکو مثل کلب سے بچنا اور تنفر کرنا لازم ہے تاکہ دوسرونکے واسطے عبرت ہو اور وہ اس خوف سے کہ لوگ ہمسے پرہیز کرنے لگین گناہ کبایر سے محفوظ رہین بداخلاقی کی کمال مذمت اس طریق سے کی گئی ہے اور یہ تعلیم ہوئی بھی کہ بداخلاقون اور گناہگارون سے اسی طرحسے پرہیز کرو جسطرحسے کلب وخوک سے بلنے تمکو پرہیز کا حکم دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام نے بلا ضرورت بداخلاقون اور کافرون سے محبت کرنے اور ہم صحبت ہونے اور زیادہ خلاملا کی ممانعت کی ہے کیونکہ اونکی بداخلاقی ان مین بھی سرایت کریگی۔ اور بداخلاقون سے عداوت ودشمنی رکھنے سے آخر مین بداخلاقیون سے اسکو بھی نفرت ہوگی اور انسان بداخلاقی سے نفرت کرتے کرتے خود با اخلاق بنجا دیگا۔ پس یہ بہت بڑا اخلاقی سبق ہے جسسے لوگ غافل ہین۔ اور بذریعہ توالد وتناسل ان مسوخات کو ہم مین خدانے اسواسطے رکھا ہے تاکہ یہ زندہ مثال ہون اوس قوم کی جو کثرت عصیان کیوجہ سے مسخ ہوئی تھی اور باعث عبرت ہون انسان کیواسطے جب انسان انکی طرف

نظر کریگا معاد اسکو یہ خیال ہوگا کہ جن بداخلاقیون کیوجہ سے انکین مسخ جسمانی
ہوا ہے اسیطرح سے ہم مین مسخ روحانی ہوتا ہے اور انسان حیوان بنجاتا ہے اور
اسیطرح سے لایق تنفر ہوتا ہے جیسے یہ چند حیوانات لایق تنفر ہین۔
(شرب خمر) کے جسقدر نتایج ارشاد ہوے ہین انکین تو کسیکو کچھ کلام ہی
نہین ہوسکتا شراب خوار ان سے ہر قسم کے امور قبیحہ کا ارتکاب ہوا کرتا ہے
شراب بلکہ کل مسکرات خواہش وغصہ کے مددگار ہوتے ہین۔ اور خاص یہ دوا
خواہشی قوتون کی مدد کے لیے کیجاتی ہے۔ اور خواہش وغصہ دونون عقل کے
حریف ہین۔ اور حکمت واخلاق وحکمت ناموس کا اس پر اتفاق ہے کہ عقل کو
اوسکے حریفون پر مسلط کرنا چاہیے اور یہی انسانیت ہے۔ نہ یہ کہ عقل کے
حریفون کو ہم عقل پر مسلط کرین کہ یہی حیوانیت ہے۔ اور یہ ناپاک چیز ضرور
عقل کو کھوتی ہے اور اوسکے حریفون کی مددگار ہوتی ہے تو یہ خود عقل کی حریف
ہے اور عقل سے بڑھکر کوئی نعمت خدا کی نہین ہے تو اوسکے حریف کو اوسپر
غالب کرنا اگرچہ ایک طرفۃ العین ہی ہو کافی ہے نعمت خدا کے ضایع کرنیکے لیے
اور یہ توہم کہ شراب بالقوۃ عقل کو بڑہاتی ہے ثابت نہین۔ بلکہ ممکن ہے کہ یہ
خیال خام اوس قسم سے ہو کہ جو نشے ہوتا ہے اجتماع حواس سے اوس عادی
چیز کی طرف عود کرنے کے کہ جو مدت سے ترک ہو۔ علاوہ اسکے اسکا عقل کو
زیادہ کرنا معارض ہے اسکی خواہش اور غصہ کے زیادہ کرنے کی اور ترجیح بدی
کیجانب ہے پس لحاظ اوسکی ضد کا ترجیح مرجوح ہوگا۔ اور جو ایک حیوانی حرکت
موجب عبث اور طمع واسراف کا ہوگی اور بالکل صلاح عام کے خلاف ہے
اور لہو ولعب کہ جو خواہش کے صیغہ کا مددگار ہے اور اکثر منجر بغیظ وغضب
کیطرف بھی ہوتا ہے۔ پس حیوانی کام ہوا۔
پھر اس سے طرح طرح کی بیماریان بھی ہوتی ہین ذرا جسمی حالت پر بھی نظر کیجیے کہ
اس ناپاک شے سے کون کون سے اعضا جنپر مدار حیات ہے خراب ہوکر انسان
کو اوس مقام کی سیر کرا دیتے ہین جسکا نام قبر ہے۔ کتب طبیہ مین اسکی شہادتین بکثرت
موجود ہین اور نہین تو ذرا مدہ شناسون کی سیر ہی کر لیا کیجیے دو ہی چار روز

مین آپکو کثرت سے ایسے مایوس العلاج مریض نظر آوینگے جنکی بیماریونکا سبب محض شراب ہے۔
اب ہم دو چار مرضون کے نام بھی لکھکر آپکو اسکی برائیون سے اور بھی آگاہ کیے دیتے ہین۔
جگر مین امتلائی دم جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (کنجیشن آف دی لیور) کہتے ہین یہ مرض اسی شراب کی بدولت پیدا ہوتا ہے گو اس مرض کا نیز دیگر امراض کے جنکا ہم ذیل مین ذکر کرینگے اور اسباب بھی ہو سکتے ہین مگر نہین ہم یہان صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ ان امراض کا سبب شراب بھی ہے۔ چنانچہ ہمیشہ فتور معدہ اور امتلائی دم۔ جگر مین شرابیون کے لیے بکثرت ہوتا ہے اور ہر وقت شرابی کا جگر مستعد رہتا ہے اس مرض کے قبول کرلینے مین اب ورم جگر کو دیکھیے کہ شراب پینے والونکو کسقدر رہوتا ہے۔ اگر یہ ورم رفع ہو گیا تو خیر (بعلاج) حالانکہ اسی شراب کی بدولت کل پھر ہو جاویگا نہین تو اسی ورم کیوجہ سے صدہا کو استسقا ہو گیا ہے اور بدون جان لیے دفع نہین ہوتا۔
جگر کا دبیل، زیادہ تر اسی شراب کی بدولت ہوتا ہے اکثر تو ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ جب دبیل جگر کے مریض سے دریافت کیا گیا تو ہمیشہ سبب اسکا کثرت شراب ہی معلوم ہوا۔
اکثر شراب کے سبب سے ورم جگر اور اوس سے یرقان بکثرت دیکھنے مین آیا ہے۔ جگر کا بڑھ جانا۔ جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (ہائپر ٹروفی آف دی لیور) کہتے ہین و صغر الکبد، جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (سروسس آف دی لیور) کہتے ہین اکثر اسی شراب کے نتایج ہوا کرتے ہین۔ خصوصاً دوسرو سس آف دی لیور یعنی صغر الکبد تیز شراب مثل برانڈی وغیرہ کے پینے سے ہوتا ہے۔ آپ ذرا غور کرین کہ ان مہلک امراض سے کتنے آدمی بچتے ہین اور کتنے مرتے ہین ہمنے تو ایسے مریض اکثر مرتے ہی دیکھے اور بچتے شاذ و نادر ایسا مریض بچتا ہے ورنہ سوائے موت کے چارہ نہین۔

"نقرس" کا مریض اگر کبھی آپکی نظر سے گذرا ہوگا تو آپکو اوسکی حالت دیکھکر بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اسکے درد سے مریض کسطرح ماہی بے آب کیطرح تڑپتا ہے اور پھر جسے یہ مرض ہو گیا تو پھر تمام عمر اوسنے اوس سے نجات نہین پائی - جب دورہ ہوا جان پر آبنی پھر ہزارون طرحکی تکمید کیجیے پولٹس باندھیے مخدرادویات لیپ کیجیے کیا مجال کہ رفع ہوجاوے - اور پھر جب یہ مرض اعصاب اندرونی مین سرایت کرجاتا ہے تو وہان کیا خرابیان پیدا کرتا ہے اور مریض کو ہلاک کر دیتا ہے - یہی نقرس کا درد ہے جسکا علاج کرتے کرتے تھک کر اور درد کی نہ برداشت کرکے (مسٹر ہیر نکٹن ڈپٹی کمشنر گجرات) نے اپنے تئین پستول مار کر ہلاک کر ڈالا سبب اسکا زیادہ تر کتب طبیہ مین شراب ہے دکھا گیا ہے - جب اس مرض کا اثر جسم مین سرایت کرجاتا ہے تو اکثر اعضاے اندرونی مرض مین مبتلا ہو جاتے ہین جنکی تفصیل کتب طبیہ مین موجود ہے -

پیشاب مین ریت کا آنا - یہ ریت کئی قسم کی ہوتی ہے - مگر اور اقسام کا ذکر ہم نہین کرنا چاہتے - یہان صرف اوس قسم کی ریت کا ذکر کرتے ہین جو سرخ رنگ کی ہوتی ہے - اور جسکا سبب یہی کمبخت شراب ہے - ریت آنے سے اول تو یون ہی آدمی درد کمر، اور کمزوری اور ضعف معدہ مین مبتلا رہتا ہے مگر یہ بیماریان ایسی ہین کہ جنکی طرف نہ مریض توجہ کرتا ہے نہ آپ ہی کچھ خیال کرینگے بلکہ یون فرماوینگے کہ یہ تو اکثر آدمیون کو یون ہی رہا کرتا ہے اب ہم اوس حالت کا ذکر کرتے ہین جس سے مریض پر تو جو گذرتی ہے وہ تو وہی جانتا ہے یا خدا - مگر دیکھنے والے تک پناہ مانگتے ہین - اب سنیئے جسوقت تک ریت آتی رہتی ہے اوسوقت تک تو غنیمت ہے - لیکن جب یہ ریت کنکری بنکر گردے سے گذرتی ہے اور مریض ماہی بے آب کیطرح تڑپتا ہے اوسوقت شراب کے پینے کا لطف آتا ہے - احتقان و فصد وغیرہ کی الگ تکلیف اور درد تو ہلاک ہی کر ڈالتا ہے - یہ پتھری اگر گردہ سے گذر کر مثانہ مین آگئی تو جان بچگئی لیکن مثانہ مین جمع ہو ہو کر اب جو ایک بڑی پتھری

بنگئی اوسکا نکلنا تو بجز دستکاری کے ناممکن ہے۔ ابھی دستکاری دو رہے ڈاکٹر صاحب جب تشریف لادینگے اوسوقت بیہوش کرکے خواہ یون ہی چاک کرکے خواہ مثانہ ہی کے اندر بذریعہ آلہ کے چورہ کرکے نکالینگے لیکن پیشاب بند ہونے سے اور درد خراش مثانہ سے جو تکلیف ہے ذرا اوسے ملاحظہ فرمائیے۔ اور پھر جب ڈاکٹر نے پتھری کو توڑ کر یا چاک کرکے نکالا اوسکی تکلیف یہ سب ناظرین کے قیاس پر چھوڑا جاتا ہے۔

"ڈلیسریم ٹریمنس" یہ ایک مرض ہے جسکا ترجمہ ہذیان و بیخودی ہے سبب اسکا شراب ہی ہے۔ دیکھیے یہی (ڈلیریم ٹریمنس) ہے جسمین دماغ مین ورم اور کبھی مریض دیوانہ ہو جاتا ہے۔

"آتشک" جسکو دنیا ام الامراض کہتی ہے کیا شراب کے سبب سے نہین پیدا ہوتی (ڈاکٹر رحیم خان بہادر آنریری سرجن میڈیکل فیلو و ممبر سنٹ پنجاب یونیورسٹی سپرنٹنڈنٹ و مدرس علم و عمل طب میڈیکل اسکول لاہور) اپنی کتاب "طب رحیمی" مین لکھتے ہین کہ اگر ہمسے کوئی پوچھے کہ آتشک کی مان کون ہے تو ہم پکار کر کہینگے کہ آتشک شراب کی بیٹی ہے اور بہتیری برائیون کی مان بھی ہے" آتشک وہ مرض ہے جسکو دنیا جانتی ہے اور صدہا مریض اسی کی بدولت سل، وجع مفاصل، اور دیگر امراض مثل اسکے کہ کسیکی ناک کا بانسہ سڑ گیا۔ کسیکے تالو مین چھید ہو گیا۔ اور بہت سے امراض جلد سے جنکی فہرست لکھی جاوے تو ایک دفتر ہو جاوے۔ مگر اتنا ہی اس مقام پر کافی ہے کہ کوئی جلدی بیماری ایسی نہین جو شراب کے سبب سے نہ پیدا ہوتی ہو۔

شرابیون مین سل، دق کا ہونا بھی بہ نسبت ان لوگون کے جو شراب نہین پیتے زائد دیکھنے مین آیا ہے۔ اسیطرح سے بہت سے امراض اس ام الخبائث کیوجہ سے ہوتے ہین جنکی تفصیل مین طول ہوگا۔ اب ہم مختصر ایک تقریر کرتے ہین۔ یہ امر ظاہر ہے کہ شراب سے دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ اور اس سے کوئی طبیب و ڈاکٹر انکار نہین کر سکتا۔ نتائج اسکے اگرچہ بہت ہین مگر ہم صرف چند ہی بیان کرتے ہین اسلیے کہ اختصار مد نظر ہے۔ جب یہ امر ثابت ہے

کہ شراب ایسی چیز ہے جس سے دوران خون تیز ہوجاتا ہے - تو اب بظاہر ہے کہ ایسا شخص جسکا دوران خون تیز رہیگا اول تو۔ طبیعت اس شخص کی اورام حادہ مین مبتلا ہونے کے لیے زاید مایل رہیگی پھوڑے پھنسیان زائد نکلین گی دوسرے بخار وغیرہ ایسے اشخاص کو زائد ہوگا - علاوہ اسکے جب دوران خون تیز ہوگا تو اسوجہ سے کہ خون دماغ کیطرف زائد رجوع کریگا بیخوابی پیدا ہوگی اور جو مضرتین نیند نہ آنے سے پیدا ہوتی ہین وہ محتاج بیان نہین اختلاج قلب بھی لازم ہے۔ استسقا بھی ممکن ہے - صفائی خون بھی پورے طور پر ناممکن ہے اسلیے کہ موافق اصول ڈاکٹری جب خون وریدی (سیاہ یا غیر صاف شدہ) ششش مین آتا ہے تو تنفس کے ذریعہ سے اس خون پر (آکسیجن) جو ایک قسم کی ہوا ہے اسکا اثر پہونچتا ہے اور "کاربن" (کوئلہ) خارج ہوجاتا ہے جس سے خون صاف ہوکر سرخ ہوجاتا ہے - اب جسوقت کہ دوران خون تیز ہے تو دورہ اسکا ششش مین بھی بہ تیزی گذریگا جسکے سبب سے "آکسیجن" کا بھی اثر کم ہونے پاویگا اور "کاربن" بھی کم خارج ہوسکیگا اسلیے اوسکی صفائی مین نقصان واقع ہوگا جسکا نتیجہ بہت سے امراض ہین اور بیان کی ضرورت نہین۔

اب ایک امر کیطرف ہم اپنے ناظرین کی توجہ کو مبذول کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹری اصول مین از روے علم کیمیا یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ بہت سے قسم کے زہر ایسے ہین جو خون مین سرایت کرنیکے بعد تہ نشین رہتے ہین۔ اب ہم یہ کہتے ہین کہ جب کوئی اسی قسم کا زہر جسم مین سرایت کرگیا جو خون مین تہ نشین ہے تو ممکن ہے کہ کسی وقت مین خود بخود فنا ہوجاوے۔ یا یون ہو کہ یون ہی پڑے پڑے بیکار ہوجاوے - یا یہ بھی ممکن ہے کہ کم سے کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ اوسکا اثر دیگر اعضا پر کم کم پہنچیگا جسکو طبیعت آسانی سے دفع کردے اور اسیطرح وہ زہر کچھ عرصہ کے بعد زائل ہوجاوے - اب فرض کرلو کہ کوئی اسی قسم کا زہر جسم انسان مین سرایت کرگیا جو کہ خون مین تہ نشین ہے - مگر اون حضرت نے شراب نوش فرما کر دوران خون تیز کردیا ایسی حالت

مین نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ وہ زہر پوری طور سے ہر رگ و پے مین اور تمام اعضا مین بہت جلد پہونچکر اپنا پورا پورا اثر ظاہر کر دیگا۔ اور یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ ایسے امراض حادہ یا یون کہیے کہ جو امراض تیزی کیساتھ فوراً اپنا اثر جسم انسان پر ظاہر کرتے ہین اکثر مہلک ثابت ہوتے ہین۔ اسلیے کہ اسمین علاج کا موقع بہت کم ملتا ہے اور مریض جلد تلف ہو جاتا ہے۔ اورحقیقت مین جلد ہلاک ہو جانا کچھ بعید نہین کیونکہ جب بسبب زیادتی دوران خون اس زہر کا اثر تمام جسم مین دفعتًا پہنچ گیا تو ظاہر ہے کہ اعضائے رئیسہ بھی مبتلا ہو جاوینگے اور جب اعضائے رئیسہ مین سے کئی ایک عضو ایک ہی وقت مین اثر زہر سے متاثر ہوگئے تو پھر کیونکر مریض جلد نہ ہلاک ہو جائے۔ حالانکہ جب اعضائے رئیسہ مین سے صرف ایک عضو مبتلا ہو جاتا ہے تو مریض کا بچنا دشوار ہو جاتا ہے نہ کہ جب کئی مبتلا ہون اور وہ بھی ایک ہی وقت مین تو پھر زندگی کیونکر ممکن ہے۔

ہمارے نزدیک اسیقدر مضرتین بیان کرنا سمجھدار آدمی کے لیے کافی ہین ورنہ اگر اسکی برائیان آدمی تحریر کرے۔ تو ایک دفتر ہو سکتا ہے۔

پس ہمکو نہایت احسانمند اور شکرگذار ہونا لازم ہے اوس حکیم و علیم کا جسنے ہمارے فائدہ کی بات ہمکو بتلائیے اور مضرات سے بچنے کیواسطے ہمکو سخت تاکید کی۔ اگرچہ ہم اون مضرتون پر مطلع نہ ہون لیکن ہمارا خدا تو ضرور جانتا ہے کہ کون شئے انسان کیواسطے مضر ہے اور کون مفید ہے۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ خدا ہی تمھارا بھی خالق ہے اور ان اشیاء کا بھی خالق ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کس چیز سے صلاح جسم انسانی ہوتی ہے اور کون شئے مضر ہے۔ جو چیز حافظ صحت انسانی تھی وہ جائز و مباح ہوئی جو مضر تھی وہ حرام کی گئی یہ اوسکا تفضّل و کرم ہے۔ پھر اسنے زیادہ رحمت کو غور کیجیے کہ بوقت ضرورت وہ حرام شئے بھی ہمپر جائز و مباح ہو گئی بقدر ضرورت اس مقام پر دو شبہ اور بھی ہوتے ہین جنکا رفع کرنا ضروری ہے۔

(۱) کیا وجہ ہے کہ محرمات الٰہی مین جو مضرت ہوتی ہے وہ ہمکو محسوس نہین ہوتی اگرچہ بعض اشیاء کی مضرت معلوم ہو لیکن جملہ محرمات کی مضرت ہمکو نہین محسوس ہوتی۔

(جواب) یہ ہے کہ ابھی طب آپکی ناقص ہے لاکھ آپ تحقیق و تدقیق کرین پھر بھی بہت کچھ نقص آپکی طب مین موجود ہے آج بھی باوجودیکہ علم تشریح و طب کی پوری ترقی کا آپکو دعوی ہے مگر سوائے استحسانات عقلیہ کے قطعی طور سے آپ نہین ثابت کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ امراض کا سبب آپنے منحصر فساد غذا اور ہوا مین قرار دیا ہے۔ اور امراض غیر مادی۔ وغیر مزاجی سے آپ بالکل بے بہرہ ہین۔ مرض الموت مین آپ سب ہی عاجز ہین۔ خواص و آثار ادویہ و افعال اعضا کو ابھی آپنے بخوبی نہین جانا ہے۔ اور دلیل اسپر یہ ہے کہ اگر آپ یقینی طور پر ان امور کو جان گئے ہوتے تو اب ترقی تحقیق کی ختم ہو جاتی اور روز بروز نئے تجربے آپکو نہ حاصل ہوتے اس روزانہ ترقی سے بہ بداہت عقل یہ ثابت ہے کہ ابھی ترقی محدود نہین ہوئی اور تحقیق آپکی ہر امر مین ناقص ہے۔ ہر شئے مین صدہا خواص و آثار ہین جو آپکو معلوم نہین اور روز بروز معلوم ہوتے جاتے ہین۔ پھر آپ کسی دوا کے فعل و اثر کا کیونکر انکار کر سکتے ہین۔ دیکھنے، سونگھنے، کھانے، لگانے، باندھنے مین ہر طرح سے مختلف اثر ہوتے ہین کھانے سے دوا کے کچھ اثر ہوتا ہے سونگھنے سے کچھ اور اثر ہو جاتا ہے لگانے سے اور ہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صدہا ایسی چیزین طب یونانی و ڈاکٹری دونون مین موجود ہین لاکھ آپ کیمسٹری کے ذریعے سے دریافت کر چکے ہون پھر آپ کسی شئے کی پوری ماہیت نہین بتلا سکتے۔ نہ آپکو یہ معلوم ہے کہ موت کب آویگی نہ کسی شخص کی عمر کا پورا تخمینہ یقین کیسا تھ آپ کر سکتے ہین۔ پھر آپ کیونکر اس امر سے انکار کر سکتے ہین کہ محرمات الٰہی انسان کیواسطے مضر نہین ہین۔ جب آپ آثار و افعال سے جسم انسانی کے بھی بخوبی واقف ہوتے اور آثار و خواص سے ادویہ کے

× کتاب فلسفۃ الاسلام مین اس بحث کو دیکھنے کیلئے ملاحظہ ہو ۱۲۔ منہ

بھی بخوبی آپکو اطلاع ہوتی اور تحقیق وجانچ آپکی ختم ہوچکی ہوتی اوسوقت البتہ
یہ کہہ سکتے تھے کہ محرمات الٰہی مین کوئی مضرت نہین - باوجودیکہ امراض روحانیہ
سے تو آپ حتمًا نابلد ہین بہت سے ایسے اشیا ہین جنکا اثر اخلاق و نفس
انسانی پر واقع ہوتا ہے جسطرحسے دوا مین امراض جسمانی کے دفع کرنیکا اثر
ہے اوسی طرحسے دوا مین امراض روحانی کے دفع کرنیکا بھی اثر ہے اور
اکثر اشیاء امراض روحانی کے بھی مورث ہوتے ہین - جیساکہ طب یونانی
مین یہ امر بخوبی ثابت ہوچکا ہے اگرچہ طب جدید مین نہ ہو - مثل اسکے کہ
گوشت خنزیر بیحیائی بڑھاتا ہے - شراب و مسکرات ارتکاب کبائر
کی مورث ہین - پیہ خر اگر مکان کے دروازہ مین ملدین تو گھر والون مین
لڑائی برپا ہو (دیکھو ذخیرۂ خوارزم شاہی) گینڈے کی چربی ملنے سے لوگون
کے دل مین اسکی طرف سے خوف کا پیدا ہونا - قمری کا گھر مین رکھنا مانع تاثیر
سحر و چشم بد کا ہونا - ساہی کا کانٹا گھر مین ڈالنے سے لڑائی کا ہونا -
خصوصًا احجار معدنیہ کے تو بہت کچھ خواص و آثار نفس و روح پر واقع ہوتے ہین
مثل یاقوت کے اسکی انگشتری قضا یاے حاجات و رفع ضرر صاعقہ و غرق
کے واسطے مفید ہے اور غم و اندوہ زائل کرتا ہے (از خواص الجواہر)
"سنگ خام" کو لکھا ہے کہ ایک ٹکڑا اسکا عاشق اور اوسکی مان کے نام
سے لین اور دوسرا ٹکڑا معشوق اور اوسکی مان کے نام سے اور دونون
ٹکڑون کو عاشق کو کھلادین تو اوسے عشق بالخاصیت دفع ہوتا ہے -
(از تلخیص ناصری)
"سنگ یشب" کو ہاتھ مین رکھنے سے انسان مخاوف سے محفوظ رہتا
ہے (از خواص الجواہر)
(سنگ خطاطیف) جو سرخ رنگ ہو اوسکو دافع غم لکھا ہے اور حریر مین
باندہ کر پاس رکھنا موجب جاہ و حشمت لکھا ہے -
"سنگ سلوان" کو دافع مرض عشق لکھا ہے - غرضکہ اسیطرحسے ان اشیاء
کا نفس و روح مین اثر طب قدیم مین بھی ثابت ہے - اور طب

بھی مثل شریعت اسلام و شریعت ہنود و شریعت یہود، دسمبر زمزم و جفر ونجوم وغیرہ کے اور جسقدر شاخین طب روحانی کی ہین اون سب مین بخوبی ثابت ہے کہ ان اشیاء سے اثر نفس و روح پر بھی ہوتا ہے۔ اسمقام پر سے فقہ رقی فرقہ نیچری کے خواص احجار معدنیہ پر جیسے عقیق زرد اور حدید، اور فیروزہ وغیرہ کے جو خواص احادیث قدسیہ مین وارد ہین اور اونکا انکار ان آثار سے محض بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ اور آثار اشیائے موجودہ سے انکار کرنا یہ کام کسی محتاط اور ذیعلم کا نہین ہے بدون کسی دلیل صحیح کے پس اس مختصر بیان سے ہمارے بخوبی ثابت ہو گیا کہ محرمات الٰہی ضرور مضرت رسان ہین اگرچہ مضرت اونکی ہمکو محسوس نہ ہو کیونکہ جملہ مضرتون کو بھی ہم نہین جانتے نہ وقت ضرر سے ہم آگاہ ہین صد ہا مرض ایسے ہین کہ جواب معلوم ہوتے جاتے ہین اور ابھی امراض کا معلوم ہونا محدود نہین ممکن ہے آیندہ اور امراض بھی تحقیق ہون۔

کیا آپ نہین دیکھتے کہ بعض زہر ونکا اثر ایک عرصۂ دراز کے بعد محسوس ہوتا ہے اسی طب جدید مین ثابت ہوا ہے کہ اکثر خفیف مقدار کے زہر خون مین تہنشین رہتے ہین جب وے ران خون اتفاقاً زیادہ ہوتا ہے یکبارگی ایک عرصہ کے بعد وہ زہر جسم مین منتشر ہو کر ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اسیطرح سے ممکن ہے کہ محرمات الٰہی کی مضرت بعض اوقات فوراً معلوم ہوتی ہو اور بعض اوقات برسون کے بعد مشاہدہ ہوتی ہو اور آپ اوس مضرت کا کسی دوسری شے کو باعث سمجھتے ہون۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ محرمات الٰہی کے استعمال سے فوراً مضرت پہونچے لیکن اتفاقاً کسی مصلح اور تریاق کا استعمال یا محض آب ہوا۔ یا محض طبیعت سے اوسکی اصلاح ہو جاتی ہو اور آپکو اوسکی مضرت محسوس نہ ہوتی ہو اکثر امراض موروثی بھی ہوتے ہین۔ اوسیطرح سے اکثر اشیا کا ضرر اولاد مین ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص مین آخر مین مادۂ آتشک پیدا ہوا دفعتاً وہ کسی مرض مین مبتلا ہو کر یا مرگ ناگہانی سے مرگیا اب ڈاکٹر صاحب کو

یہ نہین معلوم ہوا کہ فلان شخص مین مادہ آتشک بھی پیدا ہوچکا تھا لیکن اوسی حالت مین جو بچہ پیدا ہوا وہ مرض آتشک لیکر پیدا ہوا او سوقت معلوم ہوگا کہ شاید اسکے باپ کو یہ مرض ہوا ہو۔ پس اسیطرح جیسے ممکن ہے کہ اثر اور ضرر محرمات الہیہ کا اولاد مین ظاہر ہوتا ہو غرضکہ بہت سے اسباب عدم ظہور ضرر کے ہین۔ اور بہت سے محرمات مین مضرت جسمانی و روحانی بدیہی موجود ہے اور ہمکو بہ تجربہ معلوم ہوتی ہے جیسے شراب " لیکن ہم کب پرہیز کرتے ہین اور باوجود نقصان طبی و اخلاقی کے برابر نوش جان ہوتی ہے اسکا کیا علاج ہے۔

(۲) "لا شفاء فی الحرام" حدیث معتبرہ مین موجود ہے پس امام جعفر صادق ؑ کا بوقت ضرورت دفع مرض وغیرہ کیواسطے حرام شئے کے استعمال کی اجازت دینا بے ثمر ہوگی۔ اگرچہ اشیائے محرمہ مین نفع بدنی اور صحت امراض کلاد ضما دا بداہتہ موجود ہے پھر "لا شفاء فی الحرام" غلط ہوگا۔

(جواب) برتقدیر صحت حدیث مذکور کوئی محل اعتراض نہین ہے۔ اسواسطےکہ جسوقت مین حصر کردین اطبا صحت مریض کا اوس دوائے حرام مین تو پھر استعمال اوسکا حرام ہی کب رہا۔ جو "لا شفاء فی الحرام" کی مخالفت سمجھی جاوے بلکہ صحت و شفا اوسی چیز سے ہوئی کہ جو حلال ہوچکا ہے ہمپر۔ اور بلا ضرورت استعمال شئے حرام سے مرض کو خفت یا زوال حاصل ہونا پس ایسی شکل مین حکم قطعی اور یقینی اوسکے شافی ہونیکا دشوار ہے۔ اسلیے کہ عادات جاریہ سے یہ امر ہے کہ باوجود شئے حرام کے مریض اغذیہ واشربہ مباحہ کا استعمال کرتا ہے پس ممکن ہے کہ کسی غذا یا شربت یا آب شیرین یا نوم شب یا تبدل آب و ہوا وغیرہ نے اوس کو شفا دی ہو۔ اور اگر کسی دوسری چیز کا اوسنے استعمال نہین کیا پس ہم کہہ سکتے ہین کہ طبیعت انسانی خود مصلح اور باعث صحت ہے چنانچہ بعض مریض بدون کسی علاج کے اچھے ہوجاتے بارہا ہر شخص نے دیکھے ہونگے۔ پس باوجود ان اسباب کے کیونکر یقین کا دعوے ہو سکتا ہے کہ اس مریض کو خاص شئے حرام نے شفا دی ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث مذکورہ مین لفظ شفا سے معنی مجازی مراد ہون یعنی اصلاح قلب بدفع غم وہم جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ "ویشف صدور قوم مومنین"، یا تصفیہ قلب بازالہ جہالت وضلالت مراد ہو جیسا کہ آیہ کریمہ "وشفاء لما فی الصدور" مین ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ شئے حرام کے استعمال سے قلب کی اصلاح اور صفائی نہین ہوتی بلکہ قلب سیاہ و مکدر ہو جاتا ہے۔

اب کوئی اعتراض باقی نرہا۔ اور استعمال خارجی شئے حرام کا ضماد و مرہم وغیرہ مین یہ شرعًا جائز ہے اور اسکی وجہ سے اگر صحت وشفا ہو تو اس مین کیا قباحت ہے۔ "لا شفاء فی الحرام"، ہے نہ یہ کہ "لا شفاء فی الحلال"، جبکہ شئے حرام کا طلا اور ضماد حلال ہے تو پھر حرام ہی کب ہوا جسمین کلام ہے۔ اب کوئی تناقض حدیث مرویہ امام علیہ السلام مین باقی نرہا اور بعون اللہ مطلوب ہمارا ثابت ہوگیا۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد وآلہ الطیبین۔

تتے رہے ہین کہ فلسفہ جدید کی بنا پر علم کلام کی تدوین ضروری ہے جناب علامہ ہندی مدظلہ نے قوم کی فریاد کو سنا
اور اپنے ضعیف و نحیف جسم کو اپنے نادار و مفلس دست دپا کو۔نہین بلکہ دل و دماغ اور تمام جسم کو اس ضرورت کے
پورا کر دینے کیواسطے وقف کر دیا خانہ نشینی اختیار کی گھر کی چار دیواری مین بیٹھکر مصیبت و فقر و فاقہ مین بسر کر دینے کا
دلی عہد کر لیا اب بھی قدر نکرو اور ہاتھ نہ بٹاؤ تو سوا اے اد بار کے اور کیا کہا جاوے؟
اے قوم کے دستگیر و۔ اسلامی امیرون رئیسون فلسفۃ الاسلام عام اسلام کی تائید مین ہے ہر فرقہ ہر شیعہ اس سے
فائدہ اٹھا سکتا ہے سب کو مل کر توجہ چاہیے تاکہ موجودہ جلدین فلسفۃ الاسلام کی شائع ہوجاوین اور بقیہ جلدین
تصنیف ہو کر پبلک مین پیش ہوجاوین حمایت الاسلام جلد اول کی قیمت کو ہم ابھی فلسفۃ الاسلام کی اشاعت
کیواسطے وقف کرتے ہین اور جو ہمارا صرف ہوا ہے اُس سے دست بردار ہوتے ہین۔اب متمول حضرات کی ہمت کا
اندازہ کرتے ہین۔ جلد اول حمایت الاسلام مع جلد دوم جناب مصنف علام مدظلہ کی خدمت مین ہم نے پیش کر دی
جملہ درخواستین جناب مصنف کے پتہ سے آنا چاہئین۔
مگر یہ خیال رہے کہ جلد اول کا خریدار ہر طرح سے جلد دوم کے مفت پانے کا مستحق ہے البتہ جو نسخہ باقی
بچینگے وہ مفت واعظان و مدرسین کی درخواست پر نذر کیے جاوینگے۔دو آنہ ٹکٹ آنے پر درخواستین
آنی چاہئین والسلام علے من اتبع الھدے۔

خادم الاسلام سید رضی عفی عنہ

کتاب ملنے کا پتہ

لکھنؤ ڈیوڑھی آغا میر جناب آقا سید احمد صاحب مجتہد العصر معین العلماء علامہ ہندی آنریری سکریٹری انجمن
یادگار علماء۔

انتخابات جرائد و صحائف

حضرت علامہ کنتوری مدظلہ مورخہ ۱۶ محرم سنہ ۱۳۲۹ھ حامی دین مبین ایدہ اللہ۔ بعد سلام اور دعا کے
آج حمایت الاسلام کے حصہ دوم کے طبع کا اشتہار انڈیا گزٹ مین پڑھا از بس مسرت ہوئی خدا کرے جلد شائع ہو
اسوقت میرے ہمراہ حصہ اولین نہین ہے مگر اکثر مقامات کو پڑھکر از حد خوش ہو چکا ہون۔ ماشاء اللہ زمانہ کی رفتار
سے آپ کو بخوبی آگہی ہے اور مین حمد خدا بجا لاتا ہون کہ میری زندگی مین آپ ایسا موزشناس شریعت مجھ سے
بہتر پیدا ہوا خدا ترقی علم و عمل و عمر عطا کرے۔
غلام حسنین کنتوری

حضرت مولانا سید عباس حسین صاحب پروفیسر عربی محمڈن کالج علیگڈھ مستطاب حمایت الاسلام
شکریہ ادا کرتا ہون مین نے اس کتاب کو دیکھا اور دیکھتا ہون بفضلہ زمانہ حال کے موافق پر از فواید یہ نتیجہ اجتہاد و
جہاد ایسی ہی کتاب سے نکل سکتے ہین خداے تعالیٰ آپ کی ہمت مین برکت دے اور قوت جسمانی و روحانی مین
فرمائے مجھے امید ہے کہ اس حمایت الاسلام اور اس اعانت و رعایت وصیانت و حفاظت
ایمان سے مین بیحد مسرور ہوا ایسی تحریرات سے نام آوری دارین ہے والسلام مع الاکرام پھر عرض کرتا ہون
والسلام علیکم و علے المؤمنین لدیکم۔
حررہ الفانی الداعی لبقائکم عباس حسین

حضرت مولانا محمد بہاء الدین عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی جناب کا رسالہ حمایت الاسلام ہدایت التیام
موصول ہوا ذات بابرکات نے جس سلاست عبارت و حسن ادا کے ساتھ
اسم بامسمی آئینہ ہدایت نما ہے
قوت استدلال پختگی خیالات کا ثبوت دیا ہے اسپر بے ساختہ زبان سے مرحبا نکلتا ہے واقعی اس رسالہ سے
افہام عوام انعام لئام کی پوری توقع ہے قابل قدر بات ہے افادہ عام جمیع فرق اسلام اس کتاب سے
ممکن ہے جس سے بے بہا کتاب کی ظاہر حقی ہے خداوند عالم بہ برحیات کو قائم و دائم رکھے اور موفق بخیر

آمین بحرمت طہٰ و یٰس۔ فقیر محمد بہاء الدین عبد الباری عفی عنہ

(حضرت مولانا مولوی فرخی صاحب اُستاد ہز ہائینس نواب صاحب رامپور بالقابہ) عنایتنامہ کی زیارت سے مشرف اور کتاب حمایت الاسلام کی زیارت سے مستفید ہوا خدائے تعالیٰ آپ ایسے حامی دین و ناصرہ رسالہ حقائق کو سلامت رکھے۔ نیاز مند فرخی عفی عنہ از رامپور ۱۹ ستمبر

(حضرت مولانا سید علی الحائری اللاہوری مدظلہ)۔ ملتمس میشود کہ کتاب مستطاب حمایت الاسلام مفید عام از افادات جناب سامی رسید سرسری بعض مقامات آنرا دیدیم و بغایت پسندیدیم ایزد پاک بحرمت صاحب لولاک صلعم وجود عالی را محفوظ دارد و پیوستہ در اشاعت دین و نشر حقیقت موالی طاہرین خود علیہم السلام موفق و منصور بادا۔ والسلام مورخہ ۱۰ اگست ۱۳۲۹ھ

خادم الشریعۃ المطہرہ علی الحائری۔

(البیان جلد ۲ نمبر ۹ و ۱۰) اس کتاب میں عقلی دلائل سے مذہب کی ضرورت پر ایک پرزور آرٹکل لکھا گیا ہے اور حتی الوسع مذہب کی فلاسفی اور عبادات کی عقلی خوبیان ثابت کرنے میں فوق العادۃ کوشش کی گئی ہے غسل۔ وضو۔ نماز۔ وغیرہ کے نکات میں جس فلسفی طریق پر آجکل کے جدید طرز سے بحث کی گئی ہے اُسکی جدت اس امر کو ثابت کر رہی ہے کہ باخبر مصنف کو ضروریات زمانہ کے ساتھ فلسفہ جدیدہ میں بھی غیر معمولی دستگاہ حاصل ہے ہمیں افسوس ہے عام ادبار اور علماء کی خاص غفلت پر نظر کرتے ہوئے بہت کم امید تھی کہ مسائل مذہبی پر بسیط ریویو کرکے ہر مسئلہ کے حسن و قبح عقلی پر منصفانہ ریمارک کیے جائینگے لیکن خدا کا شکر ہے کہ جناب مولوی سید احمد صاحب قبلہ مجتہد شیعہ کی قابل تعریف توجہ نے علماء کو اس بار الزام سے سبکدوش کرنے میں ایک حد تک ابتدائی کامیابی حاصل کی ہے۔ کتاب بڑی مبسوط ہے ابتک ۲۰۰ صفحہ شائع ہو چکے ہیں دو روپیہ پیشگی قیمت کے وصول ہونے پر جسقدر اجزاء چھپتے جائینگے تصویر عالم پریس لکھنؤ سے خریداروں کو پہونچتے رہینگے۔ کتاب میں قابل لحاظ یہ بات ہے کہ ہر چند یہ شیعی المذہب مجتہد العصر کی تصنیف ہے مگر تعصب کی آمیزش سے بکلی پاک ہے کسی غیر مذہب سے تعرض نہیں اُردو کی سلیس اور شستہ زبان میں جس تہذیب سے گفتگو کی گئی ہے اُسکا کچھ اندازہ اُسوقت مل سکتا ہے جب پہلے حمایۃ الاسلام پر نظر پڑ چکی ہو۔

(ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان ضلع گورداسپور جلد ۵ نمبر ۵، ماہ مئی ۱۹۰۶ء) حمایۃ الاسلام کے بعض مقامات سے ہمکو پتہ لگا ہے اسکے مصنف سید احمد صاحب شیعہ مجتہد ہیں۔ [illegible] وہ بلا لحاظ فرقہ لکھی گئی ہے۔ اس حصہ میں مذہب کی ضرورت نماز و روزہ کی ترجیح پر [illegible] اظہار کیا گیا ہے وہ واقعی معقول ہیں۔

(اصلاح نمبر ۴ جلد ۹ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ) حمایت الاسلام ایک جدید کتاب ہے جناب مولوی سید احمد صاحب خلف الصدق شمس العلماء جناب سید ابراہیم صاحب اعلی اللہ مقامہ کی تصنیفات سے ہے جسمیں فاضل مصنف نے اصول و فروع دین مذہب شیعہ کے محاسن کو دلائل عقلی سے نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے اس قسم کی کتاب جبکہ زمانہ اسکو مانگ رہا ہے اور ایسی تحریروں کی نہایت ضرورت ہے۔ خدا کرے یہ کتاب کامل ہو جاوے۔

(عصر جدید جلد ۴ نمبر ۲ مورخہ جولائی ۱۹۰۶ء) سب سے زیادہ قابل قدر وہ ناتمام کتاب ہے جو جناب مولانا سید احمد مجتہد العصر خلف سید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر مرحوم نے بنام حمایت الاسلام شائع کی ہے۔ اسلام کے ہر حکم کی حکمت اور بزرگی اور اسلام کی فضیلت کو اسطرح بتایا گیا ہے کہ غیر مذاہب کو یا اسلام کے کسی فرقہ کو اعتراض یا شکایت کا موقع نہیں مل سکتا۔

